زیرِ ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح صاحب رفیق دارالافتاء، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

افادات

حضرت مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان 2213768

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دار الافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد پنجم

کتاب الصلوٰۃ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی دارالاشاعت کراچی
کمپوزنگ : مولانا مامون الحق صاحب
طباعت : ۲۰۰۳ء حسان پرنٹنگ پریس، کراچی۔
ضخامت : صفحات

............ملنے کے پتے............

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
کشمیر بکڈ پو۔ چنیوٹ بازار فیصل آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
بیت الکتب بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال کراچی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
ادارۂ اسلامیات موہن چوک اردو بازار کراچی
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ B-437 دیب روڈ لسبیلہ کراچی

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم

صفۃ الصلوٰۃ

مفسدات صلوٰۃ

باب صفة الصلوٰة

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے:

(سوال ۱) قعدۂ اولیٰ اور سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کھلی رکھے یا بند۔

(الجواب) مردوں کے لئے رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر اوران کو چھیدی کر کے گھٹنے پکڑنا مسنون ہے۔ سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف رہیں ان دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیوں کو حسب عادت رکھے نہ کھولے نہ بند کرے ضاماً اصابع یدیه (درمختار) ای ماصقا جنبات بعضها ببعض (قهها) ولایندب الضم الا هنا ولا التفریج الا فی الرکوع کما فی الزیلعی وغیرہ (شامی ج ۱ ص ۴۶۵ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاۃ) فقط واللہ اعلم۔

کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے:

(سوال ۲) کم سن نابالغ لڑکا نماز پڑھتا ہے نماز عشاء میں اور لڑکے حاضر نہیں ہوتے تو یہ لڑکا بالغوں کی صف میں کھڑا رہ سکتا ہے کہ پیچھے تنہا کھڑا رہے؟

(الجواب) ایک سے زائد بچے ہوں تو ان کی علیحدہ صف بنائی جائے، بالغوں کی صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اگر ایک ہی لڑکا ہو تو پیچھے تنہا کھڑا نہ رہے مردوں کے ساتھ شامل ہوجائے، بحرالرائق میں ہے ان الصبی الواحد لا یقوم منفرداً عن صف الرجال بل یدخل فی صفهم یعنی ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف چھوڑ کر تنہا کھڑا نہ رہے بلکہ مردوں کی صف میں جا ملے (ج ۱ ص ۳۵۳ باب الامامۃ) اور درمختار میں ہے فلو واحد ادخل فی الصف۔ یعنی اگر ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں شامل کیا جائے (شامی ج ۱ ص ۵۳۴ باب الامامة مطلب فی کلام علی الصف الاول) صورت مسئولہ میں جب لڑکا ایک ہی ہے اور سمجھدار ہے تو اس کو بالغوں کی صف میں لے لیا جائے ۔فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳) آنکھ میں موتیا ہے۔ آپریشن کرانا ضروری ہے ورنہ آنکھ چلی جائے گی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آپریشن کے وقت بعض دن اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوتی۔ تو آپریشن کرائے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں معذوری ہے آپریشن کرائے، سر کے اشارہ سے نماز پڑھی جاتی ہو تو قضا کی اجازت نہیں اور اگر سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں نقصان ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں نماز کی قضا کی اجازت ہے ۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وان تعذر القعود ولو حکماً أوما مستلقیا علی ظهره درمختار علی هامش شامی سلاة المریض ج ۲ ص ۹۹

پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے؟

(سوال ۴) ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

(الجواب) ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے (فتاوی سراجیہ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۵) کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چت لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

(الجواب) اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے (نفع المفتی والسائل ص ۹۸) فقط۔

صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟:

(سوال ۶) صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ درمیان میں یا کونے پر؟

(الجواب) صف میں جگہ نہ ہو تو امام رکوع کرے وہاں تک انتظار کرے اگر کوئی دوسرا شخص آجائے تو اس کے ہمراہ امام کی سیدھ میں صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے اگر کوئی نہ آئے تو اکیلا ہی وہاں کھڑا ہو جائے۔ ومتی استوی جانباہ یقوم عن یمین الا مام ان امکنه و ان وجد فی الصف فرجة سدها والا انتظر حتی یجیئ آخر فیقفان خلفه وان لم یجیئ حتی یرکع الامام یختار اعلم الناس بهذه المسائل فیجذ به ویقفان خلفه ولو لم یجد عالماً یقف خلف الصف بحذاء الا مام للضرورة (شامی ج ۱ ص ۵۳۱) ومن اتی الجماعة یکره له القیام خلف الصف وحده متی وجد فی الصف فرجة وان لم یو جد فی الصف فرجة ینتظر الی الرکوع فان جاء واحداً یقوم احدهما فی جنب الا خر بحذاء الا مام والا یجذب واحداً من الصف الی نفسه فیقف فی جنبه لکن الاولیٰ فی زماننا القیام وحده بحذاء الا مام لغلبة الجهل علی الناس فلو جرا حدا یفسد الصلوة (مجالس الا برار م ۵۴ ص ۳۲۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۷) بیمار آدمی مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھتا ہے مگر بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

(الجواب) جو مریض قیام سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جائے یا مرض کے بڑھ جانے یا جلد اچھا نہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے

ہیں، یہ جائز نہیں ہے "درمختار" میں ہے۔ وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوماً بقدرما یقدرو لوقد رایة او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار) (قوله علی المذهب) فی شرح الحلوانی نقلا عن الهندوانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام لبعض القراة دون تما مها یومر بان یکبر قائما ویقرأ ما قدر علیه ثم یقعد ان عجزو هو المذهب الصحیح لا یروی خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلوته (شامی ج ۱ ص ۷۱۰ باب صلاة المریض) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے:

(سوال ۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ تکبیر تحریمہ کب کہے ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر (۱) اگر امام صاحب کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر کا ایک جزء کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا جزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۳) غرض کہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے (۴) رکوع وسجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ (۵) اگر امام نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں (۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے (۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے (۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کر دے (بحرالرائق ج ۱ ص ۳۰۵ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ۔ درمختار مع الشامی صفت صلاۃ ج ۱ ص ۴۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۸۴ باب صفۃ الصلاۃ) (شامی وغیرہ۔ بحرالرائق)

اور جوہرہ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ ج ۱ ص ۴۹ باب صفۃ الصلاۃ)

صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو موخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے یہ ثنا پڑھنے کا محل ہے نہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہو جانی چاہئے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ "اللہ" کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ "اکبر" امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کردے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۴۸ حوالہ بالا) لہٰذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

(الجواب ۲) رکوع وسجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم

کرے رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ایک کراہت ترک محل کی کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کر دیا۔دوسری کراہت، اداء بے محل کی۔یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے وہ سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا اس وقت تکبیر بے محل ہے۔منیۃ المصلی ص ۸۸،ص ۹۴ وکبیری میں ہے[1] مختصر کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ، رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ:

(سوال ۹) کیا فرماتے ہیں۔علمائے کرام اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اس کو ہاتھ باندھنے سے پہلے کہے یا ہاتھ باندھنے کے بعد۔

(۱) اگر کوئی امام کان تک ہاتھ اٹھا لینے کے بعد یا ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر شروع کرے اور ہاتھ باندھنے کے بعد تکبیر پوری کرے۔تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کا آغاز کب کرے اور تکبیر پوری کب کرے؟

(۴) رکوع اور سجدہ کی تکبیرات کا صحیح وقت کون سا ہے؟ اور صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام ہر نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الالجواب) تکبیر تحریمہ یعنی تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کان تک اٹھا کر تکبیر شروع کرے اور تکبیر ختم ہونے پر دونوں ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ساتھ ساتھ شروع کرے اور دونوں ساتھ ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کرکے ہاتھ اٹھا کر ساتھ ساتھ ختم کرے۔وفیہ ثلثۃ اقوال ۔

القوال الاول:. انہ یرفع مقارنا للتکبیر وھو المروی عن ابی یوسف قولا وعن الطحاوی فعلاً واختارہ شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب الخلاصۃ والخفقد والبدائع والحیط حتی قال البقالی ھذا قول اصحابنا جمیعاً ویشھد لہ المروی عنہ صلی اللہ علیہ وعلم انہ کان یکبر عند کل خفض ورفع وما رواہ ابوداؤد انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدبہ مع التکبیر وفسر قاضی خان المقارنۃ بان تکون بداء تہ عند بدأتہ وختمہ عند ختمہ.

---

(۱) وینبغی ان یکون ابتدآء التکبیر عند اول الخرو والفراغ منہ' عند الاستوآء راکعاً وقال بعضھم یکبر قائما ثم یرکع ...... وھذا یستلزم تاخیر التکبیر الی ان یصل الی الرکوع ولیس بشی والقول الاول وھو المقارنۃ اصح الاقوال صفۃ الصلاۃ ص ۳۴۵)

القول الثانی:. وقتہ قبل التکبیر و نسبہ فی للمجمع الی ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومحمد رحمہ اللہ وفی غایۃ البیان الیٰ عامۃ علمأ بنا وفی المبسوط الیٰ اکثر مشائخنا وصححہ فی الھدایۃ ویشھد لہ ما فی الصحیحین عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حتیٰ یکونا حذاء منکبیہ ثم کبر .

• القول الثالث:. وقتہ بعد التکبیر فیکبر اولاثم یرفع یدیہ ویشھد لہ ما فی صحیح المسلم انہ کان اذا صلی کبر ثم رفع یدیہ(بحر الرائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ.۳۰۵ ج ا درمختار مع الشامی صفۃ صلاۃ ص ۴۶۵ ج ا)

مذکورہ صور ثلثہ میں پہلی دوسری صورت افضل ہے۔تیسری صورت بھی جائز ہے۔لیکن معمول بہا نہیں ہے۔والاصح انہ یرفع یدیہ او لاثم یکبر لان فعلہ نفی الکبریاء عن غیر اللہ والنفی مقدم علی الایجاب).(ھدایہ ص ۶۸ صفۃ الصلاۃ ج ا شامی . بحرالرائق)

"جوہرۃ" میں ہے اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب ہاتھ کان کے برابر پہنچ جائے تب تکبیر شروع کرے۔ والاصح انہ یرفع اولا فاذا ستقر تافی موضع المحاذاۃ کبر (جوھرہ ص ۴۹ ج ا باب صفۃ الصلاۃ)

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر میں تاخیر کرنا۔یعنی ہاتھ باندھ کر تکبیر کہنے کی عادت کر لینا غلط اور مکروہ ہے۔یہ وقت ہے ثناء پڑھنے کا۔نہ کہ تکبیر کہنے کا۔تکبیر ہاتھ باندھنے پر ختم کردی جائے۔ہاتھ باندھنے تک تاخیر کرنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ کم سننے والا اور بہرا مقتدی، امام کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا، تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی وجہ سے اس کی اقتداء، اور نماز صحیح نہ ہوگی۔اگر لفظ اللہ کہنے میں مقتدی پہل کرے بلکہ لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے لیکن لفظ اکبر کو امام کے ختم کرنے سے پہلے مقتدی ختم کردے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی۔

فلو قال اللہ مع الامام و کبر قبلہ (ای قبل فراغہ) لم یصح (درمختار مع الشامی ص ۴۴۸ ج ا صفۃ الصلاۃ فصل اذا اراد الخ) لہذا امام کو چاہئے کہ یہ عادت ترک کردے۔

رکوع اور سجدے کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر بھی ساتھ ساتھ شروع کردے اور ساتھ ساتھ ختم کرے۔اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر ساتھ ساتھ شروع کرے اور ساتھ ہی ختم کرے۔رکوع وسجدہ میں پہنچنے کے بعد تکبیر کہنا سنت کے خلاف ہے اور اس میں دو ۲ کراہتیں بھی لازم آتی ہیں۔ایک کراہت تکبیر کے وقت کو ضائع کرنے کی اور دوسری کراہت بے وقت تکبیر کہنے کی۔کیونکہ یہ وقت رکوع وسجدے کی تسبیح پڑھنے کا ہے تکبیر کہنے کا نہیں۔

فلما فرغ من القراءۃ یخیر راکعا مکبرا وینبغی ان یکون ابتداء تکبیرہ عند اول الخرور والفراغ منہ عند الاستواء وقال بعضھم اذا اتم القراءح حالۃ الخرور لاباس بہ بعد ان یکون مابقی من القراءۃ حرفاً او کلمۃ والاول اصح (منیۃ المصلی ص ۸۸ صفۃ الصلاۃ)

وفی موضع آخر وان یاتی بالا ذکار المشروعة فی الا نتقالات بعد تمام الا نتقال وفیه کراهتان تکرها عن موضعه وتحصیلها فی غیر موضع (ص ۹۴ کبیری ص ۳۴۵ صفة الصلوٰة

نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ

(سوال ۱۰) بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ فرض۔ سنت۔ وغیرہ نمازوں میں ثناء۔ اور رکوع وسجود کی تسبیحات اور تکبیرات انتقالات اور تشہد، درود شریف، اور نماز کے بعد دعاء اور وظیفہ وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں کہ قریب نماز پڑھنے والے کو حرج ہوتا ہے اور نماز میں غلطی ہوتی ہے۔ خشوع اور خضوع فوت ہوتا ہے۔ تو اس قدر زور سے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) فرض وغیرہ میں ثناء اور رکوع وسجود کی تسبیحات وغیرہ یا تلاوت قرآن مجید، ذکر اور اوراد اور وظیفہ وغیرہ اس قدر زور سے پڑھنا کہ دوسروں کی توجہ بٹے، نماز پڑھنے والوں کو خلجان ہو وہ بھول جائیں یا ان کے خشوع وخضوع میں یا اعتکاف کرنے والوں کی یکسوئی میں فرق آئے، سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے (اس طرح پڑھنا) درست نہیں۔ گناہ کا موجب ہے۔ لہٰذا ایسی عادت چھوڑ دینی چاہئے۔

وفی حاشیة الحموی عن الا مام الشعرانی انی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصلی او قاری، الخ (شامی ص ۲۱۸ ج ۱ احکام المسجد مطلب فی رفع الصوت بالذکر.)

وقد ذکر الشیخ عبدالوهاب الشعرانی فی کتابه المسمی "بیان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور." مانصه واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللّٰه تعالیٰ جماعة فی المساجد وغیرها من غیر نکیر الا ان یشوش جهر هم بالذکر علی نائم اومصلی اوقاری' کما هومقرر فی کتب الفقه (الا شباه والنظائر مع شرح الحموی ص ۵۶۰) فقط واللّٰه اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے:

(سوال ۱۱) تکبیر تحریمہ کی وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھے یا چھوڑ کر پھر باندھے صحیح طریقہ کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے، اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باندھنے کا حکم ہے۔ (کیونکہ وہ ہاتھ باندھنے کو قیام کی سنت قرار دیتے ہیں اور امام محمدؒ کے نزدیک ثناء کے وقت چھوڑنے کا حکم ہے ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے۔ اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوٰة اخرج کفیه من کمیه ثم رفعهما حذاء اذنیه ثم کبر بلا مد ناویا ثم وضع یمینه علی یساره تحت سرته عقب التحریمة بلا مهلة مستفتحا. یعنی:۔ جب مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے

پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھتے ہوئے (نور الایضاح ص ۷۶ فصل فی کیفیة ترکیب الصلوٰة)

اور ''مراقی الفلاح'' میں ہے (تحت سرة عقب التحریمة بلامهلة) لانه سنة القیام فی ظاهر المذهب وعند محمد سنة القراء ة فیرسل حال الثناء وعندهما یعتمد فی کل قیام فیه ذکر مسنون کحالة الثناء والقنوت وصلوة الجنازة ویرسل بین تکبیرات العیدین اذلیس فیهذکر مسنون ص ۵۲ ایضاً)

فالا عتماد سنة القیام عند هما حتی لا یرسل حالة الثناء وعند محمد رحمه اللّٰه سنة القراء ة حتی انه یر سل حالة قرأة الثناء الخ (الجو هرة النیره ص ۵۰ ج ۱ باب صفة الصلاة) فقط واللّٰه اعلم بالصواب.

بعد نماز گوشۂ مصلیٰ کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟:

(سوال ۱۲) نماز پڑھنے کے بعد مصلے کا ایک کونہ لپیٹ لیتے ہیں۔ ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھتا ہے۔ یہ اعتقاد کیسا ہے؟

(الجواب) مذکور رواج کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔ فقط۔

قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا:

(سوال ۱۳) ہمارے ہاں ایک مسلم برادر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتا ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ قبلہ جہت پیر کر کے سونا گناہ ہے اس نے کہا کہ اپنے پیغمبر بھی سوتے تھے اور سونا گناہ نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ گاؤں کے مشرق جانب میں قبرستان ہو تو میت کو کیسے لے جاتے ہیں؟ ایسی دلیل پیش کرتا ہے بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) بجانب قبلہ پیر پھیلا کر سونا مکروہ تحریمی قریب حرام ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے یعنی شرعاً اس کی گواہی مردود اور نامقبول ہے (شامی ج ۱) [1] جاہل، ضدی شخص دینی بحث اور سوال، جواب کے قابل نہیں ہے فقط واللّٰه اعلم بالصواب.

انتظار صلوٰۃ کی فضیلت:

(سوال ۱۴) حدیث شریف میں ہے کہ آدمی جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اس کا یہ وقت نماز میں گذرا ہوا شمار ہوتا ہے تو اس کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے یا بے وضو بھی اسی قدر ثواب ہے؟

(۱) مدر جلیه فی نوم او غیرها ای عمداً لانه اساء ة ادب قال فی الشامیة تحت قوله لانه اساء ة ادب افادان الکراهة تنزیهته لکن قد مناعن الرحمة فی باب الا ستنجاء انه سیاتی انه یعد الرجل الیها ترد شهادته قال وهذا یقتضی التحریم فلیحرر، درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۱۳ مة فی مکروهات الصلاة)

(الجواب) مذکورہ فضیلت کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے۔ وضوء نہ ہو تو نماز کا انتظار نہیں سمجھا جائے گا۔ وقد صرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم او لوح ان من الموجحات انہ اذا توضأ فاحسن وضوء ہ ثم توجہ الی المسجد لاینھضہ الا الصلوٰۃ کان مشیہ فی حکم الصلوٰۃ وخطواتہ مکفرات لذنوبہ۔

ترجمہ:۔ اور نبی کریم ﷺ نے صراحۃً یا اشارۃً فرمایا کہ فضیلت نماز کو بڑھانے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضوء کرے اور وضوء اچھی طرح کرے (یعنی وضوء کے آداب مثلاً قبلہ رو بیٹھنا۔ دنیا کی باتیں نہ کرنا۔ مسنون طرح پر مسواک کرنا وغیرہ کا خیال رکھے اور ان کو پورا کرے) پھر مسجد کی طرف روانہ ہو۔ اور اس کا محرک صرف نماز ہی ہو تو اس کا چلنا نماز کے حکم میں ہوگا۔ اور اس کے قدم گناہوں کے کفارہ کرنے والے ہوں گے (ہر قدم پر گناہ معاف ہوگا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۸۸ ج ۲)

شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵) مسجد میں نماز ہو جانے کے خیال سے گھر میں نماز شروع کی۔ پھر مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے یا توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز پوری کرے۔ "خلاصۃ الفتاویٰ" میں ہے۔ ولو افتتح الصلوٰۃ فی منزلہ ثم سمع الا قامۃ فی مسجد آخر اوفی مسجدہ یتم الصلوٰۃ۔

ترجمہ:۔ اگر مکان میں نماز شروع کی۔ پھر دوسری مسجد یا محلّہ کی مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے (ص ۲۲۹ ج ۱ الفصل السادس والعشرون فی المسجد وما یتصل بہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ:

(سوال ۱۶) نماز کے سلام میں ورحمۃ اللہ کے بعد وبرکاتہ کا اضافہ کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وبرکاتہ کا اضافہ متروک العمل ہے (قولہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ) لم یقل وبرکاتہ کما فی الھدایۃ الا ختلاف فیہ قال المظھر فی شرح المصابیح لفظ برکاتہ لم یرد فی سلام الصلوٰۃ وفی السراج وانہ لا یقول وبرکاتہ وصرح فی النووی بانہ بدعۃ ولیس فیہ شیئی ثابت ولکن یردہ ما فی الحاوی القدسی من انہ مروی وایضاً قال امیر الحاج رد للنووی بانھا جاء ت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح (حاشیۃ الدرر علی الغرر (ج ۱ ص ۶۲)

قائلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ ھو السنۃ ودرح الحدادی علیکم السلام (و) انہ (لا یقول) ھنا (وبرکاتہ) وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی وفی الحاوی انہ حسن (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۱ مطلب فی وقت ادراک فضیلۃ الافتتاح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے:

(سوال ۱۷) جب کوئی بیٹھ کر نماز پڑھے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مستحب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو اتنی جھکائی جائے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔ سرین اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ نفع المفتی والسائل میں ہے الا ستفسار صلی النفل قاعدً فکیف یرکع فیہ. الاستبشار. الرکوع یتم بانحناء الظھر لکن المستحب ان یرکع بحیث یحاذی جبھتہ قدام رکبتیہ نقلہ الشامی عن حاشیۃ الفتال عن البرجندی (ص ۷۶) ولو کان یصلی قاعداً ینبغی ان یخفف جبتھہ قدام رکبتہ لیحصل الرکوع (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ مطلب الرکن الا صلی والرکن الزاید) تحت بحث الرکوع والسجود. فقط واللہ اعلم بالصواب .

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم:

(سوال ۱۸) قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعاء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ کہہ سکتا ہے۔ جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) اللھم اغفرلی کہے اور وقت مل جاتا ہو تو وارحمنی واھدنی وعافنی وارزقنی بھی کہہ سکتا ہے ممنوع نہیں ہے۔ (قولہ لیس بینھما ذکر مسنون) قال ابو یوسف سألت الا مام ایقول الرجل اذا رفع رأسہ من الرکوع والسجود اللھم قال یقول ربنا لک الحمد وسکت ولقد احسن فی الجواب اذلم ینہ عن الا ستغفار .نھر وغیرہ .اقول بل فیہ اشارۃ الی انہ غیر مکروہ اذ لو کان مکروھاً لنھی عنہ کما ینھی عن القرأۃ فی الرکوع والسجود وعدم کونہ مسنوناً لا ینافی الجواز کالتسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرۃ بین السجدتین خروجاً من خلاف الا مام احمد رحمہ اللہ الخ (ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفۃ الصلاۃ) (قولہ محمول علی النفل) وصرح بہ فی الحلیۃ فی الوارد فی القومۃ والجلسۃ وقال علی انہ ان ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الا نفراد او الجماعۃ والمامون محصورون لا یتثقلون بذلک کما نص علیہ الشافعیۃ ولا ضرر فی التزامہ وان لم یصرح بہ مشائخنا فان القواعد الشرعیۃ لو تنبو عنہ کیف والصلوٰۃ والتسبیح والتکبیر والقرائۃ کما ثبت فی السنۃ اھ (شامی ج ۱ ص ۴۷۲، ص ۴۷۳ ایضاً) غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے۔ شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں۔ گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اس لئے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں۔ اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے۔ (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۳۵ ایضاً) البتہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت من ام قوماً فلیخفف فان فیھم المریض والکبیر و ذا الحاجۃ (او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا لحاظ کرتے

ہوئے مقتدیوں کے لئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہیں؟:

(سوال ۱۹) مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے بیٹھ کر کھڑے ہونا چاہئے یا کھڑے کھڑے ہی قراءت شروع کردے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتدی کے بیٹھتے ہی سلام پھر دیا تو التحیات پڑھنا چاہئے۔ یا بغیر پڑھے ہی کھڑا ہوجائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اس کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص جماعت میں شامل ہوگیا۔ اپنی نماز شروع کرے قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام نے السلام کا لفظ کہا ابھی علیکم کا لفظ کہنے نہیں پایا تھا کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کو تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر تشہد پڑھے بغیر ہی کھڑا ہوگیا تب بھی نماز درست ہے۔ شامی میں ہے۔ قال فی التجنیس الا مام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدى به قبل ان يقول عليكم لا يصير داخلاً فی صلاته لان هذا سلام (باب صفة الصلاة شامی ج ۱ ص ۴۳۶ وفتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۰۵) شامی میں دوسری جگہ ہے ۔وشمل باطلاقه مالو اقتدى به فی اثناء التشهد الا ول او الا خير فحين قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه يتم التشهد ثم يقول ولم اراه صريحاً ثم رأيته فی الذخيرة ناقلاً عن ابی الليث المختار عندی انه يتم التشهد وان لم يفعل اجزاه ولله الحمد (شامی ج ۱ ص ۴۶۳ صفة الصلاة (بعد مطلب فی اطالة الركوع لجائی) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سورۂ فاتحہ کے شروع میں، اور سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے :

(سوال ۲۰) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ کے شروع میں اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی رکعت میں (منفرد اور امام کے لئے) ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا مسنون ہے۔ اور بقیہ رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھے۔ ویسن التعوذ للقراء ة وتسن التسمية اول كل ركعة قبل الفاتحة لانه صلى الله عليه وسلم كان يفتتح صلاته بسم الله الرحمن الرحيم (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۱) سمى سراً فی اول كل ركعة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ (قبيل) مطلب لفظة الفتوى آكد وابلغ من لفظ المختار) درمختار میں دوسری جگہ ہے۔ (والركعة الثانية كالا ولى) فيما مر (غير انه لا يا تی بثناء ولا تعوذ فيها) اذ لم يشر عا الا مرة (درمختار مع الشامیۃ ج۱ ص

۴۷۳ صفة الصلاة)

سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔ شامی میں ہے۔ ان سمى بين الفاتحة والسورة المقروئة سراً وجهراً كان حسناً عند ابی حنيفة رحمه الله، یعنی سورۂ فاتحہ اور سورت زور سے پڑھی یا آہستہ اس کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے (شامی ج ۱ ص ۴۵۸ مطلب قرأة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ زبان سے بجائے عصر کے ظہر کا فرض نکل گیا تھا تو اب نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) دل میں عصر کی نیت تھی مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو مضائقہ نہیں نماز ہوجائے گی۔ درمختار میں ہے۔ والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية (درمختار) قوله ان خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزاه كما فی الزاهدی قهستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۵. ۳۸۶ باب شروط الصلاة بحث النية) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کرسکتا ہے؟:

(سوال ۲۲) نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ بجائے عصر کے ظہر کے فرض کی یا اسی طرح سنت کی نیت کی ہے تو اب نماز توڑ کر پھر تکبیر تحریمہ کہے یا نماز میں ہی نیت بدل دے۔ اگر نماز میں ہی نیت بدل سکتا ہو تو کب تک بدلنے کا اختیار ہے رکوع کے بعد بھی بدل سکتا ہے؟ بینوا توجروا (حیدرآباد)

(الجواب) بلانیت ہی نماز شروع کردی پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی ہے یا غلط نیت کی مثلاً عصر کی جگہ ظہر کی نیت کرلی تو اب نیت کا وقت جاتا رہا۔ نماز شروع کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں از سر نو نیت کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے، ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب (قوله ولا عبرة بنية متاخرة) لان الجزء الخالی عن النية لا يقع عبادة فلا ينبی الباقی عليه الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۸۷ ايضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا:

(سوال ۲۳) ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے گیا انہوں نے عصر کی اور مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ جس چیز پر نماز پڑھتے ہوں اس کا زمین کی سطح سے لگا ہوا ہونا ضروری ہے؟ اس لئے عصر اور مغرب کی نماز قضا کرنا ہوگی جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہوائی جہاز میں نماز کا وقت آجائے تو نماز قضا نہ کرے پڑھ لیوے اور بعد میں اعادہ کرلیوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کی حالت میں اپنے پیر کی انگلیاں زمین کو نہ لگاتا ہو۔ صرف انگوٹھا ہی رکھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے۔ سجدہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ میں فقط پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا رہنے سے نماز ہو جائے گی مگر صرف انگوٹھا رکھنے پر اکتفار کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ ووضع اصبع واحدۃ منھما شرط (درمختار) وافاد انہ' لو لم یضع شیئاً من القدمین لم یصح السجود الخ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ بحث الرکوع والسجود) والمراد بوضع القدمین علیٰ ما ذکر فی الخلاصۃ وضع اصابعھما والمراد بوضع الاصابع توجیھھما نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیھا حتیٰ لو وضع ظھر القدمین ولم یوجہ اصابعھما او احدھما نحو القبلۃ لا یصح سجودہ' وھذا مما یجب حفظہ واکثر الناس عنہ غافلون (مجالس الابرار ص ۱۵۳ مجلس نمبر ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب ۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۵) مقتدی نے بحالت قیام تکبیر کہی اس کے بعد بلا توقف رکوع میں چلا گیا اور امام کو رکوع میں پالیا تو اس قدر قیام سے (قیام کا) فرض محقق ہو جائے گا؟ یا تکبیر کے بعد توقف کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بحالت قیام تکبیر کہنے کی مقدار قیام کافی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے:۔

حتیٰ لو کبر قائماً ولم یقف یمیر مودیا فرضی التکبیر والقیام جمیعاً ولا یلزمہ توقف بعدہ' قائماً لان قدر ما وجد من القیام یکفیہ.

ترجمہ یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑے کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا تو قیام اور تکبیر دونوں کا فرض (اتنی مقدار کھڑے رہنے سے) ادا کر چکا، بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اس کو لازم نہیں اس لئے کہ جس قدر قیام پایا گیا وہی کافی ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۰۷، ص ۳۰۸ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو :

(سوال ۲۶) ایک لڑکا ہے جو بالغ ہے لیکن وہ پاگل جیسا ہے اور نماز میں سکون کے ساتھ کھڑا نہیں رہتا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے۔ اور پاکی ناپاکی کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس لڑکے کو پہلی یا دوسری صف میں کھڑا رکھا جا سکتا ہے؟ اور اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اس کو پیچھے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جو بالغ لڑکا پاگل کی طرح ہو، نماز کی عظمت نہ سمجھتا ہو، پاکی ناپاکی کا خیال نہ کرتا ہو اور نماز میں بیجا حرکتیں کرتا ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو تو اس کو بالغوں کی صف میں کھڑا ہونے سے روکا جائے اگر کھڑا ہو گیا تو

اس کو پیچھے کیا جا سکتا ہے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو بچے کے حکم میں داخل کیا ہے۔ (قولہ او معتوہ) ھو الناقص العقل وقیل المدھوش من غیر جنون کذافی المغرب وقد جعلوہ فی حکم الصبی. (شامی ج ۱ ص ۵۴۱ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

صف اول کس کو کہتے ہیں:

(سوال ۲۷) صف اول کس کو کہتے ہیں اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف آگے بڑھا دی جائے اور وہ منبر کی وجہ سے منقطع ہو جائے۔ اور مقتدی امام کے قریب اغل بغل کھڑے ہوں تو یہ صف۔ صف اول ہوگی یا اس کے پیچھے والی صف، صف اول ہوگی۔ اور پہلی صف باطل ہوگی۔ اور جگہ کی تنگی کے وقت اس طرح صف بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صف اول وہ ہے جو امام کے قریب ہو۔ مؤذن اقامت کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مصلیوں کی جو صف ہے وہ صف اول ہے اگر یہ صف آگے بڑھ کر امام کے قریب ہو جائے اس وقت بھی وہ صف اول شمار ہوگی۔ پیچھے جماعت خانہ اور صحن میں اور اوپر بھی جگہ نہ ہو تو نمازیوں کو امام کے قریب ہو جانا بلا کراہت درست ہے۔ جگہ ہوتے ہوئے امام کے ساتھ صف بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ الزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریماً لو اکثر الخ (درمختار) قولہ وتحریماً لو اکثر) فاذا تقدم الا مام امام الصف واجب کماافادہ' فی الھدایۃ والفتح . یعنی ایک سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ لہٰذا اگر دو مقتدی ہوں اور امام ان کے درمیان کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۳۱ ھل الاساءۃ دون الکراھۃ او افحش منھا) نیز مقتدیوں کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں جماعت نساء کے ساتھ بھی مشابہت لازم آتی ہے یہ بھی ایک وجہ کراہت ہے۔

صف اول کے سلسلہ میں جو لکھا گیا ہے شامی کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔ ویعلم منہ بالاولیٰ ان مثل مقصورۃ دمشق التی ھی فی وسط المسجد خارج الحائط القبلی یکون الصف الاول فیھا ما یلی الا مام فی داخلھا وما اتصل بہ من طرفیھا خارجاً من اول الجدار الی اٰخرہ فلا ینقطع الصف ببناء ھا کما لا ینقطع بالمنبر الذی ھو داخلھا فیما یظھر الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۲ مطلب فی الکلام علی الصف الاول تحت مطلب فی الکلام علی الصف الاول، باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی :

(سوال ۲۸) کبھی صرف ایک مقتدی ہو یا صرف نابالغ بچہ ہو۔ یا صرف ایک عورت ہو۔ یا ایک سے زیادہ مقتدی ہوں جن میں کچھ بچے کچھ عورتیں بھی ہوں تو صف کس طرح بنائی جائے؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

(الجواب) ایک مقتدی ہوتو اسے امام کی دائنی طرف محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا رہنا چاہئے۔ ویقف الواحد محاذیا لیمین امامہ (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹، ص ۵۳۰) اگر بائیں طرف کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقاً (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) الظاهر ان الکراهۃ تنزیهیۃ لتعلیلها فی الهدایۃ وغیرها بمخالفۃ السنۃ ولقولہ فی الکافی جاز و اساء الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اسی طرح اگر ایک مقتدی ہو اور پیچھے کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے بوجہ خلاف سنت ہونے کے (وکذا) یکرہ (خلفہ علی الاصح) لمخالفۃ السنۃ (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) اور اگر صرف ایک نابالغ لڑکا ہو تو امام کی سیدھی طرف محاذ میں یعنی امام کے برابر قدرے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ویقف الواحد ولو صبیاً ..... محاذیاً (لیمین امامہ علی المذهب (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اما الواحدۃ فتتأخر (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر ایک عورت اور ایک مرد ہو تو مرد کو امام اپنے برابر کھڑا کرے اور عورت کو پیچھے کھڑا رکھے (قولہ اما الواحدۃ فتتأخر) فلو کان معہ رجل ایضاً یقیمہ عن یمینہ والمرأۃ خلفهما (شامی ج ۱ ص ۵۳ ایضاً) حتیٰ لو کان خلفہ رجل واحد وامرأۃ یقوم الرجل بحذائہ کما لو لم یکن معہ امرأۃ (عینی شرح کنز الدقائق باب الامامۃ ج ۱ ص ۳۹) اور اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہو تو دونوں مرد پیچھے کھڑے رہیں اور عورت ان دونوں کے پیچھے۔ ولو رجلان یقیمهما خلفہ والمرأۃ خلفهما (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اگر ایک سے زائد دو مقتدی بجائے پیچھے کھڑے رہنے کے امام کی دونوں طرف محاذ میں کھڑے ہو گئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو مقتدیوں سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیها وتحریما لو اکثر (در مختار، ج ۱ ص ۵۳۹ ایضاً) اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہو اور امام کے پیچھے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق یہ کراہت مقتدی کے حق میں ہے نہ کہ امام کے حق میں۔ ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعاً الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۳۱) فقط واللہ اعلم۔

قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے جائیں یا نہ باندھے جائیں:

(سوال ۲۹) قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھنا چاہئے یا چھوڑے رکھے، دونوں میں راجح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاتھ باندھنا قوی اور راجح ہے اس لئے کہ ہر اس قیام میں جس میں ذکر مسنون ہے شیخین کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس لئے ثناء پڑھتے وقت قنوت وتر میں، صلوٰۃ جنازہ میں اسی طرح قنوت نازلہ میں بھی ہاتھ باندھنا چاہئے، اگر کوئی چھوڑے رکھے تو اس سے جھگڑنا نہیں چاہئے، الجوہرۃ النیرہ میں ہے۔ قال فی الهدایۃ صل ان کل قیام فیہ ذکر مسنون یعتمد فیہ وما لا فلا هو الصحیح فیعتمد فی حالۃ القنوت وصلاۃ الجنازۃ ویرسل فی القومۃ من الرکوع وبین تکبیرات العید (الجوهرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۰ صفۃ الصلاۃ)

مراقی الفلاح میں ہے:۔ وعندهما یعتمد فی کل قیام فیہ ذکر مسنون کحالۃ الثناء

3

والقنوت وصلاۃ الجنازۃ ویرسل بین تکبیرات العیدین اذ لیس فیہ ذکر مسنون (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۳ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق:

(سوال ۳۰) بعد سلام مسنون! عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے (۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں، اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے (۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کرے (۳) یہ کہ مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبیٰ هذا کلہ فی حق الرجل اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیها علی رکبتیها وضعاً وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها لان ذلک استرلها (امی ج ۱ ص ۴۶۱ فصل فی تالیف الصلوٰۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویعتمد بیدیہ علی رکبتیہ کذا فی الهدایۃ وهو الصحیح هکذا فی البدائع ویفرج بین اصابعہ ولا یندب الی التفریج الا فی هذہ الحالۃ ولا الی الضم الا فی حالۃ السجود وفیما وراء ذلک یترک علی العادۃ کذا فی الهدایۃ ویبسط ظهرہ حتی لو وضع علیٰ ظهرہ قدح من ماء لا ستقر ولا ینکس رأسہ ولا یرفع یعنی یسوی رأسہ بعجزہ کذا فی الخلاصۃ ویکرہ ان یحنی رکبتیہ شبہ القوس والمرأۃ تحنی فی الرکوع یسیراً ولا تعتمد ولا تفرج اصابعها ولکن تضم یدیها وتضع علی رکبتیها وضعاً وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها کذا فی الزاهدی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۶ کتاب الصلوۃ. الفصل الثالث فی سنن الصلوۃ وآدابها وکیفیتها) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے:

(سوال ۳۱) تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بعد شہادت کی انگلی زانو پر رکھ دینی چاہئے یا زانو سے کھڑی رکھنا چاہئے؟ یہاں اس بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، لہذا حوالجات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو عین کرم ہوگا، بینوا توجروا۔ (انگلینڈ)

(الجواب) قوی یہ ہے کہ تشہد میں کلمہ کے موقع پر داہنے ہاتھ کے اخیر کی دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر لا الہ پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے یعنی چھوڑ دے اور یہ حالت (یعنی حلقہ) آخر

تک باقی رکھے، یہی صورت اولیٰ ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو وفی المحیط انہا (ای الا شارۃ) سنۃ یرفعہا عند النفی ویضعہا عند الا ثبات وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومحمد رحمہ اللہ وکثرت بہ الآثار والا خبار فالعمل بہ اولیٰ فھو وصریح فی ان المفتی بہ ھو الا شارۃ بالمسبحۃ...... ولذا قال فی منیۃ المصلی فان اشار یعقد الخنصر والبنصر و یحلق الوسطی بالا بھام ویقیم السبابۃ...... وصحح فی شرح الھدایۃ انہ یشیر و کذا فی الملتقط وغیرہ وصفتہا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشھادۃ الا بھام والوسطیٰ ویقبض الخنصر والبنصر ویشیر بالمسبحۃ...... الخ (شامی ج ۱ ص ۴۷۵ تحت مطلب مھم فی عقد الا صابع عند التشھد)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعلیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جب اشہدان لا الہ پر پہنچو تو سیدھے ہاتھ کی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرلو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لا الہ پر اٹھاؤ اور الا اللہ پر جھکا دو اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھے رکھو۔ (تعلیم الاسلام ص ۶۰ حصہ سوم، نماز پڑھنے کی پوری ترکیب)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لا الہ کہنے کے وقت انگلی اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت جھکا دے مگر عقد وحلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔ اور جب اشھد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے آس پاس کی انگلی کو بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر جھکاوے اور پھر اخیر قعدہ تک اس طرح حلقہ باندھے رکھے۔ (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱ نماز کی پوری ترکیب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت:

(سوال ۳۲) احناف نماز کی تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ احناف کے پاس حدیث نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مشکوٰۃ شریف میں ہے" عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما اذنیہ الخ وفی روایۃ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلوٰۃ) حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر کرتے (باب صفۃ الصلاۃ مشکوٰۃ شریف ص ۷۵)

نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے عن وائل بن حجر انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی ابھامیہ اذنیہ ثم کبر (رواہ ابو داؤد، وفی روایۃ

لہ یرفع ابھامیہ الی شحمۃ اذنیہ) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے مقابل اٹھائے، اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو کے برابر فرمادیا (ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو (نرمہ گوش) کے برابر کیا (مشکوٰۃ شریف ص ۷۶ باب صفۃ الصلوٰۃ)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابھاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ، رواہ النسائی ولا بی داؤد وروی الحاکم فی المستدرک والدار قطنی والبیھقی فی سننہ عن انس نحوہ وقال الحاکم اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین ولا اعلم لہ علۃ وفی روایۃ لا بی داؤد والنسائی والطبرانی والدار قطنی ومسلم عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حیال اذنیہ (زجاجۃ المصابیح، ص ۲۲۷ ج ۱، باب صفۃ الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

(سوال ۳۳) احناف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے خلاف کرتے ہیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) مولانا نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (مؤلف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف) نظام الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ تیسیر الوصول کے ۲۱۶ صفحہ میں حدیث ہے عن ابی جحیفۃ رضی اللہ عنہ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف فی الصلوٰۃ وان یضعھا تحت السرۃ اخرجہ رزین حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا سنت ہے، اور احمد اور ابوداؤد اور دار قطنی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ کو ہاتھ کے اوپر رکھنا سنت ہے، ہدایہ، بحرالرائق، کفایہ، عنایہ، نہایہ، اور کافی میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے، صرف لفظ میں اختلاف ہے اور معنی میں اتفاق، اور بحرالرائق میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلث من سنن المرسلین وذکر من جملتھا وضع الیمنیٰ علی الشمال تحت السرۃ یعنی نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے اور ان تینوں میں سے ایک یہ ہے کہ ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا (نظام الاسلام ص ۲۶) یہ رسالہ حضرتؒ کے رسالے توفیر الحق اور تنبیہ الضالین کے ساتھ چھپا ہوا ہے، حدیث کے ترجمہ میں معمولی تغیر کیا گیا ہے)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:۔ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وفی عمدۃ الرعایۃ سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات کذا قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا والشیخ عابد السندی وقال العلامۃ ابو الطیب المدنی ھذا حدیث قوی من حیث السند. (زجاجۃ المصابیح ص ۲۳۲ باب صفۃ الصلاۃ جلد اول)

نورالمصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ علقمہ بن وائل بن حجرؓ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائلؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ قاسم ابن قطلو بغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابوالطیب المدنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے (نورالمصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ج ۲، ج ا ص ۲۲۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علی قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰة تحت السرة رواه ابو داؤد واحمد وابن ابی شیبة والدار قطنی والبیهقی (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۳۳ ایضاً)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے اس کی روایت ابوداؤد اور امام احمد اور ابن ابی شیبہ دار قطنی اور بیہقی نے کی ہے۔ (نورالمصابیح ص ۲۲۲ ج ۱، ج ۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن ابراهیم النخعی انه کان یضع یده الیمنی علی یده الیسریٰ تحت السرة رواه محمد فی الآثار (زجاجة المصابیح ص ۲۳۳ ج ۱ باب صفة الصلاة)

یعنی: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے، اس کی روایت امام محمدؒ نے الآثار میں کی ہے۔ (نورالمصابیح ص ۲۲۲ حصہ دوم، جلد اول)) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے:

(سوال ۳۴) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی، کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ جہری نماز میں بلا قراءۃ فاتحہ مقتدی کی نماز نہیں ہوتی باطل اور اکارت ہے، یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے، چنانچہ مشہور محدث اور فقیہ حضرت شیخ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ ۶۲۰ھ جو محبوب سبحانی حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ کے شاگرد رشید ہیں اپنی مشہور کتاب المغنی ص ۶۴ ج ۱ میں ارقام فرماتے ہیں۔

ماسمعنا احداً من اهل الاسلام یقول اذا جهر الامام بالقراءة فلا تجزئ صلوٰة من خلفه اذا لم یقرأ وقال هذا النبی صلی الله علیه وسلم واصحابه والتابعون، وهذا مالک فی اهل الحجاز، وهذا الثوری فی اهل العراق، وهذا الاوزاعی فی اهل الشام وهذا اللیث فی اهل مصر ماقالوا لرجل صلی خلف الامام ولم یقرأ صلاته باطلة. (المغنی ص ۵۶۴ ج ۱ مکروهات الصلاة)

یعنی: امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے پڑھتا ہو اور مقتدی نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہوگی، چنانچہ رسول مقبول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وتابعین رحمہم اللہ اور اہل حجاز میں امام مالکؒ اور اہل عراق میں سفیان ثوریؒ اہل شام

میں امام اوزاعیؒ اہل مصر میں امام لیث بن سعد جیسے جلیل القدر محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز باطل ہوگی۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

قراءت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب:

(سوال ۳۵) غیر مقلدین قرأت خلف الامام کو فرض قرار دیتے ہیں، اور بخاری ومسلم کی روایت لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب پیش کر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے سراسر خلاف کرتے ہیں، عوام میں کچھ لوگوں کو تذبذب ہو گیا ہے اور وہ بھی کہنے لگے ہیں کہ جب بخاری ومسلم کی یہ روایت ہے تو اس کے خلاف عمل نہ کرنا چاہئے، آپ سے درخواست ہے کہ احادیث کی روشنی میں تفصیلی جواب تحریر فرمائیں، خاص طور پر حنفیہ کے دلائل قلم بند فرمائیں اور احناف ان احادیث کے متعلق کیا کہتے ہیں تحریر فرمائیں، آپ کی بڑی عنایات ہوں گی، آپ کا جواب انشاء اللہ ہمارے لئے بڑی رہنمائی کا سبب ہوگا اور انشاء اللہ عوام کی غلط فہمی دور ہوگی، بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ اختلافی اور معرکۃ الآراء ہے، صرف ایک حدیث کا ٹکڑا پیش کر دینے سے دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا، اس کے متعلق تمام روایات پر نظر کر کے فیصلہ کرنا ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں لاصلوٰۃ سے مراد منفرد کی نماز ہے (جو امام پر بھی صادق آتا ہے) مقتدی اس میں شامل نہیں، اس دعویٰ پر کہ لاصلوٰۃ، صلوٰۃ مقتدی کو شامل نہیں مشہور محدث ومجتہد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بیان جو ترمذی شریف میں مذکور ہے روز روشن کی طرح واضح ثبوت ہے صحیح ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی الله علیه وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب اذا کان وحده، واحتج بحدیث جابر بن عبد الله حیث قال من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فهذا رجل من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم تاول قول النبی صلی الله علیه وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ان هذا اذا کان وحده، ...... حدثنا اسحق بن موسیٰ الانصاری نامعن نا مالک عن ابی نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام هذا حدیث حسن صحیح (ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءة)

یعنی: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ "لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب" سے مراد منفرد ہے (مقتدی اس میں شامل نہیں) اور امام احمدؒ نے اپنے اس قول پر حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث سے استدلال فرمایا ہے، حضرت جابرؓ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ایک صحابی رسول ہیں (ﷺ) جنہوں نے نبی ﷺ کے قول مبارک "لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب" کا مطلب بیان کیا ہے کہ مذکورہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (ترمذی شریف ص ۴۲ ج ۱)

حضرت جابرؓ کی یہ روایت موقوف ہے، امام طحاویؒ نے یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے، طحاوی شریف

میں ہے۔ حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال ثنا مالک عن وهب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الا مام (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱، باب القراءۃ خلف الا مام)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں " لمن یصلی وحدہ" یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (مقتدی کے حق میں نہیں ہے) ابوداؤد شریف میں ہے۔

حدثنا قتیبۃ بن سعیدو ابن السرح قال نا سفیان عن الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحدہ (ابو داؤد شریف ص ۱۲۶ ج ۱، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ)

حنفیہ کا مذہب قرآن، احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون.

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (قرآن مجید پ ۹ سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی، تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال علی بن طلحۃ عن ابن عباس فی الا یۃ قولہ (واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا) یعنی فی الصلوۃ المفروضۃ وکذاروی عن عبد اللہ بن مغفل (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۲۳ سورہ اعراف)

نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔ وکذا قال سفیان الثوری عن ابی ہاشم اسمٰعیل بن کثیر عن مجاھد فی قولہ (واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا) قال فی الصلوۃ وکذا رواہ غیر واحد عن مجاھد. الیٰ قولہ. وکذا قال سعید بن جبیر والضحاک وابراھیم النخعی وقتادۃ والشعبی والسدی وعبدالرحمان بن زید بن اسلم ان المراد بذلک فی الصلوۃ. یعنی اسی طرح سفیان ثوری نے اسمٰعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے اللہ کے قول مبارک واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے اور بہت سے حضرات نے مجاہد سے اسی طرح روایت کی ہے، الی قولہ۔ اور اسی طرح سعید بن جبیر، ضحاک، ابراہیم نخعی، قتادہ، شعبی، سدی، اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

معالم التنزیل (تفسیر امام بغوی) میں ہے روی زید بن اسلم عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال نزلت ھذہ الا یۃ فی رفع الا صوات وھم خلف رسول اللہ ﷺ فی الصلوۃ. الی قولہ. وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ سمع ناسا یقرؤن مع الا مام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقھوا (واذا قری

القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا) کما امرکم اللہ، وھذا قول الحسن والزھری والنخعی ان الا یۃ فی القراءۃ فی الصلوۃ. حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں (قرات کرنے کی وجہ سے) لوگوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ الی قولہ۔ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا، کیا ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کو سمجھو۔ حسن، زہری، اور نخعی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے متعلق ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل مع ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اجمع الناس علی ان ھذہ الا یۃ فی الصلوۃ سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (المغنی ص ۶۰۱ ج ۱ قراءۃ الماموم خلف الامام، مکروہات الصلوٰۃ)

امام زید بن اسلم اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں کانوا یقرؤن خلف الا مام فنزلت واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون. یعنی بعض لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، واذا قریٔ القرآن الخ (المغنی والشرح الکبیر ص ۶۰۱ مصری مکروہات الصلاۃ)

تفسیر ابن کثیر میں ایک اور روایت ہے۔ عن بشیر بن جابر رضی اللہ عنہ قال صلی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فسمع ناسا یقرؤن مع الا مام فلما انصرف قال اما آن لکم ان تفقھوا ما آن لکم ان تعقلوا (واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا) کما امرکم اللہ. حضرت بشیر بن جابرؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ قرائت کرتے ہیں، نماز کے بعد آپ نے ان لوگوں سے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو، اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے، کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر ابن کثیر ص ۶۲۳ ج ۳)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان ماموناً لا یقرأ) لقولہ تعالیٰ واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا...... قال ابن عباس وابو ہریرۃ رضی اللہ عنھما وجماعۃ من المفسرین : نزلت فی الصلوۃ خاصۃ حین کانوا یقرؤن خلفہ علیہ الصلوۃ والسلام یعنی: اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے اللہ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۲)

زجاجۃ المصابیح ص ۲۴۱ ج ۱ پر بھی متعدد روایتیں اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ مذکورہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہذا جب امام قرأت کر رہا ہو (جہری نماز ہو یا سری) تو اس وقت مقتدیوں پر لازم ہے کہ خاموش رہیں اور غور سے سنیں کیونکہ قرآن میں دو حکم ہیں ایک استمعوا (امام کی قراءت سنو) یہ تو جہری نماز کے ساتھ خاص ہے، دوسرا حکم ہے انصتوا (امام کی قرأت کے وقت خاموش رہو) یہ جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: وحاصل الاستدل بالایة ان المطلوب امران: الاستماع والسکوت فیعمل بکل منهما والاول یخص الجهرية ، والثانی لا فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند القراءة مطلقاً ، وهذا بناء علی ان ورود الایة فی القراءة فی الصلوة (فتح القدیر مع عنایه ج ۱ ص ۳۴۲ فصل فی القراءة)

احادیث مبارکہ

(۱) عن ابی موسیٰ الاشعری بروایة جریر عن سلیمان التیمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقولوا آمین الخ .(مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱ ، باب التشهد فی الصلوة)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا ہمیں سنت سکھائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھی کرلیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ اس حدیث میں اذا قریٔ فانصتوا کا اضافہ صحیح ہے؟ یہ اضافہ سلیمان تیمی نے کیا ہے، دوسروں کی روایت میں یہ جملہ نہیں، تو امام مسلمؒ نے جواب دیا" ترید احفظ من سلیمان ؟" کیا تم سلیمان سے بڑھ کر حدیث کا حافظ چاہتے ہو؟ یعنی وہ کامل الحفظ تام الضبط ہے، اس کا تفرد مضر نہیں (مسلم شریف ص۱۷۴ ج۱)

حقیقت یہ ہے کہ سلیمان تیمی کی متابعت وموافقت کرنے والے دوسرے حفاظ وثقات موجود ہیں، چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں" صحیح ابوعوانہ میں اس حدیث کو عبداللہ بن رشید سے ابوعبیدہ (مجاعہ بن زبیر عتکی) سے قتادہ سے یونس بن جبیر سے حطان بن عبداللہ رقاشی سے ، ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اس میں سلیمان تیمی کی متابعت ابوعبیدہ نے کی ہے وہ بھی قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح اذا قرأ الامام فانصتوا روایت کررہا ہے اور ابوعبیدہ ثقہ ہے انساب سمعانی میں عبداللہ بن رشید اور ابوعبیدہ دونوں کو مستقیم الحدیث کہا ہے، دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی سند میں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح واذا قرأ فانصتوا روایت کیا ہے، عمر بن عامر امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اسی طرح اس کا شاگرد وسالم بن نوح رجال مسلم میں سے ہے امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اپنی صحیح میں اس سے روایت کرتے ہیں پس بعض محدثین کا یہ کہنا کہ قتادہ کے شاگردوں میں سے صرف سلیمان تیمی نے اس حدیث میں اذا قرأ الامام فانصتوا زیادہ کیا ہے غلط ہے، قتادہ کے تین شاگردوں نے جو ثقہ ہیں سلیمان تیمی کی موافقت کی ہے۔ (فاتحہ

الکلام فی القراءة خلف الامام ص ۲۴، ص ۲۵)

(۲) نسائی شریف میں ہے۔

تاویل قوله عزوجل واذا قریٔ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون ، عن ابی صالح عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبر واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد (باب تاویل واذا قریٔ القرآن نسائی شریف ص ۹۳ ج ۱ (باب القراءة فی الصلوة مشکوة شریف ص ۸۱).

یعنی: ارشاد خداوندی واذا قریٔ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون کی تاویل حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع (اقتداء) کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللهم ربنا لک الحمد کہو۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے۔

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد (ابن ماجه شریف ص ۶۱ باب اذا قرأ الامام فانصتوا)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللهم ربنا لک الحمد کہو۔

نسائی اور ابن ماجہ کی مذکورہ حدیث ابوہریرہ صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابوبکر نے امام مسلم سے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ میرے نزدیک صحیح ہے، مسلم شریف میں ہے، فقال له ابو بکر فحدیث ابی هریرة فقال هو صحیح یعنی واذا قریٔ فانصتوا فقال هو عندی صحیح (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۴ باب التشهد فی الصلوة)

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں چاہئے اسے خاموش رہنا چاہئے، نیز مذکورہ حدیث سے قرآن مجید کی آیت واذا قریٔ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی تشریح بھی ہوجاتی ہے کہ اس آیت کا تعلق نماز سے ہے۔

(۴) ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا اسحق بن موسی الانصاری نا معن نا مالک عن ابی نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابر بن عبد الله یقول من صلی رکعة لم یقرأ فیها بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء

الامام هذاحدیث حسن صحیح .(ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الا مام)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس نے کوئی رکعت بغیر سورۂ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث معانی الآثار میں مرفوعاً روایت کی ہے۔

حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال ثنا مالک عن وهب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی رکعة فلم یقرأ فیها بام القران فلم یصل الا وراء الامام.

حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱ باب القرآۃ خلف الامام)

ان دونوں حدیثوں سے خاص طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

(۶) مؤطا امام مالک میں ہے۔

مالک عن نافع عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنه کان اذا سئل هل یقرء احد خلف الامام قال اذا صلی احد کم خلف الا مام فحسبهٗ قراءة الا مام واذا صلی وحده فلیقرأ قال و کان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنه لا یقرأ خلف الا مام (مؤطاامام مالک ص ۲۹)

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کرسکتا ہے؟ تو آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کو کافی ہے (جس طرح امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہوجاتا ہے) اور جب تنہا پڑھے تو قرأت کرے، خود عبداللہ ابن عمر بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے،

زجاجۃ المصابیح میں ہے: وقال العینی و کان ابن عمر رضی اللہ عنه لا یقرأ خلف الا مام و کان اعظم الناس اقتداء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، انتهی 'علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں سب سے بڑھ کر تھے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

(۷) ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا علی بن محمد ......عن جابر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان له امام فقراءة الا مام له قرائة (ابن ماجه ص ۶۱ باب اذا قرء الامام فانصتوا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی

قرأت ہے (یعنی امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے)

(۸) مسند امام اعظم میں ہے: ابو حنیفة عن موسی عن عبد اللہ بن شداد عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقراءة الا مام له قرائة (مسند امام اعظم ص ۱۳۳ مترجم)

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو (یعنی نماز باجماعت پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(۹) مؤطا امام محمد میں ہے:۔قال محمد اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراء ة الا مام له قراء ة (موطا امام محمد ص ۷۷ باب القرأة فی الصلوة خلف الا مام)

امام محمدؒ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہؒ نے ابوالحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبداللہ بن شداد بن الہاد سے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے۔

(۱۰) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراء ة الا مام له قرأة. رواه محمد ، والدار قطنی والبیهقی عن امامنا ابی حنیفة وهو احسن طرقه حکم علیه ابن الهما بانه صحیح علی شرط الشیخین وقال العینی هو حدیث صحیح اما ابو حنیفة فابو حنیفة وموسیٰ بن عائشة الکوفی من الثقات الا ثبات من رجال الصحیحین وعبد اللہ بن شداد من کبار الشامین وثقا تهم وهو حدیث صحیح ، انتهی، (باب القرأة فی الصلوة زجاجة المصا بیح ص ۲۴۸، ص ۲۴۹)

حضرت جابرؓ نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمدؒ، دارقطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابوحنیفہؒ سے اسے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق علامہ امام ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابوحنیفہ تو ابوحنیفہ ہی ہیں۔ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں اور عبداللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اور اس سند کی مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۱) مؤطا امام محمد میں ایک اور روایت ہے۔

قال محمد اخبر نا اسرائیل حدثنی موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد قال ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه فلما ان صلی قال لم غمز تنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امک فکرهت ان تقرأ خلفه

فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قرأته له قرأة (مؤطا امام محمد ص ۷۸،ص ۷۹ باب القرأة فی الصلوٰة خلف الا مام)

یعنی: عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی ان کے پاس والے شخص نے انہیں ہاتھ لگا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا نماز کے بعد اس شخص نے کہا تم نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کیوں شارہ کیا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں اس لئے میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تم قرأت کرو یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کوئی امام ہو تو بے شک اس (امام) کا قرأت کرنا اس (مقتدی) کا قرأت کرنا ہے۔

(۱۲) کتاب الآثار میں ہے۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ ﷺ ورجل یقرأ خلفه فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینهاه عن القرائة فی الصلوة فقال اتنهانی عن القراءة خلف نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار ص ۲۳ باب القرأة خلف الامام)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے اس نے کہا تم مجھ کو نبی ﷺ کی پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہو، دونوں کے درمیان اس سلسلہ میں نزاع ہونے لگا یہاں تک کہ اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے قرأت ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(۱۳) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن علی رضی اللہ عنه قال سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک رواه البیهقی. (زجاجة المصابیح ص ۲۵۰ ج ۱ باب القرأة فی الصلوة)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا خاموش رہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قراءت مت کرو بلکہ خاموش رہو کیونکہ وہ (امام کی قرائت) تمہارے لئے کافی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی قراءت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۴) زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکفیک قرأة الامام خافت او جهر رواه الدار قطنی (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۰ باب القرائة فی الصلاة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی

قرائت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۵) مسلم شریف میں ہے: حدثنا قتیبة بن سعید قال نا یعقوب یعنی ابن عبدالرحمن عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقال من خلفه ' اٰمین فوافق قوله قول اهل السمآء غفرله ما تقدم من ذنبه (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے، پس جو لوگ اس کے پیچھے ہیں (یعنی مقتدی) وہ آمین کہیں، پس جس کی آمین آسمان والوں (یعنی فرشتوں) کی آمین کے موافق ہوگی اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث نماز باجماعت سے متعلق ہے اور اس حدیث میں قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اگر مقتدی پر بھی قرأت لازم ہوتی تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ صرف امام پڑھے گا، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا یعنی امام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہیں۔

(۱۶) بخاری شریف میں بھی یہ روایت ہے۔

حدثنیا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال الزهری حدثناه عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملائکة تؤمن فمن وافق تامینه تامین الملئکة غفرله ما تقدم من ذنبه (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۴۷ کتاب الدعوات، باب التامین)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قاری (یعنی امام) آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، پس بے شک ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی قاری سے مراد امام ہی ہے، معلوم ہوا کہ امام ہی قراءت کرے گا اور مقتدی خاموش رہیں گے، اگر مقتدی پر بھی قرأت ہوتی تو ارشاد یوں ہوتا جب تم ولا الضالین کہو تو اس کے بعد آمین کہو۔

اس کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ وتابعین کے اقوال حنفیہ کی تائید میں ہیں چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

آثار صحابہ وتابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن معمر قال ...... واخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القراءة خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

(باب القراءة خلف الا مام)

موسیٰ بن عقبہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۰ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن ابن عينية عن ابى اسحاق الشيبانى عن رجل قال : عهد عمر بن الخطاب ان لا تقرأ وامّع الا مام (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رجاجة المصا بيح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراة فى الصلوة)

ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم امام کے ساتھ قراءت نہ کریں۔

حضرت علیؓ کے آثار:

طحاوی شریف میں ہے حدثنا فهد ...... قال سمعت ابى ليلىٰ قال قال على رضى الله عنه من قرأ خلف الا مام فليس على الفطرة (طحاوى شريف ص ۱۰۷ ج ۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن الحسن ...... عن عبد الله بن ابى ليلىٰ قال: سمعت علياً يقول: من قرأ خلف الا مام فقد اخطأ الفطرة.

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (باب القرأۃ خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار:

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن منصور عن ابى وائل قال: جاء رجل الى عبدالله فقال : يا ابا عبدالرحمن! اقرأ خلف الا مام ؟ قال انصت للقرآن فان فى الصلاة شغلاً وسيكفيك ذلك الا مام (باب القرأة خلف الا مام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)(موطا امام محمد ص ۷۸)

ابووائل سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ فرمایا قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں دوسرا شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر ونواہی اور وعدہ وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارے میں امام کافی ہے۔

مؤطا امام محمد میں ہے۔قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح القرشى عن حماد عن ابراهيم النخعى عن علقمة بن قيس ان عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الا مام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه فى الا ولين ولا فى الا خرين واذا صلى وحده قرأ فى الاولين بفا تحة الكتاب وسورة ولم يقرأ فى الا خرين شيئا (باب القرأة خلف الامام) مؤطا امام محمد ص ۷۸)

علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو رکعتوں میں، اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر:

عن ابى حمزة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بين يدى فقال : لا .طحاوى شريف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأة خلف الا مام)

ابوحمزہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا امام میرے آگے (قرأت کرتا ہو اس وقت میں قراءت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں (قراءت مت کرو)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر:

عبدالرزاق عن هشام بن حسان عن انس بن سيرين قال سئالت ابن عمر اقرأ مع الا مام فقال انك لضخم البطن قراةُ الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)

ابن سیرین کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، میں امام کے پیچھے قرأت کیا کروں؟ فرمایا تو تو بڑے پیٹ کا معلوم ہوتا ہے (تجھے) امام کی قرأت (کافی ہے)

(۲) عبدالرزاق قال اخبرنا داؤد بن قيس عن زيد بن اسلم عن ابن عمر كان ينهىٰ عن القرأة خلف الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲ باب القرأة خلف الامام)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(۳) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبرنا عبيد الله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلى خلف الا مام كفته قرأ ته (مؤطا امام محمد ص ۷۶ ايضاً)

نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

(۴) قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبد الله المسعودى اخبرنى انس بن سيرين عن ابن عمر رضى الله عنه انه سائل عن القرأة خلف الا مام قال تكفيك قرأة الا مام (موطا امام محمد ص ۷۷ ايضاً)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر:

عن عطاء بن يسار انه سأل زيداً عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام في شئ رواه مسلم في باب سجود التلاوة (زجاجة المصابيح ج ۱ ص ۲۵۱ باب القراة في الصلوة)(مسلم شريف ص ۲۱۵ ج ۱)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی حالت میں بھی قرأت نہیں، یہ روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب سجود التلاوۃ میں نقل فرمائی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ اخبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر کان لا یقرأن خلف الامام. (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۱)

امام ثوری ابن ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

طحاوی شریف میں ہے۔ عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعه یقول لا تقرأ خلف الامام في شئ من الصلوات (طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القراة خلف الامام)

عطاء بن یسار نے زید بن ثابتؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کیا کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر:

عن جابر قال لا یقرء خلف الامام لان جهر ولا ان خافت، رواه ابن ابی شیبه فی مصنفه.(زجاجة المصابیح باب القراة فی الصلوة ص ۲۵۱ ج ۱)

حضرت جابرؓ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں۔

عن عبید اللہ بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبدالله فقالوا لا تقرؤا خلف الامام فی شئ من الصلوات (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۰۷)

عبید اللہ بن مقسم نے عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے (قرأت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا) ان تمام حضرات نے فرمایا تم امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت مت کرو۔

عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللہ بن مقسم قال : سئلت جابر بن عبد اللہ اتقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر شیئاً ؟فقال لا (باب القراة خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲)

عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے دریافت کیا، آپ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

علقمہ بن قیس کا اثر:

قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا ابراهیم النخعی عن علقمة بن قیس قال لان اعض علی جمرة احب الی من ان اقرء خلف الامام(مؤطا امام محمد ص ۷۸)(باب القراءة فی الصلوة خلف الامام)

ابراہیم نخعی علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں علقمہ نے فرمایا میں دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ انگارے تھامے رہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

کتاب الآثار میں ہے:۔محمد قال اخبر نا ابو حنیفة قال حدثنا حماد عن ابراهیم قال ما قرء علقمة بن قیس قط فیما یجهرولا فیما لا یجهر فیه ولا فی الرکعتین الا خریین ام القران ولا غیر ها خلف الامام(کتاب الآثار ص ۲۲ باب القراءة خلف الامام)

امام ابوحنیفہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ علقمہ بن قیس نے کبھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کی نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں، نہ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے نہ اور کوئی سورت۔

محمد بن سیرینؒ کا اثر:۔

حدثنا الثقفی عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة (مصنف ابن ابی شیبه ج ۱ ص ۳۷۷ من کره القراة خلف الامام)

محمد بن سیرین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مسنون نہیں سمجھتا۔

سوید بن غفلہ کا اثر:

حدثنا الفضل عن زهیر عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلة اقرأ خلف الامام فی الظهر والعصر فقال لا (مصنف ابن ابی شیبه ص ۳۷۷ ج ۱ من کره القراءة خلف الامام)

فضل زہیر سے وہ ولید بن قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے سوید بن غفلہ سے (جو بڑے درجہ کے تابعی ہیں اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے) دریافت کیا میں ظہر وعصر میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابراہیم نخعی کا اثر:

قال محمد اخبر نا اسرائیل بن یونس حدثنا منصور عن ابراهیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم (مؤطا امام محمدؒ ص ۷۸ باب القراة خلف الامام)

منصور ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سب سے پہلے قرأت کی وہ دین میں متہم تھا۔

مولانا ظفر احمد تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ف۔ ابراہیم نخعی فقہاء کوفہ میں سے ہیں بظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس شخص نے قرأت خلف الامام شروع کی وہ متہم تھا، ممکن ہے کوئی خارجی یا قدری ہو، اس سے پہلے اہل کوفہ کا عمل عبداللہ بن مسعود کے موافق تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے، ابراہیم نخعی کا یہ مطلب نہیں کہ مکہ اور حجاز میں بھی قرأت خلف الامام کرنے والمبتدع یا متہم تھا (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۴۱، ص ۴۲)

ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کو ہم نے مصلحتاً چھوڑ دیا۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ قال الشیخ ابن الهمام وغيره ان المامور به اثنان الا ستماع و الانصات فالا ول فی الجهرية والثانی فی السرية فالمعنى اذ قرئ القرآن فاستمعوا له ان جهر به وانصتوا واسكتوا ان اسربه انتهی وبه اخذ اما منا ابو حنيفه واصحابه وقال به جابر بن عبد اللهوزيد بن ثابت وعلی بن ابی طالب ، وعمر بن الخطاب وعبد اللهبن مسعود علی ما هو الا رجح فی الرواية عنهما ،وسفيان الثوری وسفيان بن عيينة وابن ابی ليلیٰ والحسن بن صالح بن حیٔ وابراهيم النخعی واصحاب ابن مسعود وغيرهم من مشاهير الصحابة والتابعين كذا ذكره ابن عبدالبر فی الا ستذكار والتمهيد وقال العينی وقد روی منع القرأة عن ثما نين نفرا من كبار الصحابةمنهم المرتضى و العبادلة الثلاثة واسا ميهم عند اهل الحديث وقيل تجاوز عدد من افتی فی ذلک الزمان عن الثمانين فكان اتفاقهم بمنزلة الاجماع وذكر الشيخ الامام عبد اللهبن يعقوب الحارثی السبذمونی فی كتاب كشف الا سرارعن عبد اللهبن زيد بن اسلم عن ابيه قال عشرة من اصحاب رسول اللهصلی اللهعليه وسلم ينهون عن القراء ة خلف الا مام اشد النهی ابو بكر الصديق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللهبن مسعود و زيد بن ثابت وعبد اللهبن عمرو عبد اللهبن عباس رضی اللهعنهم الخ (باب القرأة فی الصلاة زجاجة المصابيح ص ۲۴۲ ج ۱).

ترجمہ:۔ شیخ ابن ہمام اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم ہیں ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور دوسرا حکم انصات یعنی چپ رہنا پہلا حکم (یعنی استماع) جہری نمازوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم (یعنی انصات) سری نمازوں سے متعلق ہے، پس آیت کے معنی یہ ہیں، اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خوب غور سے سنو، اگر جہر سے پڑھ رہا ہو، اور خاموش (چپ) رہو اگر آہستہ پڑھے۔ ہمارے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (کہ مقتدی یا غور سے سنے یا خاموش رہے خود قرأت خلف الامام نہ کرے) اور حضرت جابر بن عبداللہؓ زید بن ثابت) اور حضرت علی بن ابو طالبؓ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو راجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے نیز سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح بن حیی، ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مسعودؓ کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا جو مشہور صحابہ و تابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے استذکار اور تمہید میں اسی طرح بیان فرمایا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی ۸۰ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ،

عبادلہ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور ان اسی ۸۰ صحابہ کے اسماء محدثین کے پاس محفوظ ہیں، اور منقول ہے کہ قراءت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق ہی اس زمانہ میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد اسی ۸۰ سے متجاوز تھی اور ان سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی السبذمونی نے کتاب کشف الاسرار میں عبداللہ بن زید اسلمؒ سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد (زید بن اسلمؒ) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے (یعنی زید بن اسلمؒ) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان كان ماموماً لا يقرأ) لقوله تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا؛ قال ابن عبا س وابو هريرة رضی اللهعنهما وجماعة من المفسرين نزلت فی الصلوٰة خاصة حين كا نوا يقرؤن خلفه عليه الصلوٰة والسلام وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول اللهصلی اللهعليه وسلم انما جعل الا مام ليو تم به فاذا قرء فانصتوا، وقال صلی اللهعليه سلم من كان ما موماً فقرأ ة الا مام له قرأ ة ،وروی الشعبی عن النبی صلی اللهعليه وسلم لا قرأة خلف الا مام (الا ختيار لتعليل المختار ص ۵۰ ج ۱)

اور اگر مقتدی ہو تو قرامت نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے، اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مقتدی ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے اور شعبی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

رسائل الاکان میں ہے۔ وليس علی المقتدی قراء ة ويكفيه قرأة امامه عندنا وعند الا مامين احمد رحمه اللهومالک رحمه الله. الی قوله. وحجتنا ماروی جابر قال قال رسول اللهصلی اللهعليه وسلم من كان لهامام فقراء ة الا مام له قراء ة هذا حديث صحيح رواه الا مام ابو حنيفة وقد ذكر الا مام محمد فی المؤطا ان اخبره ذكر السند، وابن عدی بسنده عن ابی حنيفة وحكم بصحته ابن الجوزی وقد اطال الكلام ههنا فی فتح القدير وذكر اسا نيد هذا الحديث وبين صحة سندين متصلين الی رسول اللهصلی اللهعليه وسلم وسند ابی حنيفة اصح وقد ثبت عن اكا بر الصحابة مثل مذهبنا...... الخ.

مقتدی پر قرأت نہیں ہے ہمارے نزدیک اور امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام کی قرأت اس کے لئے

کافی ہے۔ الی قولہ۔ ہماری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، یہ حدیث صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ نے اسے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ روایت انہیں بیان کی اور ابن عدی نے اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن جوزیؒ نے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے فتح القدیر میں اس موقع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور اس حدیث کی سندیں بیان کیں اور اور رسول اللہ ﷺ تک دونوں متصل سند کی صحت بیان کی اور امام ابوحنیفہؒ کی سند اصح ہے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہمارے مذہب کے مانند ثابت ہے......الخ۔

حافظ ابن تیمیہؒ کو غیر مقلدین اپنا امام مانتے ہیں، ارقام فرماتے ہیں۔

فالنزاع من الطرفین لکن الذین ینھون عن القراءۃ خلف الامام جمھور السلف والخلف ومعھم الکتاب والسنۃ الصحیحۃ والذین اوجبوھا علی المأموم فحدیثھم ضعفہ ئمۃ. (تنوع العبادات ص ۸۶)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور السلف والخلف ہیں اور اور ان کے ساتھ کتاب اللہ وسنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمۂ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے جب امام قرآن آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نماز جہری پڑھا رہے تھے، فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا کہا ہاں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے کوئی قرآن میں جھگڑ رہا ہے اس وقت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ جہریہ میں پڑھنے سے رک گئے، اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعودؓ و عمران بن حصینؓ و جابر بن عبد اللہؓ سے منقول ہے، اور اسی طرح مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے انما جعل الامام الخ۔ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے اذا قرء فانصتوا کہ جب امام پڑھے تو مقتدیوں کو چپ چاپ رہنا چاہئے، اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاوی نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور احمد اور مالک نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمد، ابوبکر بن شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہیں۔ لہذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابوحنیفہؒ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور صحابہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ و جابر بن عبد اللہ اور ابن عمرؓ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے، امام شافعی اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے، ترمذی کہتے ہیں کہ اختار اصحاب الحدیث ان لا یقرء الرجل اذا جھر الامام بالقراۃ وقالوا یتبع سکتات الامام اور دلیل ان کی حدیث ابوہریرہ ہے کہ من صلی صلوۃ لم یقرء

فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز ناقص ہوگی، مگر محدثین خصوصاً امام احمدؒ نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو امام کے پیچھے نہیں چنانچہ ترمذی کہتے ہیں واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ بس جب امام المحدثین کے نزدیک اس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنی ہوئے تو پھر اس سے آیت کو خاص کرنا جو بقول بیہقی بالاجماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلف ہے اور اس آیت مکیہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آکر مشروع ہوا اور بھی تکلف ہے، نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن سننا چاہئے (تفسیر حقانی ص ۱۸۲ اص ۱۸۳ ج ۴ پارہ نمبر ۹ سورۂ اعراف، رکوع نمبر ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، حنفیہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قیاس صحیح کئی وجوہ سے ان کی تائید کرتا ہے، اول تو یہ کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام کا وجوب صراحۃً کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا حالانکہ یہ معاملہ نہایت کثیر الوقوع اور اہم ہے ایسے معاملہ میں قرأت کے وجوب کا صریح حکم نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کے ذمہ قرأت واجب نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مقتدی کے ذمہ قرأت ہوتی تو اس کا کوئی موقع ومحل متعین ہوتا مثلاً امام کو حکم ہوتا کہ وہ قرائت فاتحہ کے بعد یا اس کی آیتوں پر وقف کے بعد اتنا سکتہ کیا کرے کہ اس میں مقتدی قرأت کرلیا کریں لیکن ایسا حکم کہیں نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے ذمہ قرأت نہیں ہے، ورنہ جب مستحبات جیسے ربنا لک الحمد اور آمین کہنے کا موقع ومحل متعین کردیا گیا ہے تو الحمد پڑھنے کا کیوں نہ متعین کیا جاتا جو فرض ہے......الخ (معارف مدینہ ص ۱۰۶ حصہ پنجم)

(۱) حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابتداء جواب میں امام سفیان بن عیینہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے عرض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے، لہذا اس حدیث میں عمومیت نہیں ہے اور اگر اس روایت کو عموم پر رکھا جاوے تو روایات میں تعارض ہوگا" الا ان یکون وراء الامام اور من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ " کا کیا محمل ہوگا؟ ان احادیث کا ترک لازم ہوگا، اس کے برعکس احناف کا جو مسلک ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو روایات میں تعارض نہ ہوگا اور ہر ایک کا محمل متعین ہوجائے گا کہ حدیث عبادہ منفرد اور امام کے حق میں ہے اور دیگر احادیث مقتدی کے حق میں۔

(۲) مدرک رکوع (یعنی وہ شخص جو امام کو رکوع میں پائے) کے متعلق جمہور صحابہ اور تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کو وہ رکعت مل گئی اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوۃ ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوہ شیئا ومن ادرک رکعۃ (ای رکوعا مع الامام) فقد ادرک الصلوۃ رواہ ابوداؤد، یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور اس سجدہ کو شمار مت کرو اور جو شخص (امام کے ساتھ) رکوع پالے تو اس نے وہ رکعت پالی، ابوداؤد (مشکوٰۃ

شریف ص ۱۰۲ باب ما علی الماموم) حالانکہ مدرک رکوع سورۂ فاتحہ نہیں پڑھ سکا، جو لوگ قرأت فاتحہ کو فرض کہتے ہیں ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ اسے رکعت مل گئی اگر چہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، نہ کہنا کہ رکوع ملنے سے رکعت کا مل جانا صرف ان لوگوں کا قول ہے جو قرأت خلف الامام کی قائل نہیں ہیں مگر مذکورہ حدیث مرفوع کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ بات حدیث مرفوع سے ثابت ہے اس لئے یہ قول قابل قبول نہیں ہوسکتا خواہ یہ کسی کا قول ہو۔

(۳) غیر مقلدین لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے استدلال کر کے مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں مگر اس حدیث میں فصاعداً کی زیادتی بھی مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (مسلم شریف ص ۱۶۹ ج ۱ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ) (مشکوٰۃ شریف ص ۷۸ باب القراءت فی الصلوٰۃ) بعض محدثین فرماتے ہیں کہ فصاعداً کی زیادتی میں معمر متفرد ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں متابعت و موافقت کرنے والے دیگر ثقات موجود ہیں" حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں،، اس پر بعض محدثین کا یہ کہنا کہ لفظ فصاعداً کو صرف معمر نے تنہا زیادہ کیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد کی سند میں سفیان بن عیینہ نے بھی معمر کی موافقت کی ہے وہ بھی زہری سے معمر کی طرح روایت کرتے اور فصاعداً بڑھاتے ہیں پھر صالح (بن کیسان) اور امام اوزاعی اور عبدالرحمٰن بن اسحاق وغیرہ جیسے ثقات نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا عمر نے بیان کیا ہے۔ (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۵۱) اور اس کی (لفظ فصاعداً کی) تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا، اور ایک روایت میں اس طرح ہے الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱) (باب من ترک القراءۃ فی الصلوٰۃ) اور اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا دوسری روایت میں اس طرح ہے عن ابی ہریرہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱، باب من ترک القرأۃ فی صلاتہ) ابن ماجہ شریف میں روایت ہے عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ الحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جو فرض یا غیر فرض میں الحمد اور سورت نہ پڑھے (ابن ماجہ شریف ص ۶۱، باب القراءۃ خلف الامام)

ان روایات کے پیش نظر مقتدی پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت یا ایک دو آیتیں پڑھنا بھی فرض قرار دینا چاہئے، حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، کیا وجہ ہے کہ حدیث کے ایک جز کو لیا گیا اور دوسرے جزء کو بلا کسی دلیل کے ترک

کر دیا گیا؟ اس سے تو احناف کا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں ہے ہی نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے کہ ان پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک سورت یا دو تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔

الحاصل: مقتدیوں کے ذمہ قراءت فاتحہ کے لزوم اور وجوب کا دعویٰ صحیح نہیں ہے امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، جیسا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے حدیث الامام ضامن (ابن ماجہ ص ۷۰) بھی اس کی موید ہے کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ ادائے حق ضمانت سے اصل مدیون بری ہو جاتا ہے، لہذا حنفیوں کی نماز نہ ہونے کا زعم قطعاً غلط ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ مقتدی کے لئے ہر نماز میں چاہے وہ جہری ہو یا سری قرأت خلف الامام کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں مگر آپ کی آخری تصنیفات میں کتاب الام جو بہت مشہور کتاب ہے اس میں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(قال الشافعی) فواجب علی من صلی منفرداً واماماً ان یقرء بام القرآن فی کل رکعۃ لا یجزیہ غیرھا واحب ان یقرء معھا شیئاً آیۃ او اکثر وساذکر الماموم انشاء اللہ (کتاب الامام ص ۹۳ ج ۱)

سو منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھیں اس کے سوا کوئی اور سورت کفایت نہیں کر سکتی اور میں اس کو بھی زیادہ پسند کرتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور میں مقتدی کا حکم آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

اس عبارت میں امام شافعیؒ امام اور منفرد کی تشریح کرتے ہوئے ان کا فریضہ بتلاتے ہیں کہ ان کو نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کا وظیفہ کیا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ میں خود انشاء اللہ العزیز اس کا حکم بیان کروں گا، چنانچہ جلد سابع میں تحریر فرمایا ہے۔

ونحن نقول کل صلوٰۃ صلیت خلف الامام والامام یقرء قراءۃ لا یسمع فیھا قرأ فیھا..... (کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۷)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (یعنی سری نماز ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

امام شافعیؒ کی یہ عبارت اس بات کو واشگاف کرتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے اور نہ واجب ہے بلکہ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے جس میں امام کی قراءت کی آواز نہ سنی جا سکتی ہو اور وہ سری نماز ہو، اسی لئے انہوں نے قراءۃ لا یسمع ارشاد فرما کر جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ متعین کر دیا ہے۔

مندرجہ بالا جواب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے مضمون پر نظر پڑی، حضرت مرحوم نے بہت عمدہ اور تشفی بخش مضمون تحریر فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، اس مضمون سے مذکورہ مسئلہ سمجھنے میں مزید مدد ملے گی، ابتداء میں ارادہ تو یہ تھا کہ مختصراً

کچھ لکھ دیا جائے مگر جواب کچھ طویل ہو گیا اور اس مضمون سے مزید طوالت کا اندیشہ ہے مگر مفید ہونے کے خیال سے نقل کیا جاتا ہے، اگر پہلے سے اس پر نظر پڑتی تو مختصر جواب کے بعد اسی مضمون پر اکتفا کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ جہری اور سری دونوں قسم کی نمازوں کا حکم یکساں ہے مقتدی کے لئے کسی نماز میں بھی قرأت جائز نہیں، امام مالک اور امام احمد نے جو جہری اور سری نمازوں کے حکم میں تفریق کی وہ ان کا اجتہاد ہے باقی آیت قرآنیہ یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے اور علی ہذا احادیث میں بھی قرآن کی طرح ہی سب جگہ استماع اور انصات کا عام حکم آیا ہے ارشاد نبوی میں کسی جگہ جہری اور سری کا فرق ظاہر نہیں ہوتا، فرق واقعہ کا ہے کسی جگہ مقتدی کے پڑھنے کا واقعہ فجر کی نماز میں پیش آیا اور کسی جگہ ظہر میں پیش آیا اور سب جگہ آپ نے مقتدی کی قرأت پر باز پرس کی اور ناگواری کا اظہار فرمایا، کسی جگہ ناگواری کا اظہار منازعت کے لفظ سے فرمایا اور کسی جگہ مخالجت کے لفظ سے فرمایا ہر جگہ مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگواری اور باز پرس کا سبب بنا جہر اور سر کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور اسی طرح کا ایک واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی ایک شخص نے جو اس کے پاس تھا اس کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو، پس جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹوکا تھا اور مجھ کو اشارہ سے کیوں منع کیا تھا، تو اس ٹوکنے والے نے پیچھے پڑھنے والے سے کہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدامک فکرهت ان تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قراء ته له قراء ة مؤطا امام محمد ص ۹۸، یعنی اس منع کرنے والے نے کہا جب کہ رسول خدا ﷺ تیرے سامنے اور آگے امامت فرما رہے تھے پس میں نے مکروہ جانا کہ تو آنحضرت کے پیچھے کچھ پڑھے، پس آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ گفتگو سن لی، سن کر یہ فرمایا جس کے لئے امام ہو پس تحقیق امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، دیکھو مؤطا امام محمد ص ۹۸ و کتاب الآثار لامام محمدؒ۔

مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے مقتدی کو علیحدہ قراءت کی ضرورت نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے او لم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب. یعنی قرآن کریم اللہ کی کتاب ہدایت کے لئے کافی ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں، پس اس حدیث میں امام کے پیچھے پڑھنے کی کراہت اور ناگواری اور ناپسندیدگی کو آپ نے بعنوان کفایت ذکر فرمایا اور جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھنے والے کو منع کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی اور یہ واقعہ عصر کا ہے یعنی سری نماز کا ہے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگوار اور ناپسند تھا، الغرض یہ واقعہ کبھی فجر کی نماز میں پیش آیا اور کبھی ظہر میں اور عصر میں اور ہر جگہ اور ہر موقع پر آپ نے کراہیت اور ناگواری کا اظہار فرمایا اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام ہے اور نہ سری میں۔

یہ جابر بن عبداللہ کی حدیث کا مضمون تھا جو بلا شبہ صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی ابو الدرداءؓ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ماأری الامام اذا قرأ الا کان کافیاً، رواه الطبرانی واسناده حسن، میں نہیں جانتا کہ جب امام قرأت کرے مگر یہ کہ وہ مقتدی کے لئے بھی کافی اور وافی ہے۔

خلفاء راشدین:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امام المغازی موسیٰ بن عقبہ سے مرسلاً روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق، اور عمر فاروق اور عثمان غنی امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا کرتے تھے (عمدۃ القاری) حافظ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق کا سماع موسیٰ بن عقبہ سے ممکن ہے۔

فاروق اعظمؓ:

امام محمد بن حسن مؤطا ص ۹۸ میں فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجراً.

فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد ہے کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة جس نے امام کے پیچھے قرأت کی وہ فطرت سے چوک گیا یعنی قرأت خلف الامام خلاف فطرت فعل ہے۔

اب ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں، ہم نے صرف تحقیق پر اکتفاء کیا اور روایات کی جرح وتعدیل سے کنارہ کشی کی اس لئے کہ اس کا محل کتب حدیث وفقہ ہیں، امید ہے کہ تشفی قلب کے لئے یہ تحریر کافی ہوگی۔

لطائف ومعارف:

امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک ترجمہ قائم کیا تاویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، اخبرنا الجارود عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد امام نسائی کا عنوان باب میں آیت قرآنی کو نقل کر کے اس کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث سے مقتدی ہی کا حکم بیان کرنا ہے اور حدیث کا آغاز ہی انما جعل الامام لیؤتم به سے ہوا ہے معلوم ہوا کہ آیت قرآنی اذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا سے مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی پر مطلقاً استماع اور انصات واجب اور لازم ہے، مقتدی کو امام کے پیچھے اپنی قرأت جائز نہیں اور یہ حکم عام ہے سورت کے ساتھ مقید نہیں۔

نکتہ:

آیت اعراف (یعنی واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون) اور حدیث انصات میں ایک لطیف فرق ہے، وہ یہ کہ حدیث انصات میں مقصود فقط امامت اور اقتداء کے احکام کو بتلانا ہے اور

آیت اعراف میں اصل مقصود قرأت قرآن کے حکم کو بتلانا ہے اس لئے آیت اعراف میں دو حکم ذکر فرمائے ایک استماع کا، اور ایک انصات کا اس لئے کہ قراءت قرآن کبھی جہراً ہوتی ہے اور کبھی سراً اس لئے جہری قرأت کے متعلق استماع کا حکم دیا گیا اور سری قرأت کے متعلق انصات کا حکم دیا گیا کہ اگر امام جہراً قرأت کر رہا ہو اور تم اس کی قراءت کو سن رہے ہو تو اس وقت تو تمہارے لئے حکم یہ ہے فاستمعوا له یعنی امام کی قرأت کو پوری توجہ اور التفات سے سنو، اور اگر امام سراً قرأت کر رہا ہو اور تمہیں اس کی قرأت سنائی نہ دے رہی ہو تو اس وقت تمہارے لئے انصتوا کا حکم ہے یعنی خاموش رہو۔ غرض یہ کہ آیت میں قرأت قرآن کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق دو حکم بیان فرمائے، جہاں امام کی قراءت کا علم ہو وہاں حکم استماع کا ہے اور جہاں امام کی قرأت کا علم نہ وہاں حکم انصات کا ہے، اور حدیث مذکور میں اصل مقصود امام اور مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے اس لئے مقتدی کے متعلق صرف ایک حکم انصات یعنی سکوت کا ذکر فرمایا کہ مقتدی پر مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں انصات یعنی سکوت واجب ہے اور اس میں امام کے جہر یا عدم جہر کو اور مقتدی کے استماع یا عدم استماع کو کوئی دخل نہیں اس لئے حدیث میں صرف ایک حکم یعنی انصات وسکوت پر اکتفاء فرمایا استماع کا حکم ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ حدیث میں مقصود قرائت کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ فقط مقتدی کا فریضہ بتلانا مقصود ہے کہ مقتدی کا فرض یہ ہے کہ امام کے پیچھے بالکل خاموش کھڑا رہے اسی بنا پر جس قدر حدیثیں اقتداء کے احکام کے بارے میں آتی ہیں سب جگہ صرف فانصتوا ہی کا لفظ آیا ہے جو جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

اور ابتداء مشروعیت امامت سے لے کر وفات نبوی تک کسی وقت بھی مقتدی پر قرائت فرض نہیں ہوئی بلکہ سنت یہ رہی کہ امام قراءت کرتا اور مقتدی سنتے اور خاموش رہتے لیلۃ الاسراء میں نبی اکرم ﷺ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین آپ ﷺ کے انتظار میں مسجد اقصیٰ میں جمع تھے، جبرائیل کے حکم سے آپ ﷺ امامت کے لئے آگے بڑھے آپ ﷺ نے امامت فرمائی اور قرأت قرآن کی اور انبیاء کرام اور ملائکہ عظام نے آپ کی اقتداء کی، سب نے آپ کی قراءت کو سنا کسی ایک نبی یا فرشتہ نے آپ کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اس کے بعد سے امامت اور اقتداء کے سلسلہ کا آغاز ہوا، ہمیشہ طریقہ یہی رہا کہ امام پڑھتا اور مقتدی سنتے یہاں تک کہ جب بعض لوگوں نے اتفاقاً محض اپنی رائے سے آپ کے پیچھے قرأت کر ڈالی تو اس پر سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قری القران فاستمعوا له وانصتوا نازل ہوئی جس سے مقصود ہی قرأت خلف الامام کی ممانعت تھی کہ مقتدی پر استماع اور انصات واجب ہے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ہرگز جائز نہیں، اکابر صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ کے پیچھے فاتحہ یا سورت کی قرأت کی تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے باز پرس کی اور یہ فرمایا لعلکم تقرؤن خلف امامکم معلوم ہوا کہ یہ قرأت نہ آپ کی اجازت اور حکم سے تھی اور نہ آپ کو اس کی خبر تھی اور قرأت خلف الامام پر تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا جس میں مطلقاً قرأت قرآن کے وقت استماع اور انصات کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو مقید بسورت نہیں فرمایا۔

اور علی ہذا مرض الوفات میں اس طرح پیش آیا کہ آپ کے حکم سے ابوبکرؓ مسجد نبوی میں امامت کر رہے تھے اور صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو مسجد میں تشریف لے آئے، صدیق اکبرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت ﷺ امام ہو گئے، مسند احمد ص ۲۳۲ ج ۱، اور سنن دار قطنی ص ۱۵۳ میں

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی جگہ سے قرأت شروع کی جہاں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہنچ چکے تھے اور ابوبکر صدیق اس وقت سورت پڑھ رہے تھے۔

پس آنحضرت ﷺ نے اپنی اس آخری نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اور جتنی مقدار قراءت اور سوۂ فاتحہ آپ سے اس نماز میں رہ گئی تھی آپ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا جس کی وجہ سے سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتی کہ ابوبکر صدیق اس نماز میں ابتداء سے امام تھے اور وہ سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تھے ان کی قرأت سب کے لئے کافی ہو گئی۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ یعنی امام کی قرأت حکماً مقتدی کی قراءت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں قرأت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک حکمی، نماز میں امام کی قرأت حقیقی ہے اور مقتدی کی قرأت حکمی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بالفرض الرعام ہے اور امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے تو اس حدیث میں قرأت فاتحہ بھی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً پس جو مقتدی بحکم خداوندی امام کے پیچھے استماع اور انصات میں مشغول ہے وہی مقتدی حسب ارشاد نبوی حکماً قراءت بھی کر رہا ہے من کان له امام فقراءۃ الامام له قراءۃ، اور یہ مقتدی بحالت استماع وانصات امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب کی بھی قرأت کر رہا ہے اور اس کی یہ حکمی قرأت زیر پردۂ استماع وانصات مستور ہے اور اس طرح مقتدی بیک وقت حکم خداوندی استماع و انصات، اور لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب پر عمل کر رہا ہے، اور جو شخص امام کے پیچھے قرائت کر رہا ہے وہ حکم خداوندی استماع وانصات کے بھی خلاف کر رہا ہے اور جس منازعت اور مخالجت سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب ہو رہا ہے، قرأت خلف الامام کرنے والا بیک وقت حکم خدا اور سول کے حکم کے خلاف کر رہا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ بجائے استماع وانصات کے امام کی منازعت و مخالجت میں مشغول ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر آپ نے کسی وقت مقتدی کو قراءت کا حکم دیا ہوتا تو آپ کبھی بھی باز پرس نہ فرماتے۔

نکتہ دیگر:

نماز میں قرأت قرآن سے مقصود یا تو احکام خداوندی کا سننا ہے یا مناجات خداوندی مقصود ہے اگر اول مقصود ہے تو امام حق تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کو پہنچا دے۔ اور اگر مقصود مناجات اور استدعاء نیاز ہے تو امام قوم کی طرف سے وکیل ہے کہ سب مقتدیوں کی طرف سے بارگاہ خداوندی میں استدعاء نیاز پیش کر رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ خلافت اور وکالت کا فریضہ ایک ہی شخص ادا کر سکتا ہے اس لئے قرأت کا فریضہ ایک امام ہی ادا کرے گا اور مقتدی اس کی قرأت پر آمین کہیں گے، باقی رہے آداب عبودیت سو وہ سب پر لازم ہوں گے، مثلاً رکوع اور سجود اور تسبیح وتحمید یہ سب بارگاہ خداوندی اور عبادت کے آداب ہیں یہ سب کو بجالانے ہوں گے اس میں وکالت اور نیابت جاری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ان آداب سے مقصود تعظیم خداوندی ہے اور تعظیم خداوندی سب پر لازم ہے، سورۂ فاتحہ جو کہ ایک عریضۂ نیاز ہے جو صراط مستقیم کی ہدایت کے استدعا پر مشتمل ہے، اور عرض مطلب میں توکیل جاری

ہوسکتی ہے، کیونکہ عریضہ نیاز سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مقصود اور مراد مخاطب کے سامنے پیش کردیا جائے اور ایک جماعت کی طرف سے عرض مدعا کے لئے ایک شخص کافی ہے اور وہ امام ہے۔

۴۔ نصوص میں غور وفکر سے یہ نظر آتا ہے کہ نماز جماعت درحقیقت ایک ہی نماز ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں جیسا کہ حدیث الامام ضامن اس پر شاہد ہے کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نمازوں کو متضمن اور شامل ہے اسی وجہ سے اگر امام کی نماز فاسد ہوجائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے اور مقتدی کی نماز کے فاسد ہوجانے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی، امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے، رکوع وسجود میں مقتدیوں کے لئے امام سے تقدیم وتاخیر ممنوع ہے، یہ تمام احکام اس امر کے شاہد ہیں کہ اصل مصلی امام ہے، اور مقتدی امام سے مستفیض اور مستفید ہیں اصل عبادت یعنی نماز ایک ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں۔

اور قرآن اور احادیث میں جماعت کی نماز کو ایک ہی نماز قرار دیا گیا ہے کما قال تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوة قاموا کسالیٰ اور حدیث میں ہے اذا اتیتم الصلوة فلا تأتوھا وانتم تسعون سب جگہ لفظ صلوٰۃ مفرد لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ صلاۃ جماعت واحد ہے اور مقتدی اس شئی واحد پر حاضر ہونے والے ہیں۔

پس اگر ہر مقتدی نماز میں اپنی اپنی قرأت کرے تو صلوٰۃ جماعت، صلوٰۃ واحدہ نہ رہے گی بلکہ صلوات متعددہ فی مکان واحد کا مجموعہ ہوگی، یعنی چند آدمیوں نے ایک جگہ جمع ہوکر اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی ہے، نماز جماعت اور تنہا نماز میں درحقیقت کوئی فرق نہ رہا، نماز جماعت کا حاصل ومحصول صرف اتنا رہا کہ چند لوگوں نے ایک جگہ جمع ہوکر اپنی اپنی نماز ادا کرلی جس کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے ولا تجهر بصلوتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلاً کی تفسیر اور شان نزول میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے تھے، جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرأت قرآن کرتے تو مشرکین قرآن کو سن کر، قرآن کو اور قرآن کے نازل کرنے والے سب کو برا کہتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی قراءت میں اتنا جہر نہ کیجئے کہ مشرکین سن کر اس کو برا کہیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھئے کہ اپنے ساتھیوں کو بھی نہ سنا سکیں، اس کے درمیان کا راستہ اختیار کیجئے یعنی اتنی آواز سے قرأت کریں کہ مقتدی سن سکیں، معلوم ہوا کہ امام کا کام مقتدیوں کو سنانے کا ہے اور مقتدیوں کا کام امام کی قرأت سننے کا ہے نہ کہ خود پڑھنے کا۔

حدیث عبادہؓ کا جواب:

امام شافعیؒ کی سب سے قوی اور صحیح دلیل حدیث عبادہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب ، رواہ البخاری ومسلم جو شخص نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

(الجواب) امام شافعیؒ کے اس استدلال کا امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحۃً مقتدی کا کوئی ذکر نہیں، محض کلمہ من کے عموم سے استدلال ہے اور سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قرئ القران فاستمعوا له

وانصتوا خاص مقتدی کے حق میں نازل ہوئی جن مقتدیوں نے آپ کے پیچھے لاعلمی اور غلط فہمی سے فاتحہ یا سورت پڑھ لی تھی انہیں کی زجر اور تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے تو خبر واحد کے عموم کی تخصیص کتاب اللہ کے خصوص کے ذریعہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی اور احادیث صحیحہ میں جو خاص مقتدی کے حق میں وارد ہوئیں ان میں سے ایک حدیث مشہور یہ ہے من کان له امام فقراءة الامام له قراءة یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے مقتدی کو علیحدہ قرأت کی ضرورت نہیں اور یہ حدیث مؤطا امام محمد میں دو سندوں سے مروی ہے ایک سند میں خود امام ابوحنیفہ اس کے راوی ہیں اور حافظ عینی اور شیخ ابن ہمام نے نہایت مفصل طریقہ سے اس حدیث کا شرط بخاری ومسلم پر صحیح ہونا ثابت کردیا ہے جس کو عمدۃ القاری اور فتح القدیر میں دیکھ لیا جائے، پس معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں امام شافعیؒ کے استاذ سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں لمن یصلی وحده یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو، مقتدی کے حق میں نہیں، اور علیٰ ہذا امام ترمذیؒ حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں کہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ اس شخص کے حق میں ہے جو خود نماز پڑھ رہا ہو (یا دوسروں کو پڑھا رہا ہو) اور امام احمد نے اپنے اس قول پر حدیث جابرؓ سے استدلال کیا ہے اور یہ فرمایا کہ دیکھو جابرؓ ایک مرد ہیں اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدیوں کی نماز بغیر قراءت کے صحیح نہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور اہل حجاز میں امام مالک اور اہل عراق میں سفیان ثوری اور اہل شام میں اوزاعی اور اہل مصر میں لیث بن سعد رحمة الله علیهم اجمعین ان ائمہ دین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جب امام قراءت کررہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرائت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے، دیکھو مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۶ ج ۱۔ حضرات اہل علم اس مقام کی تحقیق کے لئے فتاویٰ ابن تیمیہ از ص ۱۴۱ تا ص ۱۵۰ ج ۲ دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ جہری نماز میں مقتدی پر قرائت خلف الامام کے وجوب کا صحابہ اور تابعین اور سلف الصالحین میں سے کوئی قائل نہیں اس لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے قرائت خلف الامام کے بارے میں تشدد کیا کہ مقتدی پر قراءت کو واجب قرار دیا، حالانکہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے نہایت شدومد سے جہری نماز میں قراءت خلف الامام کا ناجائز اور حرام ہونا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے بیان کیا خاص کر (ہمارے) زمانہ کے مدعیان بالحدیث پر لازم ہے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کو ضرور دیکھیں کہ جو حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ کی نمازوں کے باطل ہونے کا جزاً فتویٰ دیتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

امام ابوحنیفہ کا مذہب نہایت درجہ قوی ہے جو آیات قرآنیہ اور ان احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ جو خاص مقتدیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں حضرات اہل علم اور مدرسین شروح ہدایہ اور شروح بخاری کی مراجعت کریں اور اس ناچیز کی شرح مشکوٰۃ اور شرح بخاری کو دیکھیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ قلب کو سکون اور اطمینان ہو جائے گا اور ارباب ذوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام اعظم کا مسلک عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے (معارف القرآن از ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۷ ج ۵ مکتبہ عثمانیہ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رفع یدین اور آمین بالجہر:

(سوال ۳۶) فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلہم العالی ومتع اللہ المسلمین بطول بقائھم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ۱۲۹ تا ص ۲۴۷ (جدید ترتیب میں ایمان وعقائد کے باب میں دیکھ لیا جائے ۱۲ از مرتب) پر تقلید سے متعلق بہت ہی فاضلانہ اور محققانہ جواب ہے تقلید کی حقیقت اور اس کی ضرورت واشگاف ہوئی اور تقلید سے متعلق جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کے جواب بھی بہت عمدہ اور تسلی بخش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ سوال میں رفع یدین اور آمین بالجہر کا بھی تذکرہ ہے اور ہدایہ کا حوالہ بھی دیا ہے مگر آپ کے جواب میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اگر ان دونوں مسئلوں پر بھی روشنی ڈالتے تو ہمارے لئے بڑی رہنمائی ہوتی، سوال میں ہدایہ کا حوالہ دیا ہے کیا درحقیقت ہدایہ میں اسی طرح ہے؟ امید ہے کہ آپ اس کے متعلق بھی حقیقت کو واشگاف فرمائیں گے، بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

(الجواب) آپ کا سوال موصول ہوا، اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ اسی کی توفیق اور مدد سے تقلید سے متعلق جواب مرتب ہوا للہ الحمد والشکر آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس پر صمیم قلب سے شکریہ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

پہلے ہم انشاء اللہ ہدایہ کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی توجیہ اور دونوں مسئلوں سے متعلق مختصر تحقیق پیش کریں گے اس سے انشاء اللہ مسلک حنفی کے دلائل بھی سامنے آئیں گے، اس کے بعد دونوں مسئلوں سے متعلق کچھ احادیث پیش کریں گے۔

مستفتی نے سوال میں تحریر کیا ہے نماز میں رفع یدین کرنا نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول ص ۳۷۹ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر تک رفع یدین کیا ہے اور آمین بالجہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد اول ص ۳۶۲ میں موجود ہے، مستفتی نے یہ دو حوالے پیش کر کے یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں رفع یدین اور آمین بالجہر کو سنت لکھا ہے حالانکہ سوال میں جن صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کہیں اس کا بیان ہی نہیں ہے لہذا اس بات کو صاحب ہدایہ کی طرف

منسوب کرنا قطعاً غلط ہے، افتراء اور جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔

رفع یدین سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو فرماتے ہیں ولا یرفع یدیہ الا فی تکبیرۃ الاولی خلافا للشافعی رحمہ اللہ فی رکوع وفی الرفع منہ لقولہ علیہ السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربع فی الحج والذی یروی من الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر (ہدایہ اولین ص ۹۲، ص ۹۳ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ترجمہ ومطلب:

اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ کسی اور موقع پر نہ اٹھائے، امام شافعیؒ کے خلاف، امام شافعیؒ کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے، ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لا ترفع الایدی ...... سات مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہ کیا جائے نمبر ۱ تکبیر افتتاح کے وقت نمبر ۲ دعا قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر کہنے کے وقت نمبر ۳ عیدین کی زائد تکبیرات کہنے کے وقت اور بقیہ چار مقام حج میں ہیں اور رفع یدین سے متعلق جو مروی ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے (یعنی ابتداء اسلام میں یہ طریقہ رائج تھا پھر یہ متروک ہو گیا) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے، حاشیہ میں ہے فان عبد اللہ بن الزبیر رأی رجلا یصلی فی المسجد الحرام کان یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس منہ فلما فرغ من صلاتہ قال لا تفعل فان ھذا شئی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترک یعنی عبداللہ بن زبیرؓ نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو آپ نے اس سے فرمایا لا تفعل تم رفع یدین مت کرو، نبی کریم ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا پھر ترک فرما دیا (حاشیہ نمبر ۲ ہدایہ اولین ص ۹۳) ہکذا آمین بالجہر سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں واذا قال الامام ولا الضالین قال امین ویقولھا المؤتم الی قولہ ویخفونھا لما روینا من حدیث ابن مسعود ولا نہ دعاء فیکون مبناہ علی الاخفاء (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) یعنی: جب امام ولا الضالین کہے تو وہ آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں اور تمام حضرات آمین آہستہ کہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے (حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث صاحب ہدایہ نے اسی صفحہ پر اوپر نقل فرمائی ہے لقول ابن مسعود اربع یخفیھن الامام وذکر من جملتھا التعوذ والتسمیۃ و آمین۔ یعنی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام مخفی آواز سے کہے اور ان چار میں تعوذ تسمیہ اور آمین کا ذکر فرمایا ولا نہ دعاء، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا کا مبنی اخفاء ہے (کہ دعا آہستہ آواز سے مانگنی چاہئے) (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ناظرین رفع یدین اور آمین بالجہر کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، سوال میں جو بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے ہدایہ میں اس چیز کا نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے لہذا ایسی کہا جائے گا کہ یہ صاحب ہدایہ پر بہتان ہے، سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

اب ہم مختصراً ہر دو مسائل کی مزید تحقیق پیش کرتے ہیں۔

رفع یدین:

سکون وخشوع نماز کی روح ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ نماز میں سکون اختیار کرو (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنھی عن الاشارۃ الخ) لہٰذا جس قدر نماز کے اندر سکون کا لحاظ ہوگا اسی قدر نماز مقبول ہوگی۔ ابتداء اسلام میں بعض ایسے امور جو سکون کے خلاف تھے وہ نماز میں مشروع تھے مثلاً نماز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، نماز میں بات چیت کر لینا، نماز میں گردن پھرا کر ادھر ادھر دیکھ لینا مگر بعد میں یہ امور بتدریج منسوخ ہوگئے، یہی حال رفع یدین کا ہے، رسول مقبول ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتی ہوئے رکوع سے اٹھتے وقت سجدہ کرتے وقت سجدے سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے۔ عن مالک بن الحویرث ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوٰۃ یعنی رفع یدہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذلک واذا رفع رأسہ من السجود فعل مثل ذلک کلہ یعنی رفع یدیہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۴)

طحاوی شریف میں ہے:۔ حدثنا ابن ابی داؤد...... عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وحین یرکع وحین یسجد (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ج ۱ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا)

نیز ایک حدیث میں ہے قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... فاذا قام من الرکعتین کبرو رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ الخ (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ایضاً)

مگر رفتہ رفتہ قبل وبعد سجدہ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین متروک ہوگیا جس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں اسی طرح رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین متروک ہوگیا (یعنی اس پر عمل نہ رہا) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔

رفع یدین سے متعلق احناف کا جو مسلک ہے وہ احادیث کے خلاف نہیں ہے مذہب حنفی کے موافق بہت سی احادیث ہیں، ملاحظہ فرمائیں ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا ھناد...... عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ، وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ (ترمذی شریف ص ۳۵ ج ۱ باب رفع الیدین عند الرکوع)

ترجمہ:۔ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ

5

پڑھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور صرف اول بار یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے اور اسی کے قائل ہیں بہت سے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں سے اور یہی قول سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا ہے۔

حضرت براء ابن عازبؓ کی حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن الصباح ...... عن البراء (بن عازب) ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود. (ابو داؤد شریف ص ۱۱۶ ج ۱ مجتبائی باب من لم یذکر الرفع عند الرفع)

ترجمہ:۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور پھر نہ کرتے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ آنحضور ﷺ کے راز دار جلوت وخلوت کے ساتھی اور نماز میں بھی حضور ﷺ کے قریب رہتے تھے حضور ﷺ کے افعال کی جس قدر آپ کو اطلاع ہو سکتی تھی وہ ظاہر ہے خصوصاً نماز کے افعال اور نماز کا طریقہ کہ آپ پیچھے ہی کھڑے رہتے تھے اس لئے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی حدیث اس بارے میں بہت قوی حجت ہونی چاہئے۔

امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے۔

فان ابا بکرۃ قد حدثنا قال حدثنا ابو احمد ...... عن ابیہ ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعدہ (باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا طحاوی شریف ص ۱۱۰).

ترجمہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

موطا امام محمدؒ میں ہے قال محمد اخبر ابو بکر بن عبد اللہ النھشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیہ وکان من اصحاب علی ان علیا بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بھا الصلوٰۃ ثم لا یرفعھما فی شی من الصلوٰۃ (موطا امام محمد ص ۷۳، ص ۷۴ باب افتتاح الصلوٰۃ)

حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث منقول ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا، پھر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے بعد رفع یدین ترک کر دیا، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو (ورنہ حضرت علیؓ رفع یدین ترک نہ فرماتے اور اپنی روایت کے خلاف عمل نہ کرتے۔)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں فان علیاً لم یکن لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترک ھو الرفع بعدہ' الا وقد ثبت عندہ نسخ الرفع فحدیث علی رضی اللہ عنہ اذا صح ففیہ اکثر الحجۃ لقول من لا یری الرفع (طحاوی شریف حوالہ بالا ص ۱۱۰)

حضرت عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

وقدروی مثل ذلک ایضا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کما حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا الحمانی قال حدثنا یحیی بن ادم ...... عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود ، یعنی: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع مروی ہے اسود فرماتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے (حوالہ بالا طحاوی شریف ص ۱۱۱)

قال ثناء ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیت خلف بن عمر رضی اللہ عنہ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی الکبیرۃ الا ولیٰ من الصلوٰۃ. یعنی مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، اس کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔

فھذا ابن عمر قدر أی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم قدترک ھو الرفع بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکون الا وقد ثبت عندہ نسخ ما قد رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ وقامت الحجۃ علیہ بذلک (طحاوی شریف ص ۱۱۰)

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیر ۃ افتتاح الصلوٰۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک رواہ محمد ، یعنی: عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ کسی اور موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۲۸) (مؤطا امام محمد ص ۹۳ باب افتتاح الصلوٰۃ)

رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔

وفی مسند امامنا ابی حنیفۃ عن سفیان بن عیینۃ قال اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی فی دارالحناطین بمکۃ فقال الا وزاعی لا بی حنیفۃ ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابو حنیفۃ لا جل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیٔ قال کیف لا یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ، فقال لہ ابو حنیفۃ وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والا سود عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ولا یعود لشیٔ من ذلک فقال الا وزاعی احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیہ وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم فقال لہ ابو حنیفۃ کان حماد افقہ من الزھری و کان ابراھیم افقہ من سالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر رضی اللہ عنہ فی الفقہ وان کانت لابن عمر رضی اللہ عنہ صحبۃ ولہ فضل صحبۃ فالا سود لہ فضل کثیر وعبد اللہ ھو عبد اللہ فسکت الاوزاعی. (باب صفۃ الصلاۃ زجاجۃ المصابیح ص ۲۲۹ ج ۱)(نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ

المصابیح ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ حصۃ دوم جلد اول)

نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔سفیان بن عیینہ سے روایت ہے سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی دارالحناطین (گیہوں کی منڈی) میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے اور زہری سالم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں کرتے تھے امام اوزاعی نے کہا میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور آپ (اس کے بالمقابل) کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے اب رہے تو اسود تو ان کے لئے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا (اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ کی مسند میں کی ہے)

رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان

"جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا" (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۹ از مولانا ثناء اللہ امرتسری)

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خوں نہ نکلا

مذکورہ بیان سے واضح ہوا کہ بقول مولانا ثناء اللہ صاحب رفع یدین ایک مستحب امر ہے نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا، لہٰذا غیر مقلدین کو اس کو معرکۃ الآراء مسئلہ بنالینا اور احناف کے خلاف طعن و تشنیع کرنا کہ یہ لوگ احادیث کے خلاف کرتے ہیں (حالانکہ احناف کا عمل احادیث کے موافق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا) یہ طعن بالکل بے اصل اور معاندانہ ہے اور خواہ مخواہ عوام الناس کو ورغلانا ہے۔

آمین بالجہر:

ابتداء اسلام میں آنحضور ﷺ تعلیم صرف قولاً ہی نہیں عملاً بھی دیا کرتے تھے اس کی کئی نظیریں ہیں مثلاً نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ان کا خفیہ پڑھنا ہی مشروع ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ کبھی تعلیم کی غرض سے جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے حدثنی هارون بن سعيد ...... يقول سمعت عوف بن مالك يقول صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه ...... الخ یعنی عوف بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ نے نماز جو دعا پڑھی وہ میں نے یاد کرلی دعا یہ ہے اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله، واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس وابدله دارا خيراً من داره واهلاً خيراً من اهله وزوجاً خيراً من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار. (مسلم شريف ج ا ص ٣١١ كتاب الجنائز)

اسی طرح ظہر وعصر میں قرأت سراً پڑھی جاتی ہے مگر گاہے آنحضرت ﷺ ایک آدھ آیت جہراً بھی پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہوجائے کہ آپ نے کون سی سورت پڑھی (مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

الغرض اس کی بہت سی نظیریں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح آغاز اسلام میں حضور اکرم ﷺ بغرض تعلیم امین جہراً کہتے تھے۔

معارف السنن میں ہے:۔ قال الشيخ رحمه الله: وقد يجاب عن الجهر بانه كان للتعليم ...... الىٰ قوله ...... قال الشيخ: ويؤيده ما اخرجه الحافظ ابو بشر الدولابي فى كتاب "الاسماء والكنى" (١.١٩٧) من حديث وائل وفيه: وقرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين. يمدبها صوته مأراه الا ليعلمنا فهذا القول منه صريح فى انه اراد ان يعلمهم سنة التامين.

یعنی شیخ انور شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں: جہراً آمین کہنے کے متعلق ایک جواب یہ ہے کہ یہ بغرض تعلیم تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو حافظ ابو بشر دولابی نے کتاب "الاسماء والكنى" میں ج اص ۱۹۷ باب ماجاء فی التامین پر حضرت وائل سے روایت کی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو بلند کیا میرا گمان یہ ہے کہ حضور اکرم نے ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے بلند آواز سے آمین کہی (معارف السنن شرح ترمذی باب ماجآء فی التامین ص ۴۰۶ ج ۲، از محدث کبیر مولانا یوسف بنوری)

معلوم ہوا کہ آمین کو جہراً کہنا امت کی تعلیم کے لئے تھا، اور جب امت کو تعلیم ہوگئی تو حضور ﷺ نے سراً کہنا شروع کردیا، چنانچہ شعبہ کی روایت ہے جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

روى شعبة هذا الحديث عن سلمة بن كهيل عن حجر ابى العنبس عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين وخفض بها صوته.

ترجمہ:۔ شعبہ نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے...... علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غير المغضوب عليهم ولا الضالين پڑھ کر پست آواز سے آمین کہی (ترمذی شریف ج ا ص ۳۴، باب ماجاء فی التامین)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين و خفض بها صوته رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔

یعنی علقمہ بن وائلؒ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب رسول اللہ ﷺ غير المغضوب عليهم ولا الضالين پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آمین کہی اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے صحیح الاسناد، اس کی سند صحیح ہے (بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر) بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ (زجاجة المصابيح ص ۲۵۸ ج ا باب القرأة فى الصلوة)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے وعنه عن ابيه انه صلى مع النبى صلى الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين واخفى بها صوته رواه احمد وابو داؤد الطيالسى وابو يعلى والطبرانى والدارقطنى یعنی علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ غير المغضوب عليهم و لا الضالين پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آمین کہی، یہ حدیث امام احمد ابو داؤد طیالسی، ابو یعلی، طبرانی اور دارقطنی نے روایت کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج ا ایضاً)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے: وعن ابى وائل قال لم يكن عمرو على رضى الله عنهما يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين رواه الطبرانى فى تهذيب الآثار: یعنی حضرت ابو وائلؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر وحضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے) بسم الله الرحمن الرحيم جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور (سورۂ فاتحہ کے بعد) آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے اس کی روایت طبرانی نے تہذیب الآثار میں کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۹ جلد اول ایضاً)

اس اثر کو امام طحاویؒ نے بھی معانی الآثار میں بیان کیا ہے حدثنا سليمان بن شعيب قال حدثنا على بن معبد قال حدثنا ابو بكر بن عياش عن ابى سعيد عن ابى وائل قال كان عمرو على لايجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالتامين۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم الله الرحمن الرحيم اعوذ بالله اور آمین زور سے نہیں پڑھتے تھے

(معانی الآثار المعروف بہ طحاوی ص ۹۹ باب قراءۃ بسم اللہ الرحمن فی الصلوۃ)

مصنف عبدالرزاق میں ہے عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراھیم قال خمس یخفیھن سبحانک اللّٰھم وبحمدک والتعوذ بسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد. ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں (امام کو) آہستہ آواز سے کہنی چاہئیں سبحانک اللھم وبحمدک اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللھم ربنا ولک الحمد (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷)

نیز مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ عبدالرزاق عن معمر والثوری عن منصور عن ابراہیم انہ کان یسر آمین، ابراہیم نخعی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۹۶ ج ۲)

محدث کبیر علامہ یوسف بنوری "معارف السنن" میں تحریر فرماتے ہیں: ۔عن ابراھیم قال قال عمر رضی اللہ عنہ اربع یخفیھن الامام، التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد (ابن جریر) فتخلص ان اخفاء التامین ھو مذھب عمرو علی وعبد اللہ وابراھیم النخعی وجمھور الصحابة والتابعین وسائر اھل الکوفة.

یعنی ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد، (ابن جریر) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا یہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ ابراہیم نخعی، جمہور صحابہ وتابعینؒ اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (معارف السنن شرح ترمذی ص ۴۱۳، ج ۲ باب ماجاء فی التامین)

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق

خلفاء راشدین واکابر صحابہ کا عمل (آمین کے) اخفاء ہی کا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ سے اخفاء ہی منقول ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا ورنہ یہ جلیل القدر صحابہ آپ کے خلاف کیسے کر سکتے تھے، (معارف مدنیہ ص ۳۳ حصہ پنجم)

نیز معارف مدنیہ میں ہے (شعبہ اور سفیان والی روایت کی جمع کی) ایک صورت تو وہ ہے جو پہلے گذری دوسری یہ کہ جہر بیان جواز کے لئے تھا تیسرے تعلیم امت کے لئے تھا، چوتھے ابتداء میں تھا اس کے بعد نہیں رہا اس کا قرینہ یہ ہے کہ طبرانی میں "انہ امن ثلاث مرات" یعنی آپ نے زور سے آمین تین مرتبہ کہی ہے، نیز ابو بشر دولابی نے "الاسماء والکنی" میں حضرت وائل سے ہی روایت کیا ہے حضور ﷺ نے آمین زور سے جو کہی وہ ہمارے سکھانے کے لئے تھی اس سے زیادہ واضح قرینہ اور کیا ہو سکتا ہے اس بات کا کہ اصل سنت اخفاء ہے اور جہر عارضی تھا جیسا کہ سبحانک اللھم یا التحیات وغیرہ بعض اوقات زور سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم امت کے لئے، ایسا ہی یہ بھی ہے، تیسرے یہ کہ ابوداؤد میں ہے حضرت وائلؓ حضور ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ایک مرتبہ آمین بالجہر سنا اور دوسری مرتبہ بالاخفا لہٰذا دونوں کو روایت کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جہر ابتداء میں تھا بعد میں اخفاء ہو گیا ورنہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جہر کو نہ چھوڑتے، یہ صورتیں جمع اور تطبیق کی ہیں الخ (معارف مدنیہ حصہ پنجم ص ۳۲)

آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آمین سورۂ فاتحہ یا قرآن کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آمین کو لکھا نہیں جاتا آمین دعا ہے اور دعا مخفی اور آہستہ آواز سے ہونی چاہئے قرآن میں ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة اپنے رب کو عاجزی وآہستگی سے پکارو، اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آمین سراً کہنا چاہئے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے وبالقیاس علی سائر الاذکار والا دعیة ولان امین لیس من القرآن اجماعاً فلا ینبغی ان یکون علی صوت القرآن وبا خفا نھا یقع التمییز بین القرآن وغیرہ فانہ اذا جھر بھا مع الجھر بالفاتحة یلبس انھا من القرآن کمانہ لا یجوز کتابتہ فی المصحف ولھذا اجمعو علی اخفاء التعوذ لکونہ لیس من القرآن (زجاجة المصا بیح حاشیہ ج ۱ ص ۲۵۸ باب القرآۃ فی الصلوۃ)

نور المصابیح میں ہے: عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ امین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جز نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جز ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا، آمین کے جہر اور سر کے متعلق ترمذی نے دو روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں روایتیں حضرت وائلؓ ہی سے مروی ہیں، سفیان جہراً کہنے کی روایت کرتے ہیں۔ اور شعبہ سراً کی روایت کرتے ہیں۔

چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جز نہیں ہیں اور جو قرآن کا جز نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے (یہ مضمون مرقاۃ بنا یہ اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے) (نور المصابیح ترجمہ زجاجة المصابیح ص ۳۰۳ حصہ دوم، جلد اول)

شعبہ والی روایت پر امام ترمذی نے چند شبہات پیش فرمائے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں واخطأ شعبة مواضع من ھذا الحدیث فقال من حجر ابی العنبس انما ھو حجر بن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیہ عن علقمة بن وائل ولیس فیہ علقمة وانما ھو حجر بن العنبس عن وائل ...... الخ.

یعنی شعبہ نے اس حدیث میں چند غلطیاں کی ہیں (۱) شعبہ نے اپنی روایات میں حجر ابو العنبس کہا ہے حالانکہ حجر ابن العنبس ہے (۲) شعبہ نے ان کی کنیت ابو العنبس بیان کی ہے حالانکہ ان کی کنیت ابو السکن ہے (۳) شعبہ نے اپنی روایت میں علقمہ کی زیادتی کی ہے، حالانکہ اس روایت میں علقمہ نہیں ہیں الخ (ترمذی شریف ج ۱ ص ۳۴ باب ماجآء فی التامین)

جواب یہ ہے کہ حجر کے باپ اور بیٹے دونوں کا نام عنبس ہے یہ بات گو ہندوستان میں معیوب ہے لیکن عرب میں پسندیدہ اور بکثرت رائج تھی (معارف مدنیہ ۳۱ ج ۵ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ) لہٰذا جس طرح حجر بن العنبس صحیح ہے اسی طرح حجر ابوالعنبس بھی صحیح ہے۔

(۲) حجر کی کنیت ابوالسکن بھی تھی اور ابوالعنبس بھی ایک شخص کی دو کنیت ہونے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں (معارف مدنیہ)

(۳) حجر نے علقمہ اور وائل دونوں سے سنا ہے چنانچہ ابوداؤد طیالسی میں تصریح ہے کہ حجر نے کہا ہے کہ میں نے دونوں سے سنا ہے (معارف مدنیہ ص ۳۱ حصہ پنجم)

زجاجۃ المصابیح میں ہے وحجر اسم ابیہ عنبس و کنیتہ ککنیۃ ابیہ ابو العنبس ولا مانع من ان یکون لہ کنیۃ اخری ابو السکن لانہ یکون لشخص واحد کنیتان وبھذا جزم ابن حبان فی کتاب الثقات وزاد فیہ علقمۃ لا یضر لان الزیادۃ کان من الثقۃ مقبولۃ ولا سیما من قبل شعبۃ (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۷ باب القرأۃ فی الصلوۃ)

شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:

معارف مدنیہ میں ہے علاوہ ازیں سفیان مدلس ہیں اور مدلس کی روایت معنعن میں تدلیس کا امکان وشائبہ ہوتا ہے، یہ روایت ایسی ہی ہے اس لئے شائبہ تدلیس موجود ہے اس کے برخلاف شعبہ کی روایت اس کمزوری سے پاک ہے، کیونکہ شعبہ مدلس نہیں تھے نیز ان کی روایت مسلسل بالتحدیث ہے، جب کہ سفیان کی روایت معنعن ہے، یہ شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح ہے علاوہ ازیں سفیان اور شعبہؒ کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

ان میں قول راجح یہ ہے کہ شعبہ احادیث کے متون اور رجال کے حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں اور سفیان صاحب ابواب ہیں یعنی فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں، یحیی بن سعید قطان، حماد بن سلمہ، احمد بن حنبل ابوداؤد وغیرہ کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے خود سفیان کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں چونکہ یہ بحث احادیث کی عبارت اور رجال سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہوگی یہ شعبہ کی دوسری وجہ ترجیح ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ شعبہ خود فرماتے ہیں کہ جس کسی سے میں نے روایت کی ہے اس کے پاس ایک سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور جس سے میں نے دس روایتیں سنی ہیں اس کے پاس دس سے زائد مرتبہ حاضر ہوا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ ایک ایک روایت کو کئی کئی بار سن کر یاد کرتے تھے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے یہ بات سفیان میں نہیں تھی اس لئے شعبہ کی روایت لائق ترجیح ہے، چوتھے سفیان کا مسلک خود ان کی روایت کے خلاف ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود اپنی روایت کو قابل عمل نہ سمجھتے تھے یہ شعبہ کی روایت کی چوتھی وجہ ترجیح ہے (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۷) نماز میں سجدہ کے وقت پہلے ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر

اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ہو جیسے بڑھاپا ہو یا بدن بھاری ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (ثم کبر) کل مصل خاراً للسجود (ثم وضع رکبتیہ ثم یدیہ) ان لم یکن بہ عذر یمنعہ من ھذہ الصفۃ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوۃ) عمدۃ الفقہ میں ہے: سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے، پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگا دے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے۔ الی قولہ۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً ...... عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھ کو گھٹنے سے پہلے رکھ لے، اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو داہنے ہاتھ و گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۸) بہت سے نمازی سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا دیتے ہیں کیا اس نماز میں کراہت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے سجدہ کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے جدا رکھے، لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلو سے ملا ہوا رکھے (کہ دیگر مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے (سینے کے مقابل نہ رکھے) یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں بالکل ملا کر رکھیں تاکہ سب کے سرے قبلہ رخ رہیں، اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر اس طرح رکھے کہ ان کے سرے قبلہ رخ رہیں (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

مرد اگر کہنیاں زمین پر بچھائے تو مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے (قولہ وافتراش الرجل ذراعیہ الخ) ای بسطھما فی حالۃ السجود وقید بالرجل اتباعاً للحدیث المار آنفاً ولان المرأۃ تفترش قال فی البحر قیل وانما نھی عن ذلک لانھا صفۃ الکسلان والتھاون بحالہ مع ما فیہ من التشبہ بالسباع والکلاب، والظاھر انھا تحریمیۃ للنھی المذکور من غیر صارف آہ (شامی ج ۲ ص ۶۰۲ مکروھات الصلوۃ)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں باہیں زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۷۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے:

(سوال ۳۹) بعض عورتیں مردوں کی طرح رکوع وسجدہ وقعدہ کرتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ وضاحت کے ساتھ

جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) جو عورتیں مردوں کی طرح رکوع، سجدہ، قعدہ کرتی ہیں یہ غلط ہے، مرد وعورت کی نماز میں چند چیزوں کے اندر فرق ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، عورتوں صرف کندھوں تک، کنز الدقائق میں ہے واذا اراد الدخول فی الصلاۃ کبرو رفع یدیه حذاء اذنیه (کنز مع بحر ج ۱ ص ۳۰۵ فصل واذا اراد الدخول الخ) مراقی الفلاح میں ہے (اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوٰۃ) ای صلاۃ کانت (اخرج کفیه من کمیه) بخلاف المرأۃ ...... (ثم رفعهما حذاء اذ نیه) حتی یحاذی بابهامیه شحمتی اذنیه ولا یفرج اصابعه ولا یضمها واذا کان به عذر یرفع بقدر الامکان والمرأۃ الحرۃ حذو منکبیها (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲ فصل فی کیفیة ترکیب الصلوٰۃ)

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے اور بقیہ تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں دائیں ہاتھ کی کلائی کے نیچے رکھے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نہ رہیں، اور عورت سینہ پر ہاتھ رکھے اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے حلقہ نہ بنائے، درمختار میں ہے (ووضع الرجل (یمینه علیٰ یساره تحت سرته آخذ ارسغها بخنصره وابهامه) هو المختار وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیها (درمختار مع شامی فصل واذا اراد الشروع الخ ص ۴۵۴ جلد اول)

(۳) رکوع کا فرق مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑا سا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے (۴) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور اپنی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں قدرے جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے، مرد اپنے بازوں کو پہلو سے الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازو کو پہلو سے خوب ملائے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملا دیوے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے، درمختار میں ہے ثم یکبر للرکوع ...... (ویضع یدیه) معتمداً بهما (علی رکبتیه ویفرج اصابعه) للتمکن ویسن ان یلصق کعبیه وینصف ساقیه (ویبسط ظهره) ویسوی ظهره بعجزه (غیر رافع ولا منکس راسه) شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبی هذا کله فی حق الرجل اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیها علی رکبتیها وضعاً وتحنی رکبتیها ولا تجافی عضدیها لان ذلک استرلها (درمختار وشامی ج ۱ ص ۴۶۰، ۴۶۱ ایضاً)

(۵) سجدہ کا فرق:

مرد سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغل سے جدا رکھے اور کہنیاں اور کلائی زمین سے علیحدہ (اٹھی ہوئی) رکھے اور عورتیں پیٹ رانوں سے اور بازوؤں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں اور کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا کر

سجدہ کریں، نیز مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے عورتیں پاؤں کھڑا نہ کریں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں کنز الدقائق میں ہے وابدی ضبعیه وجافی بطنه عن فخذیه ووجه اصابع رجلیه نحو القبلة وسبح فیه ثلاثاً والمرأۃ تنخفض وتلزق بطنها بفخذیها (قوله والمرأۃ تنخفض وتلزق بطنها بفخذیها) لانه استرلها فانها عورۃ مستورۃ ویدل علیه ماروا ابوداؤد فی مراسیله انه علیه الصلوٰۃ والسلام مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیست فی ذلک کالرجل (بحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ ص ۳۲۰، ۳۲۱ ج ۱) ویزاد علی العشرۃ انها لا تنصب اصابع القدمین (بحر الرائق ص ۳۲۱ ایضاً)

(۶) جلسہ وقعدہ کا فرق:

مرد جلسہ وقعدہ میں اپنا داہنا پیر کھڑا کرکے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے، دونوں ہاتھ زانو پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں نیچے کی طرف نہ ہو جائیں اور عورتیں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں واذا فرغ من سجدتی الرکعة الثانیة افترش رجله الیسری فجلس علیها ونصب یمناه ووجه اصابعه نحو القبلة ووضع یدیه علیٰ فخذیه وبسط اصابعه وهی تتورک (کنز الدقائق مع بحر ج ۱ ص ۳۲۳ ایضاً) بحر الرائق میں ہے وذکر الشارح ان المرأۃ تخالف الرجل فی عشر خصال ترفع یدیها الیٰ منکبیها وتضع یمینها علی شمالها تحت ثدیها ولا تجافی بطنها عن فخذیها وتضع یدیها علی فخذیها تبلغ رؤس اصابعها رکبتیها ولا تفتح ابطیها فی السجود وتجلس متورکة فی التشهد ولا تفرج اصابعها فی الرکوع ولا تؤم الرجل وتکره جماعتهن وتقوم الامام وسطهن اه ویزاد علی العشر انها لا تنصب اصابع القدمین کما ذکره فی المجتبیٰ ولا یستحب فی حقها الاسفار بالفجر کما قدمناه فی محله ولا یستحب فی حقها الجهر بالقراءۃ فی الصلوٰۃ الجهریة بل قدمناه فی شروط الصلوٰۃ انه لو قیل بالفساد اذا جهرت لامکن علی القول بان صوتها عورۃ والتتبع یقتضی اکثر من هذا فالا حسن عدم الحصر (بحر الرائق ص ۳۲۱ ج ۱ ایضاً)

نوٹ:۔

عورتیں مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کر سکیں اس کے لئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے زمین کا سہارا لے کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور فوراً سجدہ کریں، عورتوں میں سجدہ کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا متعین ہے لہذا اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلاعذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۰) ہمارے امام صاحب کے پیر میں چوٹ لگ گئی اس کی وجہ سے جب وہ قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو سیدھا پاؤں کھڑا رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ میں نہیں رکھ پاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا نماز میں کوئی کراہت پیدا ہوگی، اسی طرح جب وہ تقریر کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا اس وجہ سے بھی لوگ نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تو ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے قعدہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے، بلاعذر مسنون طریقہ کے خلاف بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو کراہت نہیں۔ ویسن (افتراش) الرجل (رجله اليسرى ونصب اليمنى) وتوجيه اصابعها نحوا لقبلة كما ورد عن ابن عمر رضى الله عنهما (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۱۴۶ سنن الصلوة) مکروہات الصلوۃ میں ہے: (والتربع بلا عذر) لترک سنة القعود قوله بلا عذر) اما بالعذر فلا كراهة لان العذر يبيح ترک الوجب فاولىٰ السنة (قوله لترک السنة القعود)(هذا يفيد انه مكروه تنزيها افاده الشرح. (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۱۹۲)

صورت مسئولہ میں اگر آپ کے امام صاحب کسی عذر کی وجہ سے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکیں تو نماز میں کوئی کراہت پیدا نہ ہوگی ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے البتہ اگر بلاعذر اس طرح بیٹھتے ہوں اور اس کی عادت بنالی ہو تو اس طرح بیٹھنا مکروہ ہوگا، ان کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کریں اور سنت طریقہ اختیار کریں۔ تقریر کرنا اور تعلیم کرنا ان پر لازم اور ضروری نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے ان کا تقرر بھی نہیں کیا گیا ہے، اگر وہ نماز میں قرآن مجید تجوید کے مطابق صحیح صحیح پڑھتے ہوں اور سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلاکراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کا سلام پھیرنے میں ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۴۱) بعض امام سلام پھیرنے کے وقت ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ (الف لام کے بغیر) کہتے ہیں اس طرح کہنا کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصلی کے لئے (امام ہو یا منفرد) سنت طریقہ یہ ہے کہ کمال اور صاف طریقہ سے ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ“ کہے، اگر ”السلام علیکم“ کے بجائے ”سلام علیکم“ کہے گا تو سنت کے خلاف اور مکروہ ہوگا، شامی میں ہے (قوله هو السنة) قال فى البحر وهو على وجه الا كمل ان يقول السلام عليكم ورحمةالله مرتين فان قال السلام عليكم اوالسلام او سلام عليكم اوعليكم السلام اجزاه وكان تار كاً للسنة وصرح فى السراج بكراهة الاخيراه قلت تصريحهبذلک لا ينافى كراهة غيره مما خالف السنة (شامى ص ۴۹۱ ج ۱ فصل فى بيان تاليف الصلوة) فقط والله اعلم بالصواب

مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کا اتباع کرے:

(سوال ۴۲) امام قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا، درانحالیکہ مقتدی تشہد سے فارغ نہیں ہوا، تو کیا وہ امام کا اتباع کرے گا یا تشہد پورا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حتی الامکان مقتدی تشہد پورا کرنے کے بعد کھڑا ہو، امام کے اتباع (یعنی تشہد پورا کئے بغیر کھڑے ہونے) کی صورت میں بھی نماز ہو جائے گی۔

مجالس الابرار میں ہے۔ واما لو قام الا مام من القعدة الا ولىٰ الى الركعة الثالثة قبل ان يتم المقتدى التشهد فانه يتمه ثم يقوم وان قام قبل ان يتمه يجوز (مجلس ۴ ص ۳۴۲، ص ۳۴۳) فقط والله اعلم بالصواب.

اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۳) بعض لوگ بلکہ بعض امام بھی اللہ اکبر میں اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے ہمزہ پر مد کر کے پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے باء کو کھینچ کر پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اللہ اکبر اس طرح کہنا چاہئے کہ اللہ کے ہمزہ پر مد نہ کرے اور اس طریقہ پر نہ پڑھے آللہ، اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور لام کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہوجائے یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ دراز ہو کر لام سے ملے جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ آ.اللہ۔ بلکہ بلاتاخیر ہمزہ کو لام جلالہ سے ملانا چاہئے یہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے ہمزہ پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح نہ پڑھے، آکبر۔ اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور کاف کے درمیان الف ممالہ کی آواز ظاہر ہو یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ کاف سے قدرتاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے۔ آ کبر۔ بلاتاخیر ہمزہ کاف سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے باء پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح سے نہ پڑھے۔ اکبار، اور نہ اس طرح پڑھے کہ باء اور راء کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہوجائے، یعنی باء کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ باء راء سے قدرے تاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے، اکب......ر، بلاتاخیر باء کو راء سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تین جگہوں میں سے کسی بھی جگہ مد کرے گا یا دراز کر کے پڑھے گا تو بہت سخت غلطی ہوگی، اگر یہ غلطی تکبیر تحریمہ میں کی تو سرے سے نماز ہی میں داخل نہ ہوگا، اور اگر تکبیرات انتقالات میں یہ غلطی کی تو نماز فاسد ہوجائے گی، لہٰذا اماموں کو چاہئے کہ اس کا بہت خیال رکھیں اور بار بار مشق کر کے توجہ کے ساتھ اپنی غلطی کی اصلاح کرلیں۔

مجالس الابرار میں ہے: وهو ست الا ولىٰ تكبرة الا فتتاح لا يدخل فى الصلوة الا بها وهى ان يقول من يريد الدخول فى الصلوة الله اكبر بلا اد خال مد فى همزة الله وهمزة اكبر فان وقع المد فى احد الهمزتين لا يصير داخلاً فى الصلوة وقبل تفسد لوۡ قع فى اثنا نها ولو تعمده يكفر لا نه يصير استفهاماً ومقتضاه الشک فى كبرياء الله . الى قوله. ولو وقع المد فى باء اكبر بان يقول

اکبار بزیادۃ الالف الممال بین الباء والراء لا یصیر داخلاً فی الصلوٰۃ وتفسد لووقع فی اثنا ئہا۔

ترجمہ:۔اور فرائض چھ ہیں: اول تکبیر افتتاح ہے اور بدون اس کے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ جو شخص نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر اس طرح کہے کہ اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے ہمزہ اور ب پر مد نہ کرے، کیونکہ اگر دونوں ہمزہ میں سے ایک پر مد ہو جائے گا تو نماز میں داخل نہ ہوگا بلکہ اگر نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آ جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر قصداً مد کھینچے گا تو کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ استفہام ہو جائے گا اور اس کا مقتضیٰ اللہ کی بڑائی میں شک ہے۔ الی قولہ۔ اور اگر مد اکبر کی با پر واقع ہو کہ اکبر کی باء اور راء کے درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے ''اکبار'' پڑھے تو۔ (تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور) نماز میں داخل نہ ہوگا اور نماز کے درمیان (تکبیرات انتقالات) اس طرح پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مجالس الابرار ص ۲۶۱ مجلس نمبر ۵۲)

زاد الفقیر میں ہے۔ ولو مد بھمزۃ الجلالۃ او اکبر او باءہ لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

باب القراءۃ وزلۃ القاری

امام قرأت کتنے زور سے پڑھے:

(سوال ۴۴) ایک شخص قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ پندرھویں پارہ میں سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلاً تفسیر یہ ہے کہ اپنی نمازیں نہ زور سے پڑھو نہ آہستہ،میانہ روی اختیار کرو، تو کیا یہ حکم امام پر بھی منطبق ہوتا ہے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ امام اتنے زور سے پڑھے کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے تو کیا اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(الجواب) قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر احکام بیان کرنا اور امام کے لئے فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے، آیت کریمہ وابتغ بین ذلک سبیلا (میانہ روی اختیار کرو) کی یہ حد مقرر کر لینا کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے یہ صحیح نہیں ہے اس کی جو حد فقہاء نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے، درمختار اور شامی میں ہے ویجھر الامام وجوباً بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء (درمختار)(قولہ فان زاد علیہ اساء) وفی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ قھستانی (شامی ج ۱ ص ۴۹۷ فصل فی القرأۃ)

آیت مذکورہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نہ تو تمام نمازوں میں زور سے پڑھو نہ تمام نمازوں میں آہستہ پڑھو، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں زور سے پڑھو، قولہ۔ (یجھر الامام وجوباً)

للمواظبۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان صلی اللہ علیہ وسلم یجھر بالقران فی الصلوٰۃ کلھا ابتداء کما سیذکرہ الشراح وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزلہ ومن انزل علیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا ای لا تجھربھا کلھا ولا تخافت بھا کلھا وابتغ بین ذلک سبیلا بان تجھر بصلوتک اللیل و تخافت بصلوتک النھار فکان یخافت بعد ذلک فی صلوٰۃ الظھر والعصر الخ. (طحطاوی علی در مختار ج ۱ ص ۲۶۳ ایضاً)

''بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو محض آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح و مغرب و عشاء کی نماز کیونکہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا کہ ظہر و عصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو (تفسیر حقانی ج۵ ص ۹۶ سورۃ بنی اسرائیل تفسیر ولا تجھر بصلوتک الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تنوین کے بعد ''الف۔لام'' آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں

(سوال ۴۵) ایک اہم مسئلہ اور اس کے اصول وضوابط سوال وجواب کی شکل میں دیکھے ہیں ان کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ مسئلہ اور قانون یہ ہے:۔

''سوال ہمارے امام صاحب جہری نماز میں قل ھو اللہ احد اللہ الصمد (احد کی دال پر وقف کرنے کے) بجائے قل ھو اللہ احدن اللہ الصمد (دال کی تنوین کو نون سے بدل کر اس کے نیچے کسرہ) پڑھتے ہیں۔

(الجواب) کسی آیت یا فقرے کا آخری حرف منون ہو (اس کے اوپر دو پیش یا دو زبر یا اس کے نیچے دو زیر ہوں) اور اس کے بعد والی آیت یا جملے کا پہلا حرف ''ال'' سے شروع ہوتا ہو وہاں اس کے آخری حرف کو اس کے پہلے حرف سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔

سوال میں مذکورہ صورت بھی ایسی ہی ہے کہ ''احد'' کی ''دال'' پر دو پیش ہیں اور اس کے بعد آنے والا حرف اللہ ''ال'' (الف۔لام) سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا ''احد'' پر آیت نہ کر کے دونوں کو ملا کر پڑھا جائے تو اوپر معلوم ہو چکا اس کے مطابق ''نون'' پڑھا جاتا ہے اس لئے تمہارے امام صاحب ''احد'' پر آیت نہ کرتے ہوئے اس کے بعد والے ''اللہ'' کے ساتھ ملا کر اَحَدُ نِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں قرأت کے قانون کے مطابق ہے اور بالکل صحیح ہے۔''

مذکورہ مسئلہ اور قانون بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تفصیل سے جواب دیں تا کہ اطمینان ہو جائے؟

(الجواب) یہ تو صحیح ہے کہ امام جس طرح پڑھتا ہے وہ صحیح ہے، غلط نہیں، مگر جو قاعدہ اور قانون بیان کیا گیا ہے کہ ''تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف ''ال'' سے شروع ہوتا ہے تو ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے۔ بعض جگہوں پر اس طرح ہونے سے اسے کلیہ سمجھنا یا قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ تو جتنے کالے اتنے جامن سمجھ لینے کے مترادف ہے۔ قرآن شریف میں ہے (۱) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع نمبر ۲ (۲) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع ۹ (۳) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا (۴) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا (۵) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ فتح رکوع ۴ (۶) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ (سورۂ زمر رکوع ۲)

مذکورہ مثالوں میں تنوین کے بعد ''اَلْوَانُہٗ'' اور ''اَلْوَانُھَا'' ہے اس لئے تنوین کے بعد کا حرف الف۔لام (ال) سے شروع ہوتا ہے مگر یہاں پر ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھی جاتی یعنی مُخْتَلِفُ نِ الْوَانُھَا پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے، اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل دوسرے رکوع میں ہے (۷) وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ یہاں بھی تنوین کے بعد کا حرف ''ال'' سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا۔ یعنی اِنْسَانِ نِ الْزَمْنٰہُ پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گی، اور سورۂ ق دوسرے رکوع میں ہے (۸) عَتِيْدٌ اَلْقِيَا یہاں پر بھی تنوین کے بعد والا حرف ''ال'' سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی عَتِيْدُ نِ الْقِيَا پڑھنا جائز نہیں ہے پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور سورۂ طور پہلے رکوع میں ہے (۹) بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ یہاں بھی تنوین کے بعد والا حرف ''ال'' سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی بِاِيْمَانِ نِ الْحَقْنَا بِھِمْ نہیں پڑھا جا سکتا، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا اور گنہگار ہوگا، اور سورہ نبا پہلے رکوع میں ہے (۱۰) جَنّٰتٍ اَلْفَافًا یہاں پر تنوین کے بعد والا حرف ''ال'' سے شروع ہونے کے باوجود تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی'' جَنّٰتِ نِ الْفَافًا پڑھنا جائز نہیں، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا۔

نیز تنوین کو نون سے بدلنے کے لئے ''ال'' پر منحصر اور موقوف رکھنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ ''تنوین'' کو ''نون'' سے بدلنے کی قرآن وحدیث میں بے حد مثالیں ہیں۔

مثلاً:۔

''اب'' کی مثال	عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ	(سورۂ توبہ)
	رَھْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْھَا	(سورۂ حدید)
	نُوْحُ نِ ابْنَہٗ	(سورۂ ھود)
''ات'' کی مثال	شَيْئَا نِ اتَّخَذَھَا	(سورۂ جاثیہ)
''اج'' کی مثال	خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
''اد'' کی مثال	مُنِيْبِ نِ ادْخُلُوْھَا	(سورۂ ق)
	بِرَحْمَةِ نِ ادْخُلُوْا	(سورۂ اعراف)
''اذ'' کی مثال	طُوًى نِ اذْھَبْ	(سورۂ النازعات)
''ار'' کی مثال	عَذَابِ نِ ارْكُضْ	(سورۂ ص)
''از'' کی مثال	فِيْ زُجَاجَةِ نِ الزُّجَاجَةُ	(سورۂ نور)
''اس'' ''اس'' کی مثال	اَھْلَ قَرْيَةِ نِ اسْتَطْعَمَا	(سورۂ کہف)
	بِغُلَامِ نِ اسْمُہٗ	(سورۂ مریم)
	شَيْئَا نِ السَّمَاءُ	(سورۂ المزمل)
	يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ	(سورۂ نحل)
''اش'' کی مثال	كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
''اص'' کی مثال	ابوبکر نِ الصِّدِّيق	(حدیث شریف)
''اط'' کی مثال	خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِہٖ	(سورۂ حج)
''اع'' کی مثال	عَلِيْمُ نِ اعْلَمُوْ	(سورۂ مائدہ)
''اع'' کی مثال	وَقُدُوْرٍ رَّاسِيَاتِ نِ اعْمَلُوْا	(سورۂ سبا)
''اف'' کی مثال	اِلَّآ اِفْكُ نِ افْتَرٰہُ	(سورۂ الفرقان)
''اق'' کی مثال	مُبِيْنَ نِ اقْتُلُوْا	(سورۂ یوسف)
''ان'' کی مثال	فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ	سورۂ حج
''	ثَلٰثَةٌ نِ انْتَھُوْا	(سورۂ نساء)
''	حَكِيْمُ نِ انْفِرُوْا	(سورۂ براءۃ)
''	لَھْوَ نِ انْفَضُّوْا	(سورۂ جمعہ)
''اھ'' کی مثال	خَيْرُ نِ اھْبِطُوْا	(سورۂ بقرہ)

وغیرہ وغیرہ بے حد مثالیں ایسی ہیں کہ تنوین کے بعد والا حرف ''ال'' سے شروع نہیں ہوتا پھر بھی تنوین کے بجائے قانوناً نون پڑھا جاتا ہے لہذا ''ال'' پر دارومدار رکھنا غلط ہے۔

اصل قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ جس لفظ کے اخیر حرف کو تنوین (دو زبر دو پیش دو زیر) ہو اور اس کے بعد والی

آیت یا جملے کا پہلا حرف ہمزہ وصلی ہو تو اس کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ وصلی حذف ہو جاتا ہے (پڑھا نہیں جاتا) اور "تنوین" "نون" سے بدل جاتی ہے یعنی تنوین کی ایک حرکت پڑھی جاتی ہے اور دوسری حرکت نون میں آجاتی ہے جسے نون قطنی کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ایسی جگہ پر آسانی کے لئے چھوٹا سا ن نون لکھ دیا جاتا ہے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب

فجر میں قرأت کی مقدار:

(سوال ۴۶) امام صاحب سورۂ ملک اور سورۂ یٰسٓ حفظ ہونے کے باوجود نماز فجر میں (۱) والضحیٰ واللیل۔ (۲) الم نشرح (۳) والتین والزیتون اور (۴) سورۂ جمعہ کا اخیری رکوع پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) نماز صبح میں امام کو اتنی مختصر قرأت کی عادت بنالینا خلاف سنت اور مکروہ ہے، کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد نماز صبح میں طوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھیں یہ کم سے کم ہے متوسط درجہ پر ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ سو آیتوں تک پڑھیں۔ اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بنا پر قرأت مختصر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں ہے جائز ہے۔ وان لم یخف فوت الوقت فالسنة فی حقه ان یقرأ فی صلوٰة الفجر فی الرکعتین باربعین اية وسطا والادنی او خمسین اوستين اية وهو الأوسط والا علی الزيادة علی الستين الی المائة ففی صحيح مسلم من حديث جابر رضی الله عنه انه عليه السلام كان يقرأ فی الفجر بقاف و نحوها وفی الصحيحين عن ابی بريدة كان عليه السلام يقرأ فی الفجر ما بين ستين الی المائة الخ (کبیری ص ۳۰۳) (شامی ج ۱ ص ۵۰۴ فصل فی القرأة)

منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً؟:

(سوال ۴۷) ٹرین پکڑنے کی جلدی تھی، اس لئے اسٹیشن کی مسجد میں میں نے جماعت سے پہلے نماز صبح شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھی اتنے میں دو چار مصلی میری اقتدا کرتے ہوئے میرے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے تو اس صورت میں میرے لئے سورت زور سے پڑھنا چاہئے تھا یا آہستہ سے؟ سورۂ فاتحہ تو میں نے آہستہ سے پڑھی تھی۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں اگر آپ امامت کی نیت کرلیں تو سورت زور سے پڑھنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔ "کبیری" میں ہے شرع منفرداً فی صلوٰة جهرية فقرأ الفاتحة مخافة ثم اقتدی به جماعة يجهر بالسورة ان قصد الأمامة والا فلا اذا لا يلزمه ما لم يلتزمه (ص ۵۷۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بیچ میں بسم اللہ:

(سوال ۴۸) سورۂ فاتحہ ختم کر کے سورۃ پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔ شامی میں ہے ان سمی بين الفاتحه والسورة المقروءة سراً او جهراً كان حسناً عند ابی حنيفه. (یعنی) سورہ فاتحہ اور سورہ زور سے پڑھے یا آہستہ اس کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے (ج ۱ ص ۴۵۸ آداب الصلاة مطلب قرأة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ایک ہی سورہ کی قرأت دو رکعت میں:

(سوال ۴۹) دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) فرض نماز میں بدون عذر ضرورت دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کی قرأت خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے نسیاناً پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ نوافل میں بلا کراہت جائز ہے۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰)[1] ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں سورہ زلزال پڑھی ج ۱ ص ۱۲۵۔ علماء نے اس کو ضرورت اور بیان جواز پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کی نماز میں طویل قرأت فرمایا کرتے تھے پس جس طرح کسی ضرورت یا بیان جواز کے لئے قرأت مختصر فرمائی ایسے ہی ایک ہی سورت کو دوبارہ پڑھنے کا مقصد بیان جواز تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے:

(سوال ۵۰) امام نے نماز جمعہ میں دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی ان الينا ايابهم. ثم ان علينا حسابهم کی جگہ ان علينا ايابهم ثم ان علينا حسابهم. پڑھا تو نماز صحیح ہے یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۵۱) نماز میں سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص کے آخری حرف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملائے یعنی سورۂ کوثر میں "هو الابتر الله اكبر" اور سورۂ اخلاص میں "كفواً احد الله اكبر" پڑھ کر رکوع کرے تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) جہاں سورۃ کا آخری حرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا ہو وہاں تکبیر کے ساتھ ملا سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں وصل نہ کیا جائے۔ لہذا "كفواً احد الله اكبر" پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر "هو الابتر الله اكبر" نہ پڑھنا چاہئے "هو الابتر" پر وقف کر کے رکوع کی تکبیر کہے، اذا فرغت من القراة وتريد ان تكبر للركوع ان

---

(۱) قوله لا باس ان يقرء سورة الخ افاد انه يكره تنزيهاً و عليه يحمل جزم القنية بالكراهة ويحمل فعله عليه الصلوٰة والسلام علی بيان الجواز هذا اذلم يضطر فان اضطر بأن قرء فی الاولیٰ قل اعوذ برب الناس اعادها فی الثانية الخ فصل فی القراءة.

(۲) ومنها الخطافی التقديم والتاخير ان قدم كلمة علی كلمة او اخر ان لم يتغير المعنی لا تفسد نحوان قرء لهم فيها زفير و شهيق وقدم الشهيق هكذا فی الخلاصة فتاویٰ عالمگيری الفصل الخامس فی زلة القاری ج ۱ ص ۸۹.

کان الختم بالثناء فالوصل بالله اکبر اولی ولو لم یکن بالثناء فالفصل اولیٰ کقوله تعالیٰ ان شانئک هو الابتر . هکذا فی التتار خانیة (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)

تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں:

(سوال ۵۲) قرأت شروع کرتے وقت تعوذ اور سورۃ میں وصل کرے تو کیا حکم ہے۔
(الجواب) اس طرح قرأت کرنا جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن کس موقع پر وصل اور کس جگہ فصل کرنا چاہئے اس قاعدہ سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ غلطی کرے گا اور گنہگار ہوگا۔

فائدہ:

جب سورت سے قرأۃ کا آغاز ہو تو یہ چار صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل۔ یعنی "اعوذ باللہ" پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اس کے بعد سورت شروع کرے (۲) وصل کل یعنی تعوذ کو تسمیہ کی ساتھ اور تسمیہ کو سورت کے ساتھ ملائے۔ چنانچہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم کھیعص (۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اعوذ پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ کو سورت کے ساتھ ملا کر قرأت کرے (۴) وصل اول فصل ثانی۔ یعنی تعوذ کو تسمیہ کے ساتھ ملا کر قرأت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اور اس کے بعد سورت شروع کرے (ہدیۃ الوحید وغیرہ)

ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۳) قرأت میں وایاک نستعین کی جگہ ویاک نستعین یعنی واؤ کے بعد الف کا اظہار نہ ہو تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
(الجواب) ویاک بدون الف کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی مگر اس طرح قرأت کرنا غلط ہے صحیح پڑھنے کی کوشش کی جائے ویاک نعبدبواومکان الهمزة الخ (زاد الفقیر ص ۴۲) فقط . واللہ اعلم بالصواب.

قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۴/الف) سورۂ روم کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں لفظ ضعف تین مرتبہ آیا ہے اس کے ضاد پر پیش کی جگہ زبر پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں؟
() پیش اور زبر دونوں پڑھنا صحیح ہے زبر پڑھنے سے نماز میں کچھ خرابی نہ آئے گی۔[۱] فقط واللہ اعلم بالصواب.
(سوال) میں نماز عشاء پڑھاتا تھا۔ سورۂ واللیل پڑھی جس میں فسنیسرہ للعسریٰ کی جگہ للیسری پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(۱) الضَعف والضُعف خلاف القوة وقیل الضعف بالضم . فی الجسد والضعف بالفتح فی الرأی والعقل وقیل هما جائز ان فی کل وجه لسان العرب باب الضاد ج ۸ ص ۶۲.

(الجواب ۵۴/ب) صورت مسئولہ میں وکذب بالحسنی کو فسنیسرہ للیسری کے ساتھ وصل کرکے ایک ہی سانس میں پڑھا ہو تو نماز فاسد ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ قاضی خان میں ہے۔ وان کانت مخالفته کما لو قرء وعداً علینا انا کنا غافلین مکان فاعلین (الی قوله) والصحیح هو الفساد لانه اخبر بخلاف ما اخبرالله به (ج ۱ ص ۷۳ فصل فی قراۃ القرآن خطأ وفی الاحکام المتعلقة بالقراۃ) وان تغیر المعنی بان قرء ان الابرار لفی حجیم وان الفجار لفی نعیم (الی قوله) تفسد صلاته لانه اخبر بخلاف ما اخبرالله به (ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) اور اگر وکذب بالحسنیٰ پر وقف کرکے یعنی آیت کرکے سانس توڑ کر دوسرے سانس پر فسنیسرہ للیسریٰ سے ابتدا کی ہو تو نماز فاسد نہیں۔ قاضی خان میں ہے۔ وان ذکر آیة مکان آیة ان وقف علی الاولیٰ وقفاتاماً وابتدء بالثانیة لا تفسد کذا لو قرء ان الذین امنوا وعملوا الصلحت وقف ثم قرء اولئک هم شرالبریة (لاتفسد) (ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) واللہ تعالیٰ اعلم .

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ:

(سوال ۵۵) ایک شخص کا کہنا ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھے دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔ جو پڑھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟
(الجواب) یہ بات صحیح نہیں بلکہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے، دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت نہیں سمیٰ سراً فی اول کل رکعة. یعنی ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاة الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب

صلوٰۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟:

(سوال ۵۶) سورج گرہن کی جو دو رکعت با جماعت پڑھی جاتی ہے اس میں قرأت زور سے پڑھی جائے یا آہستہ؟
(الجواب) آہستہ پڑھی جائے "فتاویٰ سراجیہ" میں ہے ویخافت فیها بالقراۃ (ص ۲۱) فقط . واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا:

(سوال ۵۷) امام نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر یا سورۂ صیف پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟
(الجواب) ترتیب سور واجبات تلاوت میں سے ہے واجبات نماز سے نہیں لہذا اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے نسیاناً پڑھے تو مکروہ بھی نہیں (درمختار) شامی ج ۱ ص ۵۱۰ [۱]

(۱) وان یقرء منکوساً بان یقرأ فی الثانیة سورة اعلیٰ فما قرأ فی الاولیٰ لأن ترتیب السور من واجبات التلاوة فصل فی القراۃ

قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ:

(سوال ۵۸) پہلی رکعت میں سورۂ کوثر اور دوسری میں سورۂ نصر پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ درمیان میں ایک چھوٹی سی سورت چھوٹ گئی ہے اب سجدۂ سہو سے کراہت دور ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) عمداً اس طرح پڑھنا منع ہے البتہ نفل میں گنجائش ہے کہ لیکن اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (درمختار شامی)(۱) ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۵۹) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں ''سورۂ غاشیہ'' پڑھی اور اس میں ان علینا بھم ثم ان علینا حسابھم کے بجائے ان علینا ایا بھم ثم ان علینا حسابھم . پڑھا تو نماز ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

امام کو بلاضرورت لقمہ دینا:

(سوال ۶۰) وسیق الذین کفروا کا رکوع پہلی رکعت میں امام پڑھ رہا تھا بھول سے قیل ادخلوا ابواب جھنم چھوڑ کر وسیق الذین اتقوا شروع کرنا ہی تھا۔ کہ پیچھے سے زید قیل ادخلوا کا لقمہ دینے لگا ۔ نماز کے بعد امام صاحب نے کہا۔ لقمہ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ زید کا کہنا ہے کہ لقمہ دینا ضروری ہے کیونکہ مضمون پورا کرنا ہی چاہئے۔ پھر دوسرے مضمون کو شروع کرنا چاہئے۔ دلیل میں ورتل القران ترتیلا پیش کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مضمون پورا نہ ہونے سے جب کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کا نہ ہو لقمہ دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔ (قاسم عفی عنہ از افریقہ)

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ امام نے آگے کی آیت پڑھنا شروع کردی تھی تو لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی ۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم لگایا ہے کہ یہ بلا حاجت تلقین ہے۔ ولو کان الا مام انتقل الیٰ آیۃ آخری تفسد صلوٰۃ الفاتح وتفسد صلوۃ الا مام لو اخذ لقولہ لو جود التلقین والتلقن من غیر ضرورۃ . یعنی: ۔ اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا۔ یعنی دوسری آیت پڑھنے لگا اس کے بعد مقتدی نے امام کو لقمہ دیا (یعنی جو آیت چھوٹ گئی تھی۔ وہ بتلائی) تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ لے لیا۔ تو اس کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی (اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب کی نماز فاسد ہوگی) اس لئے کہ مقتدی کا تلقین کرنا اور امام کا لقمہ لینا بلا حاجت پایا گیا۔ (ہدایہ ص ۱۱۶ ج ا باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا)

---

(۱) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ ص ۵۱۰ ایضاً

(۲) ومنھا الخطاء فی التقدیم والتاخیر ان قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم تغیر المعنی لا تفسد نحو ان قرألھم فیھا خیرو شھیق وقدم الشھیق ھکذا فی الخلاصۃ فتاویٰ ھندیہ ص ۸ الفصل الخامس فی زلۃ القاری۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں! بلا حاجت لقمہ دینا مکروہ ہوگا۔ بخلاف فتحہ علی امامہ فانہ لا یفسد مطلقاً لفاتح وآخذ بکل حال الخ (درمختار) (قولہ بکل حال) ای سواء قراء الا مام قدر ما تجوزبہ الصلوۃ ام لا انتقل الیٰ آیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الا صح نھر یعنی مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ نہ لقمہ لینے والے امام کی چاہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوجاتی ہے یا کم پڑھا ہو۔ دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ یا مکرر لقمہ دیا ہو بہرصورت نماز فاسد نہ ہوگی (شامی ج ا ص ۵۸۲ باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا)

کتب فقہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ مقتدی عجلت نہ کرے یعنی (بھولتے ہی) فوراً لقمہ نہ دے کہ لقمہ دینے کی ظاہری صورت تعلیم و تعلم کی ہے۔ جو بلا ضرورت خالی از کراہت نہیں۔ امام کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے کہ ایک آیت یا جملہ کو بار بار دہراتا رہے یا خاموش کھڑا رہے (اس صورت میں مقتدی لامحالہ لقمہ دے گا) بلکہ اگر بقدر واجب (وفی روایۃ بقدر مستحب) قراءت کر چکا ہو تو رکوع کرے یا مابعد کی آیت پڑھنا شروع کردے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لایلجئھم الیہ بل یرکع اذا جاء اوانہ' او ینتقل الیٰ ایۃ اخریٰ (ھدایہ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیھا ص ۱۱۶ ج ا) ''شامی'' میں ہے۔ (تتمہ)

ویکرہ ان یفتح من ساعتہ کمایکرہ للامام ان یلجئہ الیہ بل ینتقل الیٰ آیۃ اخریٰ لا یلزم من وصلھا مایفسد الصلوۃ اوالیٰ سورۃ اخر او یرکع اذا قرأ قدر الفرض کما جزم بہ الزیلعی غیرہ وفی روایۃ قدر المستحب کما رجحہ الکمال بانہ الظاھر من الدلیل واقرہ فی البحر والنھر ونازعہ فی شرح المنیۃ ورجح قدر الواجب لشدۃ تاکدہ (ج ا ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)

الحاصل مذکورہ صورت میں لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی بلا حاجت لقمہ دیا گیا۔ آیت چھوٹ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ۔ ورتل القرآن ترتیلا کی آیت سے لقمہ کی ضرورت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قراءت:

(سوال ۶۱) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص یا سورہ کافرون یا سورہ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے لو قرأ آمن الرسول فی رکعۃ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ الفصل الرابع فی القرأۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

نماز میں وانحر کی جگہ وانہر پڑھا:

(سوال ۶۲) کیا وانحر کی جگہ کوئی آدمی وانہر پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فاسد ہو جائے گی تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ فصل لربک وانحر قرء وانہر تفسد صلاته. (ص ۷۱ ج ۱ فصل فی قرأة القرآن خطاء وفی الاحکام المتعلقة بالقرأة) اس لئے کہ معنی میں نمایاں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ لو قرأ فصل لربک وانہر مکان الحاء تفسد صلاته وذلک لبعد المعنی علی ماهو رأی المتقدمین (کبیری ص ۴۵۲ فصل فی بیان احکام زلة القاری) اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ متقدمین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا البتہ علماء متاخرین کے نزدیک بوجہ عموم بلوی نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام قراءت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے:

(سوال ۶۳) میں عشاء کی نماز میں اس وقت داخل ہوا جب امام صاحب نے قرأت شروع کر دی تھی۔ اب میں ثناء کب پڑھوں؟ رکوع میں یا سجدہ میں؟ یا اسی وقت؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام نے قراءت شروع کر دی تو اب مقتدی ثناء نہ پڑھے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے:

(سوال ۶۴) حامداً ومصلیاً۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حاجی عبدالمجید نے اپنی زمین ذریعہ تحریر دستاویز رجسٹری (جس کی نقل ذیل میں درج ہے) ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء کو ایک مدرسہ کو دیا۔ اس وقت زمین مذکور پر حاجی عبدالمجید کا قبضہ ہے۔ دریں حالت تحریر دستاویز مذکور کو وقف نامہ سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ تحریر وقف نامہ نہیں ہے تو زمین مذکور کی کیا حیثیت ہوگی؟ (عبدالمجید شاہ گنج ضلع جون پور) نقل دستاویز رجسٹری ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء۔

شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ اونگلی۔ ڈاک خانہ۔ شاہ گنج ضلع جون پور۔

چوں مظہر قطعہ احاطہ موقوعہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ اونگلی کے مستقل مالک ہیں جس پر مظہر بہ نفاذ جمیع حقوق مالکانہ قابض ودخیل ہیں اور علاوہ مظہر کے کوئی دوسرا شریک سہیم جائداد مفصلہ میں نہیں ہے اور مظہر ہر طور اس کے فصل کرنے کے مجاز ہیں۔ قصبہ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسومہ بدر الاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم وجاری ہے۔ جس کے لئے عمارت ودرس گاہ کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا مظہر کی دلی خواہش ہوئی کہ بنظر ثواب عقبیٰ مظہر جائداد مفصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیویں۔ لہذا مظہر بحالت صحت ذات ودرستی عقل بدرستی وحواس بلا جبر واکراہ رضائے رغبت اپنے بلا تحریک وترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ شرائط ذیل کے پابند ہوتے ہیں اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

(۱) انه اذا ادرک الامام فی القرأة فی الرکعة التی یجهر فیها لا یأتی بالثناء کذافی الخلاصة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه

(الف) مظہر زمین احاطہ مفصلہ ذیل مالیتی ایک سو روپیہ کو مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدر الاسلام کو دوام کے لئے دے دیا ہے۔ کارکنان ومنتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطہ مصرحہ ذیل میں درس گاہ خواہ عمارت تعمیر کریں اور دار الاقامہ تیار کراویں یا مدرسہ کے واسطے بطریق مناسب استعمال کریں۔

(ب) تاقیام مدرسہ مذکور کو مصرحہ ذیل ملکیت مدرسہ کی رہے گی۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائداد مذکور مصرحہ ذیل مظہر خواہ ورثائے مظہر کی طرف عود کر جائے گی۔ اگر مظہر زندہ رہے تو مظہر ..... کو، ورنہ ورثائے مظہر کو حق مقاطعت ہو جائے گا۔

(ج) تاقیام مدرسہ مظہر خواہ ورثائے مظہر کو احاطہ مذکور کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔

(د) لہذا مظہر نے تملیک نامہ ہذا لکھ دیا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے (المرقوم ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء)

(الجواب) یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ صحت وقف کی ایک شرط تابید اور بقاء بھی ہے۔ یعنی اس کی آخری جہت قربۃ ایسی ہو کہ منقطع نہ ہو اور مسلمان اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں۔ اس کے برخلاف وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مدرسہ قائم نہ رہے تو جائداد موقوفہ واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کر جائے گی۔ لہذا انقطاع لازم آیا اور وقف تام نہیں ہوا۔ ولا یتم الوقف عند ابی حنیفة ومحمد حتیٰ یجعل اخره بجهة لا تنقطع ابداً الخ (هدایه ص ۶۱۹ کتاب الوقف)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے۔ لیکن شرط صحت وقف آنست کہ آخر جہتہ قربت غیر منقطعہ نہ باشد (ص ۵۲۵ ج ۲) غالباً اسی وجہ سے مذکور زمین آج تک (۳۶ سال ہوتے ہیں) مالک کے تصرف میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے؟:

(سوال ۶۵) نماز میں فرض قراءت کی کم از کم مقدار کیا ہے کہ جس کے پڑھنے سے قراءت کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مجالس الابرار میں ہے کہ کم از کم قراءت کہ جس سے فرض ساقط ہو جائے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت ہے۔ اگر چہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہو جیسے الحمد لله رب العلمین یا چھوٹے دو کلموں سے مرکب ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم نظر یا کئی کلمات سے مرکب ہو فقتل کیف قدر۔ لیکن اسی پر اکتفا کرنے والا واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خاص سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا یا تین آیتوں کا ملانا بھی واجب ہے اگر قصداً پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو فرض قراءت ہو جانے کی وجہ سے نماز کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہو جائے گی مگر ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اسی طرح سورت نہیں ملائی تو ترک واجب لازم آیا لہذا نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر بھول سے یہ واجب ترک ہوا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اگر آیت ایک ہی کلمہ کی ہو جیسے مدهآمتن یا ایک ہی حرف کی ہو جیسے صٓ۔ قٓ اور نٓ تو اس میں اختلاف ہے کہ فرض ساقط ہوا کہ

نہیں اصح یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ساقط نہ ہوگا۔اور اگر کوئی بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینت ،نصف ایک رکعت میں اور نصف دوسری رکعت میں پڑھی تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز نہیں کہ پوری آیت نہیں پڑھی گئی۔مگر عام فقہاء رحمہم اللہ جائز کہتے ہیں اس واسطے کہ ان آیتوں (آیۃ الکرسی، آیۃ مداینت) کا نصف چھوٹی تین آیتوں سے زیادہ یا برابر ہوجاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قراءت جس سے فرض ساقط ہوجائے ۔چھوٹی تین آیتیں ہیں یا ایک بڑی آیت ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تب بھی فرض ساقط ہوجائے گا۔اس لئے کہ قرآن معجز ہے اور کم از کم جس میں اعجاز واقع ہو وایک سورت ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اس جیسی کوئی سورت لاؤ" اور سورتوں میں سب سے چھوٹی سورت، سورۂ کوثر ہے اور وہ تین آیات ہیں۔وادنی ما یجزی منها عند ابی حنیفة آیة ان کانت من الفاتحةاو کانت قصیرةً مرکبةً من کلمتین کقوله تعالیٰ ثم نظر اومن کلمات کقوله تعالیٰ فقتل کیف قدر، والمکتفیٰ بها مسیئی لا قراء ة الفاتحة وضمّ سورة او ثلث ایات الیها واجب وفی الا کتفاء بها ترک الواجب واما لو کانت کلمةً واحدةً کمد ها متن او حرفاً واحداً ک صٓ و قٓ ونٓ فقدا ختلف فیه والاصح انه لا یجوز عنده' ولو قرأ نصف ایة طویلة کآیة الکرسی وایة المداینة فی رکعة ونصفها فی رکعة اخریٰ اختلفوا فیه قال بعضهم لا تجوز لانه لم یقراء ایة تامة فی کل رکعة وقال عامتهم تجوز لا ن بعض هذه الا یات یزید علی ثلث ایات قصار او تعدلها فلا تکون ادنیٰ من ایة ، وعندهما ادنی ما یجزی منها ثلث ایات قصار او ایت طویلة تقوم مقامها لان القرآن معجز و ادنیٰ ما یقع الاعجاز سورة لقول تعالیٰ فأتو بسورة من مثله واقل السور قسورة کوثر وهی ثلث ایات (مجالس الا برار ص ۳۰۸،ص ۳۰۹ مجلس نمبر ۵۲)فقط واللہ اعلم بالصواب

فاذا هم بالساهره کی جگہ بالساحرۃ پڑھ دیا!

(سوال ۶۶) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ امام صاحب نے سورۂ والنازعات کے اندر فاذاهم بالساهرة کی ہاء ہوز کو حاء حطی قصداً پڑھا۔یعنی امام صاحب کو یاد ہی حاء حطی ہے۔تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لفظ بالساهرة کی جگہ بالساحرة پڑھا گیا ہے جس سے معنی میں تغیر فاحش لازم آتا ہے اور لفظ بالساحرۃ قرآن میں کسی جگہ موجود بھی نہیں ہے اور قصداً پڑھا گیا ہے، اور پڑھنے والا اہل علم میں سے ہے۔لہذا نماز نہ ہوگی۔ اعادہ ضروری ہے وفی الخانیة والخلاصة الا صل فیها اذا ذکر حرفاً مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسدو الا یمکن لابمشقة کا لظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثر هم لا تفسد.وفی خزانة الا کمل قال قاضی ابو عاصم ان تعمد ذالک تفسد وان جری علی لسانه اولا یعرف التمییز لا تفسد هو المختار حلیة وفی البزازیة وهو اعدل الا قاویل وهو المختار (شامی ج ا ص ۵۹۲ باب ما یفسد الصلاة وما

یکرہ فیما)فقط واللہ اعلم بالصواب.

مزید وضاحت کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے دو فتوی ملاحظہ ہوں۔

(۱) قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی:

(سوال ۶۷) سورۂ والطارق میں امام نے لقول فصل میں ق، ک پڑھ دیا، اور یہ شخص صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو نماز فاسد ہوئی اور اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ باوجود قدرت کے ایسی غلطی سے نماز نہیں ہوتی۔فقط (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۷۲)

(۲) دھاقا کی جگہ دحاقا پڑھ دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۶۸) نماز میں اگر کسی نے اپنے غلط خیال کے بھروسہ پر بجائے دھاقا، دحاقا پڑھ دیا تو نماز ہوجائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟

(الجواب) دھاقا کی جگہ دحاقا حائے حطی سے پڑھنا بظاہر حسب قواعد مفسد صلوۃ ہے۔کیونکہ معنی بدل جاتے ہیں۔ لہذا نماز نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاوی دار العلوم مدلل ومکمل ج ۳ ص ۷۹)

غلط پڑھنے کے بعد تصحیح کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۶۹) اگر نماز میں تین آیتیں پڑھنے کے بعد فحش غلطی کی لیکن پھر اس کو صحیح کر لیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینو توجروا۔

(الجواب) قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے فساد صلوۃ لازم آتا ہے لیکن پھر اس کی تصحیح کر لی تو نماز صحیح ہوگئی۔اگر غلطی کی اصلاح نہیں کی تو نماز نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔ذکر فی الفوائد قرء فی الصلاۃ بخطاء فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته' جائزة وکذلک الا عراب ، فتاویٰ ج ۱ ص ۸۲ الفصل الخامس فی زلة القاری.فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۷۰) یہاں امام صاحب نے صبح کی نماز میں سورۂ منافقون شروع کی اور بیچ میں واذا رأیتهم تعجبک الآیة چھوڑ دیا اور اس کے بعد لن یغفر اللہ . الآیة چھوڑ دی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز ہوگئی۔سجدۂ واجب نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

(۱) وذکر ایة مکان آیة ان وقف وقفا تا ماثم ابتداء بایة اخری أو ببعض آیة لا تفسد کما لو قرأ والعصر ان الانسان ثم قال ان الا برار لفی نعیم الخ فتاوی عالمگیری ص ۸۰ زلة القاری.

سورۂ غاشیہ میں ''الا من تولی وکفر'' پر وقف کرے یا وصل؟:

(سوال ۷۱) ہمارے یہاں امام صاحب سورۂ غاشیہ میں '' الا من تولی و کفر '' پر وقف نہیں کرتے ہمیشہ وصل کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصل نہ کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وقف کرے یا وصل کر کے پڑھے دونوں صحیح ہیں۔ وصل نہ کرنے کی صورت میں فساد صلوٰۃ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔[1] فقط اللہ اعلم بالصواب۔

احد عشر کی جگہ عشر پڑھا:

(سوال ۷۲) امام صاحب نے سورۂ یوسف کے پہلے رکوع میں احد عشر کی جگہ ''عشر'' پڑھا ''احد'' چھوٹ گیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز فاسد تو نہ ہوگی مگر احوط یہ ہے کہ اعادہ کرلیا جاوے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں تعلمون کی جگہ تعملون پڑھا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۷۳) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ میں '' تعلمون '' کی جگہ '' تعملون '' پڑھا تو نماز صحیح ہے یا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قراءت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:

(سوال ۷۴) سورۂ یوسف میں ان کانت قمیصہ ' قد من قبل فکذبت وھو من الصادقین میں قبل کی جگہ دبر پڑھا یا فکذبت کی جگہ فصدقت اور الصادقین کی جگہ الکاذبین پڑھا تو نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی سے نماز فاسد ہوجائے گی ،والصحیح ھو الفساد لانہ اخبر ، بخلاف ما اخبر اللہ تعالیٰ (قاضی خاں ج ۱ ص ۷۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے۔

(سوال ۷۵) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک آیت کی تلاوت سے اگر وہ بڑی ہو تو وجوب ادا ہوجائے گا یا نہیں؟ اگر وہ آیت بڑی ہو اور اس کی آدھی آیت پڑھے تو نماز صحیح ہوگی؟ وجوب ادا ہوجائے اس کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک چھوٹی سورہ مثل سورۂ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے

---

(۱) اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ تغیراً فاحشاً ان یقرء ان الذین امنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم ابتداء بقولہ . اولئک ھم خیر البریۃ لا تفسد بالا جماع بین علمائنہ ھکذا فی المحیط وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل الخ فتاویٰ عالمگیری .زلۃ القاری.

(۲) قولہ اونقص کلمۃ کذا فی بعض النسخ ولم یمثل لہ' الشارح قال فی شرح المنیۃ وان ترک کلمۃ من آیۃ فان لم یغیر المعنی مثل وجزآء سیئۃ مثلھا بترک السیئۃ الثانیۃ لا تفسد وان غیرت مثل فما لھم یؤمنون بترک لا فانہ یفسد الخ شامی ج ۱ ص ۵۹۱ زلۃ القاری.

ثم نظر O ثم عبس وبسر O ثم ادبر واستکبر O یا ایک بڑی آیت یا ایسی دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں، واجب ہے۔ بڑی آیت کا جز جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے تب بھی وجوب ادا ہوجائے گا۔

والثانی ضم سورۃ قصیرۃ اوثلاث ایات قصار (مراقی الفلاح) قدر اقصر سورۃ ایۃ طویلۃ تعدل ثلاث ایات قصار (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴)

درمختار میں ہے (وضم) اقصر (سورۃ) کالکوثر اوما قام مقامھا وھم ثلاث ایات قصار نحوثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبرواستکبر وکذا لو کانت الآیۃ او الآیتان تعدل ثلاثاً قصاراً ذکرہ الحلبی (قولہ' تعدل ثلاثاً قصاراً) ای مثل ثم نظر الخ وھم ثلاثون حرفاً فلو قرأ آیۃً طویلۃً قدر ثلاثین حرفاً یکون قداتی بقدر ثلاث آیات الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ صفۃ الصلاۃ) دوسری جگہ ہے۔

ولو قرأ ایۃً طویلۃً فی الرکعتین فالا صح الصحۃ اتفاقاً لا نہ ' یزید علی ثلاث ایات قصار قالہ' الحلبی (درمختار) وفی الشامی وفی التار خانیۃ والمعراج وغیرھما قرأ ایۃ طویلۃً کآیۃ الکرسی او المداینۃ البعض فی رکعۃ والبعض فی رکعۃ اختلفو افیہ علی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ قیل لا یجوز لانہ ماقرأ ایۃً تامۃً فی کل رکعۃ وعامتھم علی انہ یجوز لان بعض ھذا الآیات یزید علی ثلاث قصار او یعدلھا فلا تکون قرائتہ اقل من ثلاث آیات اہ لکن التعدیل الاخیر ربما یفید اعتبار العدد فی الکلمات اوالحروف ویفیدہ' قولھم لو قراء آیۃً تعدل اقصر سورۃ جاز وفی بعض العبارات تعدل ثلاثاً قصاراً ای کقولہ ثم نظر ثم عبس وبسر ثم ادبرو استکبر وقدرھا من حیث الکلمات عشر ومن حیث الحروف ثلاثون فلو قرأ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تأخذہ سنۃ ونوم یبلغ مقدار ھذا الایات الثلاث فعلیٰ ما قلنا لو اقتصر علی ھذا المقدار فی کل رکعۃ کفی عن الواجب ولم ارمن تعرض لشئی من ذلک فلیتامل (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۰۲ فصل فی القراۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام کی قراءت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا؟:

(سوال ۷۶) امام صاحب سورۂ فلق اور ناس پڑھتے ہیں تو قل اعوذ کی ''ذال'' مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی اس پر امام کو متنبہ کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں صحیح پڑھتا ہوں تو اس سے نماز میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے؟

(الجواب) امام صاحب ''ذال'' ادا کرتے ہوں مگر مقتدیوں کو سنائی نہ دے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ البتہ حذف ہوجانے میں لحن جلی لازم آئے گا اس لئے ظاہر کر کے پڑھنے کی سعی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ شوال ۱۴۰۱ھ۔

فرض نماز میں ایک سانس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا:

(سوال ۷۷) ایک طویل مدت سے میں امام ہوں، اور میری عادت یہ ہے کہ میں فرض نمازوں میں پوری سورۂ فاتحہ ایک سانس میں پڑھتا ہوں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے اور وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے کیا میری یہ عادت قابل اعتراض اور واجب الترک ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ فرض نمازوں میں امام کا ایک سانس میں الحمد شریف پڑھنا کوئی کمال اور خوبی کی بات نہیں ہے، اور اس کی عادت کر لینا ناپسندیدہ ہے اور کراہت تنزیہی سے خالی نہیں، لہٰذا جو حضرات اعتراض کرتے ہیں اور اچھا نہیں سمجھتے وہ بجا ہے ترتیلاً اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

"بندہ جب نماز میں الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے حمدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف کی) پھر الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اثنی علی عبدی (میرے بندے نے میری ثنا کی) پھر جب مالک یوم الدین پڑھتا ہے تو باری تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے مجدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف میری بزرگی بیان کی، پھر ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ھذا بینی وبین عبدی (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ طلب کرے) پھر پڑھتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتے) ہیں کہ یہ بندہ کی خاص حاجتیں ہیں اور میں اپنے بندہ کو جو کچھ مانگتا ہے دوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے ملاحظہ ہو۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ...... انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسئال فاذا قال الحمد للہ رب العالمین قال اللہ تعالیٰ حمد نی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبدو ایاک نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ماسال رواہ مسلم (مشکوۃ شریف ص ۷۸، ص ۷۹ باب القرأۃ فی الصلوۃ)

نیز ترمذی شریف میں حدیث ہے عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قرأتہ یقرء الحمد للہ رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقرء ھا ملک یوم الدین ھذا حدیث غریب وبہ یقرء ابو عبیدۃ ویختارہ (ترمذی شریف ص ۱۱۶ ج ۲، ابواب القراءۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"ایک استفتاء آیا کہ ایک صاحب امام ہیں وہ ایاک نستعین پر وقف نہیں کرتے بلکہ اس کے نون کو اھدنا

کی ہا، سے ملا کر (نھدنا الصراط المستقیم) پڑھتے ہیں، نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوج داری ہوگئی۔" میں نے لکھا کہ اس طرح پڑھنا جائز تو ہے مگر جب کہ سب سمجھدار ہوں ورنہ ایسے امام کو معزول کردو جو بضد ہو کر) فتنہ برپا کرے اور موقع محل نہ سمجھے یہ کم حوصلہ لوگوں کی باتیں ہیں، اپنی علمی لیاقت جتلانے کے لئے نئے نئے کام کرتے ہیں، یہاں سے ایک طالب علم پڑھ کر لوہاری میں گئے وہ بھی احدن اللہ الصمد پڑھتے تھے، لوگوں نے نکال باہر کیا (کلمۃ الحق ص ۱۶۸ قسط ہشتم)

الحاصل فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت قابل ترک ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۱ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ۔

نماز میں قراءت کی مقدار مسنون:

(سوال ۷۸) امام کو فرض نماز میں کتنی مقدار میں قرأت پڑھنا چاہئے؟ اس کے لئے مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے امام صاحب ہر نماز میں (مغرب ہو یا عشاء یا فجر) بالکل ہی مختصر قرأت اور جلدی جلدی پڑھتے ہیں مثلاً سورۂ نصر، سورۂ تکاثر، سورۂ فیل، سورۂ کوثر، سورۂ والناس، رکوع سجدہ بھی نہایت عجلت کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ان کو کچھ کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ مختصر نماز پڑھاؤ، آپ اس مسئلہ پر مفصل دلائل کے ساتھ روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیں، نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ طوال مفصل اوساط مفصل، قصار مفصل کا کوئی حدیث سے ثبوت ہے اگر ثبوت ہو تو وہ بھی ضرور تحریر کریں بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو مختصر اور ہلکی نماز پڑھائے کہ جماعت میں بیمار ضعیف اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیھم السقیم والضعیف والکبیر واذا صلی احدکم لنفسہ فلیطول ماشاء متفق علیہ (مشکوۃ شریف ص ۱۰۱ باب الامامۃ) ایک اور روایت میں ہے فایاکم ماصلی بالناس فلیتجوز فان فیھم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ متفق علیہ یعنی تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے کہ نمازیوں میں ضعیف بڑی عمر والے اور ضرورت مند لوگ (بھی) ہوتے ہیں (مشکوۃ شریف ص ۱۰۱ ایضاً)

لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرأت کی جو مسنون مقدار ہے عام حالات میں (یعنی امن کی حالت میں ہو کوئی ہنگامی صورت نہ ہو) اس مقدار مسنونہ سے بھی کم کردی جائے یا رکوع یا سجود کا جو مسنون طریقہ ہے اور تعدیل ارکان جس کی احادیث میں بہت ہی تاکید آئی ہیں اسے چھوڑ دیا جائے، حدیث میں ہے عن جابر رضی اللہ عنہ قال کان معاذ بن جبل یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی فیؤم قومہ فصلی لیلۃ مع النبی صلی اللہ علیہ وسم العشاء ثم اتی قومہ فامھم فافتتح بسورۃ البقرۃ فانحرف رجل فسلم ثم صلی وحدہ وان صرف فقالوا لہ انا فقت یا فلان قال لاواللہ لا تین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا اصحاب نواضح نعمل بالنهار وان معاذ صلی معک العشاء ثم اتی قومہ فافتتح

بسورة البقرة فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على معاذ فقال يا معاذ افتان انت اقرأ والشمس وضحها والليل اذا يغشى وسبح اسم ربك الاعلىٰ متفق عليه (مشكوة شريف ص ۷۹ باب القرأة فى الصلوة)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں امامت کی اور سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کی تو ایک شخص جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور تنہا نماز پڑھ کر چلے گئے، صحابہؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم منافق تو نہیں ہو گئے؟ انہوں نے کہا واللہ میں منافق نہیں ہوا، اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات کہوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم اونٹ والے ہیں (باغات اور کھیتوں کو سیراب کے لئے) پانی کھینچتے ہیں اور دن بھر محنت کرتے ہیں، حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو والشمس وضحها اور والضحى اور والليل اور سبح اسم ربك الاعلىٰ پڑھو۔ (مشکوۃ شریف)

اس حدیث میں غور کیجئے باوجود اس کے کہ حضرت معاذ کے مقتدیوں میں تھکے ماندے لوگ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے طویل قرأت پڑھنے کی شکایت کی گئی تھی اس موقع پر آپ نے والشمس وضحها وغیرہ سورتیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور وہ عشاء کی نماز کا واقعہ ہے، لہذا عشاء میں کم از کم اتنی مقدار پڑھنا مسنون ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے عن سليمان بن يسار عن ابی هريرة قال ما صليت وراء احد اشبه صلوة برسول الله صلى الله عليه وسلم من فلان قال سليمان صليت خلفه فكان يطيل الركعتين الاوليين من الظهر ويخفف الاخريين ويخفف العصر ويقرأ فى المغرب بقصار المفصل ويقرأ فى العشاء بوسط المفصل ويقرأ فى الصبح بطوال المفصل رواه النسائى (مشكوة شريف ص ۸۰، ۸۱ باب القرائة فى الصلوة) یعنی سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا میں نے فلاں شخص کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز کے بہت مشابہ ہے (فلاں سے مراد حضرت علیؓ یا کوئی مدینہ کے حاکم ہیں مظاہر حق ج ۱ ص ۲۸۶) سلیمان بن یسار فرماتے ہیں میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبی اور آخری دو رکعتوں کو مختصر (چھوٹی) پڑھاتے تھے اور عصر کی نماز مختصر پڑھاتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھاتے تھے (مشکوۃ شریف ص ۸۰)

فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ حالة الاضطرار فى الحضر وهو ضيق الوقت او الخوف على نفس او مال ان يقرء قدر مالا يفوته الوقت او الامن هكذا فى الزاهدى. الى قوله. وسنتها فى الحضر ان يقرء فى الفجر باربعين او خمسين آية سوى فاتحة الكتاب وفى الظهر ذكر فى الجامع الصغير مثل الفجر وذكر فى الاصل او دونه وفى العصر والعشاء فى الركعتين عشرين آية سوى فاتحة الكتاب وفى المغرب يقرء فى كل ركعة سورة قصيرة هكذا فى المحيط واستحسنوا فى الحضر طوال المفصل فى الفجر والظهر واوساطه فى العصر والعشاء وقصاره فى المغرب كذا فى

الوقاية، وطوال المفصل من الحجرات الى البروج والاوساط من سورة البروج الىٰ لم يكن والقصار من سورة لم يكن الى الاخر هكذا فى المحيط والوقاية ومنية المصلى (عالمگیری ص ۷۴ ج ۱، کتاب الصلوة باب نمبر ۴ فصل فى القراءة)

عمدۃ الفقہ میں ہے (جسے مذکورہ عبارت کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے (۱) حضر میں یعنی جب کہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا، چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے، ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ اور بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت (یعنی پہلی دو رکعتوں) میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن و مستحب یہ ہے کہ حضر میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورۂ بروج اس میں شامل ہے) عشاء اور عصر میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورہ والطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک رہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے (۲) اگر حضر میں اضطرار ہو اور وہ یہ ہے کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھ لے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱۶)

درمختار میں ہے وفى الضرورة بقدر الحال (و) يسن (فى الحضر) لامام ومنفرد ذكره الحلبى والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات الى اخر البروج (فى الفجر والظهر) ومنها الىٰ اخر لم يكن (اوساطه فى العصر والعشاء) باقيه (قصاره فى المغرب) اى فى كل ركعة سورة مما ذكره الحلبى (درمختار مع شامى ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ باب القراءة)

شامی میں ہے لتا یدہ بالاثر الوارد عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کتب الى ابى موسى الاشعرى ان اقرأ فى الفجر والظهر بطوال المفصل وفى العصر والعشاء باوساط المفصل وفى المغرب بقصار المفصل قال فى الكافى وهو كالمروى عن النبى صلى الله عليه وسلم لان المقادير لا تعرف الا سماعاً (شامی ج ۱ ص ۵۰۵ فصل فى القراءة فى الصلوة)

غاية الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے: اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضا ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو، کذا فی الطحطاوی۔

ویُسن : اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہیں فجر و ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لئے مسنون ہونے کو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ان کو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأۃ مسنون امام کے مثل ہے۔ الی قولہ۔ اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشاء میں پڑھنا مسنون ہے، اور باقی مفصل صورتیں یعنی لم یکن سے

آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۵۱ فصل فی القراءۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

قوم کی سستی کی وجہ سے قرأت کی مقدار مسنونہ سے کم کرے یا نہ کرے اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے، درمختار میں ہے وفی الشرنبلالیۃ ظاهر حديث معاذ انه لا يزيد على صلوة اضعفهم مطلقا ولذا قال الكمال الا لضرورة وصح انه عليه الصلوة والسلام قرأ بالمعوذتين فى الفجر حين سمع بكاء صبى . (درمختار)

شامی میں ہے (قوله وفى الشرنبلالية) مقابل لقوله زائداً على قدر السنة وحاصله انه يقرأ بقدر حال القوم مطلقاً اى دون القدر المسنون وفيه نظر اما او لا فلانه مخالف للمنقول عن السراج والمضمرات كما مرو اما ثانياً فلان القدر المسنون لا يزيد على صلوة اضعفهم لانه كان يفعله صلى الله عليه وسلم مع علمه بانه يقتدى به الضعيف والسقيم ولايتركه الا وقت الضرورة واماثالثاً فلان قراءة معاذ لما شكاه قومه الى النبى صلى الله عليه وسلم وقال افتان انت يامعاذ انما كانت زائدة على القدر المسنون قال الكمال فى الفتح وقد بحثنا ان التطويل هو الزيادة على القراءة المسنونة فانه صلى الله عليه وسلم نهى عنه ...... الى قوله ...... فقد ظهر من كلامه . انه لا ينقص عن المسنون الا بضرورة كقرائته بالمعوذتين لبكاء الصبى وظهرمن حديث معاذانه لا ينقص عن المسنون لضعف الجماعة لانه لم يعين له دون المسنون فى صلوة العشاء بل نهاه عن الزيادة عليه مع تحقق العذر فى قومه فما استظهره الشر نبلالى من الحديث وحمل عليه كلام الكمال غير ظاهر (شامی ج ۱ ص ۵۲۸ باب الامامة)

غایۃ الاوطار میں ہے (اس میں علامہ شامی کی مذکورہ تحقیق کا خلاصہ ہے) "وفی الشرنبلالیۃ" اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرأت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذؓ نے سورۂ بقرہ عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذ کی شکایت کی تو آپ نے ان کو فرمایا کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو والشمس وضحها وسبح اسم اور اقراء اور واللیل پڑھا کرو، شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جائے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرے جو عشاء میں مسنون ہیں باوجود یہ کہ حضرت معاذ کی قوم کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب علامہ کمال الدین (صاحب فتح القدیر) کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کریں مگر ضرورت کی وجہ سے یہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے

جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے وصح انه عليه الصلوة والسلام قرأ بالمعوذتين فى الفجر حين سمع بكاء صبى اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب کہ ایک بچہ کا رونا سنا نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت ﷺ نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہیں اس کی ماں نہ گھبراوے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۶۲ ص ۲۶۳ ج ۱، باب الامامۃ)

لہٰذا صورت مسئولہ میں عام حالات میں امام صاحب کو قرأت کی مقدار مسنونہ کا خیال رکھنا چاہئے ہر نماز میں اتنی چھوٹی سورتیں پڑھنا جو سوال میں مذکور ہیں خلاف سنت ہوگا اور کاہلی ہوگی اور حدیث کا غلط سہارا لینا ہوگا اور فی الجملہ منافقین کی خصلت کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی، قرآن میں ہے واذا قاموا الى الصلوة قاموا كسالى يراء ون الناس ولايذكرون الله الا قليلاً .

ترجمہ:۔ اور جب منافقین نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (قرآن مجید پارہ نمبر ۵ آخری رکوع ترجمہ حضرت تھانویؒ) البتہ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا سنت کے مطابق ہوگا یا کوئی خاص ضرورت کے وقت (جیسے کہ وقت تنگ ہو یا کوئی خوف کی حالت ہو جیسے محلہ میں آگ لگ گئی ہو وغیرہ) حالت کے مطابق قرأت پڑھے تو یہ صورت مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ کی عبارت سے واضح ہے۔

اسی طرح رکوع اور سجدہ قومہ اور جلسہ بھی اطمینان کے ساتھ سنت طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے احادیث میں اس کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے عن ابى هريرة رضى الله عنه ان رجلاً دخل المسجد و رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس فى ناحية المسجد فصلى ثم جاء فسلم ...... الخ یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آئے، اور انہوں نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آئے اور سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وعليك السلام ارجع فصل فانك لم تصل وعليك السلام واپس جاؤ، نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے، فرمایا جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان
سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اسی طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن ادا کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۳۶ ص ۱۴۰ ج ۵)

نیز ایک اور حدیث میں ہے عن ابى قتادة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم اسوء الناس سرقةً الذی یسرق من صلوته قالوا یا رسول الله و کیف یسرق من صلوته قال لا یتم رکوعها ولا سجودها رواه احمد یعنی حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چراتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب السجود وفضلہ)

اس کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۲ اردو میں شائع ہوا ہے وہ ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ (جدید ترتیب کے مطابق صفۃ الصلاۃ میں قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرنے کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۳۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے؟:

(سوال ۷۹) ہمارے امام صاحب بہت پست آواز سے قرأت کرتے ہیں پہلی صف والے بھی بہت غور سے سنیں تب بھی ان کو سنائی نہیں دیتا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام بلند آواز خوش الحان تجوید کے مطابق صحیح صحیح قرأت کرنے والا ہونا چاہئے جو اس قدر بلند آواز سے پڑھے کہ تمام مصلی یا جماعت کا اکثر حصہ ان کی آواز سن سکے اور اگر امام صاحب کی آواز اتنی پست ہو کہ تمام یا اکثر مصلی ان کی آواز نہ سن سکیں تو کم از کم اگر پہلی صف کے آس پاس کے مصلی ان کی آواز سن سکتے ہوں تو نماز ہو جائے گی مگر ایسے پست آواز والے کو امام بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

درمختار میں ہے وادنی (الجهر اسماع غیره و) ادنی (المخافتة اسماع نفسه) ومن یقربه فلو سمع رجل اور جلان فلیس بجهر والجهر ان یسمع الکل خلاصة (درمختار مع شامی ص ۴۹۸ ج اول فصل فی القراءة)

غایۃ الاوطار میں ہے وادنی الجهر اسماع غیره وادنی المخافتة اسماع نفسه ومن یقربه اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب نہ ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو، خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہ ہوگا، جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصہ) قہستانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہئے کہ جہر نہ ہو، شامی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گردو پیش کے سب آدمی لئے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو۔ (غایۃ الاوطار ص ۲۴۹ ج اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سری قراءت کا درجہ:

(سوال ۸۰) سری نماز میں قرأت کس طرح پڑھنا چاہئے، تصحیح حروف کافی ہے یا کسی قدر آواز ہونا ضروری ہے؟ بینوا

توجروا۔

(الجواب) احوط قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز خود سن سکے، یہ ہندوانی کا قول ہے، بہت سے محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور شامی میں اسی کو واضح کہا ہے، دوسرا قول امام کرخیؒ کا ہے کہ صرف تصحیح حروف کافی ہے، اگر اس کے مطابق بھی عمل کر لیا جائے تو نماز ہو جائے گی، پہلے قول پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، احتیاط اسی میں ہے۔[1] امداد الفتاویٰ میں ہے۔

درجۂ ادنیٰ قراءت سریہ:

(سوال ۸۱) نماز میں قرأت کو قاری نہ سنے تو نماز نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے، اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شور وغل کے نہیں سن سکتا یا بہرا ہے کیونکہ ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت کو دور کے لوگ بھی سن لیں اور ادنیٰ یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ ہے یہ ہے کہ قاری کی قرأت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگرچہ برابر کھڑا ہو، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ حنفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے، بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کون سا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

(الجواب) فی الدر المختار فصل القرائة وادنیٰ الجهر اسماع غیره وادنی المخافتة سماع نفسه.
اور ردالمحتار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کر کے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس میں احتیاط تھی لہذا بہشتی زیور کے مؤلف نے اسی کو اختیار کیا، اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے، کذا فی ردالمحتار پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہو جاوے گی واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج اص ۲۳۵ جدید مطبوعہ دیوبند)

مندرجہ بالا جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی صحت کے لئے کم از کم تصحیح حروف ضروری ہے اس سے کم درجہ کی محض تصوری قرأت یعنی سورۂ فاتحہ وغیرہ کا صرف تصور کر لے اور دل میں پڑھ لے زبان اور ہونٹوں کو بالکل حرکت نہ ہو اس سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) قوله وادنی الجهر اسماع غیره الخ اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القرأة علی ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی والفضلی لوجودها خروج صوت لیصلی الی اذنه وبه قال الشافعی وشرط بشر المرسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن یشترط کونه مسموعاً فی الجملة حتی لو ادنی صماخه الیٰ فیه یسمع ولم یشترط الکرخی وابو بکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الهندوانی وکذا فی معراج الدرایة ونقل فی المجتبیٰ عن الهندوانی لایجزیه مالم تسمع اذناه ومن یقربه ــــ وذکر ان کلا من قولی الهندوانی والکرخی مصححان وان ماقاله الهندوانی أصح وأرجح لاعتماد اکثر علمائه علیه شامی فصل فی القراة ج ۱ ص ۵۳۴.

افضل یہ ہے کہ امام سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھے:

(سوال ۸۲) تفسیر ہدایت القرآن تالیف حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری پارہ نمبر۱۴ سورۂ الحجر کی آیت نمبر ۸۷ سبعاً من المثانی کے بابت فرمایا: حضور ﷺ سورۂ فاتحہ کو سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اس سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آیتیں الگ الگ پڑھ کر لوگوں کو بتلائیں کہ اس طرح حضور ﷺ ہر آیت کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام اس طرح الگ الگ کر کے نہ پڑھے بلکہ پوری سورت دو تین وقفوں سے پڑھ لے تو کس درجہ کی غلطی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھی جائے، امام، عوام اور تخفیف کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی کبھی دو تین سانس میں پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کی عادت نہ بنائے،(۱) حدیث میں ہے من ام قوماً فلیخفف الخ. مشکوۃ ص ۱۰۱ باب الامامۃ. تراویح میں بھی سورۂ فاتحہ اسی طرح پڑھے لیکن تراویح میں تخفیف اور عوام کا لحاظ کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ کو دو تین سانس میں پڑھنے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ صاف صاف پڑھے کہ مقتدی سمجھ سکیں لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب نہ کرے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کی قرأت بھی ترتیلاً پڑھے اور حدراً بھی پڑھ سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۸۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب ہمیشہ نماز میں جب جہری قرأت پڑھتے ہیں تو اس میں مد منفصل پر قصر کرتے ہیں تو فن تجوید کے قاعدہ کے موافق بروایت حفص قصر جائز ہے یا نہیں؟ اگر بالفرض جائز ہے تو طول یا توسط اولیٰ ہے یا قصر اولیٰ ہے اس لئے کہ بہت سے مدرسہ کے طلبہ نماز میں شامل ہوتے ہیں تو وہ بھی اس کے عادی ہو جائیں گے تو امام صاحب کو قصر کی عادت بنالینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مد منفصل جائز کی مقدار ۳ یا ۴ الف ہے اور قصر بھی جائز ہے کوئی ایک مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، لہذا امام بھی تینوں پر عمل کرے، گاہے طول، گاہے توسط، گاہے قصر، ہمیشہ قصر نہ کرے تاکہ طلبہ کو عجیب سا معلوم نہ ہو اور مسئلہ سے بھی واقف ہو جائیں، امام نماز میں خلط ملط نہ کرے جو مقدار شروع سے اختیار کرے آخر تک اسے نبھائے۔ جزری میں ہے۔

والمد لازم وواجب اتیٰ
وجائز وهو وقصر ثبتا
وجائز اذا اتی منفصلا
او عرض السکون وقفا مسجلاً

(۱) وفی الحجة يقرأ فی الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفی التراويح بين بين الخ درمختار علی هامش شامی فصل فی القراءة ج ۱ ص ۵۴۱ ج

مد کی تیسری قسم مد جائز ہے کہ اس میں مد اور قصر دونوں درست ہے الخ (شرح جزری ص ۵۸) تجوید مبتدی میں ہے (۴) مد جائز (یا) منفصل: حروف مدہ کے بعد اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہاں مد کرنا چاہئے جیسے قالوا امنا مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور قصر بھی جائز ہے۔ (شرح ہندی جزری) (تجوید مبتدی ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت:

(سوال ۸۴) بعض مرتبہ فرض نماز میں امام پر نسیان طاری ہوتا ہے، اس وقت مقتدی لقمہ دے سکتا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فرض نماز میں امام کا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد کسی کا لقمہ قبول کر لینا نماز کو فاسد کر دے گا، اس مسئلہ کے متعلق تفصیل درکار ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام سے فرض نماز میں قرأت میں بھول لئے یا تشابہات وغیرہ کی وجہ سے غلطی ہو جاوے تو دیکھا جائے گا اگر یہ چوک سورۂ فاتحہ اور ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد ہوئی تو رکوع کرے، مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے اور مقتدی کو بھی چاہئے کہ عجلت سے کام نہ لے لیکن اس کے باوجود کسی مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے لقمہ قبول کر لیا تو صحیح قول کے بموجب نماز درست ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے بخلاف فتحه علی امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح و آخذ بكل حال (قوله بكل حال) ای سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة ام لا انتقل الیٰ آية اخری ام لا تكرر الفتح ام لا هو الاصح نهر (درمختار مع الشامی باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ج ۱ ص ۵۸۲) یعنی مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ مقتدی کی چاہے امام بقدر ضرورت (فرض وواجب) قرأت کر چکا ہو یا نہ کئے ہو، لیکن حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی در باب لقمہ جلدی نہ کرے، کیونکہ لقمہ دینا تعلیم وتعلم کی ایک ظاہری صورت ہے جو بلا ضرورت مکروہ ہے، امام کو خصوصی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کریں بایں طور کہ ایک آیت یا کلمہ بار بار پڑھتا رہے یا خاموش کھڑا رہے جس سے مقتدی لقمہ دینے پر مجبور ہو، اگر بقدر واجب (ایک روایت کے مطابق بقدر مستحب) قرأت کر چکا ہے تو رکوع کرے یا اگلی آیت یا سورت پڑھنا شروع کر دے۔

وينبغی للمقتدی ان لا يعجل بالفتح وللامام ان لا يلجئهم اليه بل يركع اذا جاء اوانه او ينتقل الیٰ آية اخری (هدايه ج ۱ ص ۱۱۶ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها) و كذا فی فتاویٰ هنديه ج ۱ ص ۶۳) فقط والله اعلم بالصواب

نماز میں قرأت کی غلطی درست کرلی:

(سوال ۸۵) امام صاحب نے قرأت میں ایسی فاحش غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدیوں میں سے کسی نے فوراً لقمہ دیا اور غلطی درست کرلی ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب قرأت کی غلطی بذات خود درست کر لے یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کرلے تو حرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر نماز صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلوته جائزۃ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)(فتاویٰ الفتح الرحمانی ج ۱ ص ۱۶۳)(مجموعہ فتاویٰ سعدیۃ ص ۵۲)(فتاویٰ عماد الدین ص ۱۶۴)(امداد الفقہ ج ۲ ص ۱۳۰)فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ھا۔ کی آواز نکلنا:

(سوال ۸۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ امام صاحب سے نماز پڑھانے میں تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ میں اللہ ھا کبر نکلتا ہے اور رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ میں بھی ہا نکلتا ہے یعنی سمع اللہ ھلمن حمدہ پڑھا جاتا ہے اور بعض وقت قرأت میں بھی ہا کی آمیزش ہو جاتی ہے، اور اسی طرح السلام ھا علیکم پڑھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام صاحب کے گلے میں تکلیف ہے اور یہ تکلیف دائمی ہے اور لاعلاج ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے امام کو نماز پڑھانا چاہئے، اور اس طرح پڑھانے میں کوئی کراہت تو نہیں آتی، ہمارے یہاں اس کا بہت چرچا ہو رہا ہے، برائے کرم مفصل جواب عطا فرمائیں۔

(الجواب) آپ کا سوال ملا، آپ کی مسجد کے امام صاحب نے نماز ٹیپ کر کے سنانے کی بات ہوئی چنانچہ وہ صبح (فجر) کی نماز ٹیپ کر کے لائے اور اسے احقر نے سنا اور ان سے زبانی پڑھوا کر بھی سنا مجھے تو ان کی نماز میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی جس کی وجہ سے نماز مکروہ یا فاسد معلوم ہوتی ہو، لہذا ان کی امامت میں شک وشبہ نہ کیا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم:

(سوال ۸۷) ہمارے محلہ کے امام صاحب سے محلے کے اکثر لوگ یعنی ۹۰ فیصد مصلی ناراض ہیں، ناراضگی کی وجوہات یہ ہیں (۱) حسد کی وجہ سے امام صاحب غیر مسلم سے جادو کراتے ہیں جادو اپنی بیوی کے اوپر بھی اسی ہندو سے کرایا تھا، یہ بات جادو کرنے والے نے پروف (دلائل) کے ساتھ تسلیم کر لی ہے کہ اسی امام صاحب نے ایک بھائی پر اور ان کی بیوی پر مجھ سے جادو کا عمل کرایا ہے، اسی بنا پر بیوی کو پتہ چل جانے پر گھر بیٹھی ہے، اور طلاق مانگ رہی ہے (۲) یہ امام صاحب مالدار ہیں ان کے پاس مکان (فلیٹ) زمین اور بہت سی رقم ہے، اس کے باوجود زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ اور بیاج مانگتے ہیں اور لیتے ہیں اور گھر کی ضروریات نئی کپڑے (بغیر سلے ہوئے) محلے والوں سے مانگتے رہتے ہیں مگر کسی بھی چیز کا اور کپڑوں کا استعمال نہیں کرتے اور ہمیشہ پرانے اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھاتے ہیں، غریبی کا ہمیشہ ڈھونگ رچا کر گھومتے ہیں (۳) مسجد کے جماعت خانہ میں لنگی پہن کر سوتے ہیں جو لنگی اوپر تک اٹھ جاتی ہے مگر ان کو نیند میں خیال نہیں رہتا، محلے والے بار بار اس بارے میں اعتراض کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں مگر نہیں مانتے (۴) مسجد میں جماعت خانہ میں نماز کے وقت بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں اور خراٹے بھرتے ہیں، کبھی کبھی تو نماز پڑھاتے ہوئے قعدہ میں سو جاتے ہیں، قعدہ میں بہت دیر ہونے پر مصلی وغیرہ حضرات کے کھانسنے پر نماز کا سلام پھیرتے ہیں ۔(۵) بہت سی مرتبہ گالیاں بولتے ہیں (۶) محلے میں کئی مرتبہ کھڑے ہو کر نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات

چیت بھی کرتے ہیں (۷) جب کرکٹ میچ ہوتا ہے تو مسجد کے آس پاس کے مکانات میں جا کر ٹی وی پر میچ دیکھتے ہیں اور غزل شاعری، قوالی کا پروگرام ہوتا ہے اس میں شریک ہوتے ہیں، شریعت کے مطابق امام صاحب کو جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، اکثر جان بوجھ کر بیمار ہو جانے کا ڈھونگ کرتے ہیں، کیا ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز ہو جاتی ہے۔

(الجواب) اسلام میں منصب امامت کی بہت ہی اہمیت ہے، یہ منصب بہت باعزت باوقار اور باعظمت دینی اہم شعبہ ہے، یہ مصلی رسول اللہ ﷺ کا مصلی ہے، امام نائب رسول ہوتا ہے، امام مقتدیوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایلچی اور قاصد ہوتا ہے اس لئے جو سب سے بہتر ہو اسے امام بنانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز درجہ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو نیک اور بہتر ہو وہ تمہاری امامت کرے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہے ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤ مکم، خیارکم وسکت عنه (شرح نقایہ ۱/ ۸۶ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۲۴) فقہ کی مشہور کتاب نور الایضاح میں ہے فالاعلم احق بالامامۃ ثم الاقراء ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقاً ثم الاحسن وجھا ثم الاشرف نسباً ثم الاحسن صوتاً ثم الانظف ثوباً (نور الایضاح ص ۸۳، ۸۴، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ) امامت کا حق دار وہ ہے جو دین کے امور کا زیادہ جاننے والا ہو (خصوصاً نماز کے مسائل کا زیادہ جاننے والا ہو) پھر وہ شخص جو قرآن شریف تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو پھر وہ جو عمر میں زیادہ بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو پھر وہ جو خوبصورت اور باوجاہت ہو پھر وہ جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہنتا ہو (نور الایضاح)

لہذا امام کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقائد نیک متقی، نماز کے مسائل سے واقف دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک وصاف ہو۔ الاولیٰ بالامامۃ اعلمھم باحکام الصلوٰۃ...... الیٰ...... ویجتنب الفواحش الظاھرۃ (عالمگیری ۱/ ۸۳ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) فاسق وفاجر کو امام نہ بنانا چاہئے، حدیث میں ہے لا یؤم فاجر مومناً فاجر شخص مومن کی امامت نہ کرے (ابن ماجہ ص ۵۵) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) کبیری میں ہے۔ لوقدموا فاسقًا یاثمون۔ اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گناہ گار ہوں گے (کبیری ص ۴۹۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو بہت ہی زیادہ محتاط متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے، سوال میں امام سے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں اگر درحقیقت وہ تمام باتیں بالکل صحیح ہو، ان پر الزام نہ ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امامت کے منصب کے ہرگز لائق نہیں، برطرف کر دینے کے قابل ہے، برطرف کر دینے کا جو حکم لگایا ہے حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، حدیث میں ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے، ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا آنحضرت ﷺ یہ دیکھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے، اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور بتا دیا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقع کا تذکرہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہاں میں نے کہا تھا"...... راوی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو

اذیت پہنچائی تھی ...... ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة و رسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ لا یصلی بکم فاراد بعد ذلک ان یصلی بهم فمنعوه واخبرو بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم وحسبت انه قال انک قال انک آذیت الله ورسوله صلی الله علیه وسلم .(ابوداؤد شریف ص ۶۷ ج ۱ ، باب فی کراهة البزاق فی المسجد)فقط والله اعلم بالصواب .

قراءت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟

بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد؟:

(سوال ۸۸) فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قراءت میں سترہویں پارے کی کچھ آیتیں پڑھ کر امام رک گیا، دوسری مرتبہ ایک آیت لوٹائی مگر یاد نہ آئی تو سورۂ اعلیٰ پارۂ عم سے پڑھی بعدہٗ دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھی. اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی رکعت کی آیت اتنی ہوگئی تھی کہ نماز ہوجائے، یعنی بقدر واجب پڑھی تھی، اس کے باوجود سورۂ اعلیٰ پڑھی تو یہ قابل اعتراض ہے یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟ بعض مقتدی کہتے ہیں کہ نماز ہوجائے اتنی قراءت ہوگئی تھی تو پھر سورۂ اعلیٰ کیوں پڑھی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرأت کم ہونے کی وجہ سے ایسا کیا، اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو دوسری رکعت میں بھی اتنی ہی قراءت کرنی پڑتی، اگر دوسری رکعت میں قراءت لمبی کی جاتی تو مستحب کے خلاف ہوتا مگر مقتدیوں کو اطمینان نہیں ہوا، لہٰذا بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے کہ امام صاحب نے جو کیا صحیح کیا یا غلط کیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام صاحب نے جو کیا صحیح ہے، غلط نہیں ہے، نماز بلا کراہت ادا ہوگئی، اعتراض بیجا ہے ، بقدر حاجت قرأت پڑھ لی ہو تو رکوع کرے اس سے مراد بقدر واجب ہی نہیں ہے بلکہ بقدر مسنون اور مقدار مستحب بھی ہے، چنانچہ فقہاءؒ فرماتے ہیں بل ینتقل الیٰ آیة اخری او یر کع ان قرأ القدر المستحب وقیل قدر الفرض والاول هو الظاهر (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۵ باب ما یفسد الصلاة) او یر کع ان قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی وغیره وفی روایة قدر المستحب کما رجح الکامل بانه الظاهر من الدلیل الخ (شامی ص ۵۸۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)(بهشتی زیور ج ۱ ص ۲۷)اور علم الفقہ ج ۲ ص ۱۱۱ میں بھی بقدر مسنون والے قول کو اختیار کیا گیا ہے، ملاحظہ کرلیں ۔ البحر الرائق میں ہے: واختلفت الروایة فی وقت اوان الرکوع ففی بعضها اعتبراو انه المستحب وفی بعضها اعتبر فرض القراءة فیعنی اذا قرأ مقدار ما تجوز به الصلوة رکع کذا فی السراج الوهاج (ج ۲ ص ۶ ایضاً) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة میں ہے: بل یرکع ان کان قرأما تجو به الصلوة اوینتقل الیٰ اية اخری(ج ۱ ص ۱۹۱ ایضاً)فتح القدیر میں ھے : قال بعضهم ینبغی ان لا یلجئهم الیه بل ینتقل الیٰ آیة اخری او یر کع اذا قرأ المستحب صرفا للصلوة عن الزوائد هذا هو الظاهر من جهة الدلیل(ج ۱ ص ۲۸۴ ایضاً)فقط والله اعلم بالصواب ۱۴ ، صفر ۱۳۸۰ھ

اللہ اکبر کی باء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے:

(سوال ۸۹)امام صاحب اللہ اکبر کی باء کی کھینچتے ہیں، ابھی معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوتی، یہ امام صاحب ایک سال سے نماز پڑھاتے ہیں اب ہم اپنی نمازیں کب سے لوٹائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اکبر کی ب کو بڑھا کر پڑھنے والا نماز کا شروع کرنے والا نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ ولو مد بهمزة الجلالة او اکبر او بائه لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۰) وان قال الله اکبار باد خال الف بین الباء والراء لا یصیر شارعاً وان قال ذلک فی خلال الصلوة تفسد صلوته قیل لانه اسم من اسماء الشیطان وقیل لانه جمع کبر بالتحریک وهو الطبل وقیل یصیر شارعاً ولا تفسد صلوته لانه اشباع والاول اصح (کبیری شرح منیه ص ۲۵۷ مفسدات صلوة)

لہٰذا اس طرح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں جتنی نمازیں ادا کی گئیں وہ سب ہی قابل اعادہ ہیں ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۱۶ رجب ۱۳۸۸ھ ۔

امام نے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی:

(سوال ۹۰) ہمارے یہاں ایک شخص نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں انہوں نے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط کے بجائے ضرب الله مثلا للذین امنوا امرأة نوح وامرأة لوط پڑھا اور یہ صورت تین آیات کے بعد واقع ہوئی، تو اب یہ نماز درست ہوئی یا نہیں اور کیا اعادہ واجب ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں اگرچہ مذکور غلطی تین آیت پڑھ لینے کے بعد واقع ہوئی ہے نماز فاسد ہوگی وان تغیر المعنی بان قرأ ان الابرار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم ، او قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک هم شر البریة ، او قرأ وجوه یومئذ علیها غبرة اولئک هم المؤمنون حقا، تفسد صلوته لان الخبر بخلاف ما اخبر الله تعالیٰ به (فتاویٰ قاضی خان فصل فی القراة القرآن خطأ الخ ج ۱ ص ۷۴)

لہٰذا نماز دوبارہ پڑھی جائے اور اگر نماز میں اسی وقت اصلاح کرلی جاتی تو نماز درست ہوجاتی ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۹۱) میں نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی بعد میں معلوم ہوا کہ میں جنبی تھا اور مجھے غسل کی حاجت تھی تو میری اور مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس دن کون کون مصلی تھے میں پریشان ہوں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رہنمائی فرمائیں ۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی ۔ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو تنہا تنہا خبر کردے یا نماز کے وقت اعلان کردے کہ فلاں دن فجر کی نماز میں جو جو حضرات تھے وہ اپنی نماز کا اعادہ کر

لیں جن مقتدیوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے وہ معذور ہیں۔ درمختار میں ہے۔ (واذا ظهر حدث امامه) وكذا كل مفسد فى رأى مقتد (بطلت فيلزم اعادتها) لتضمنها صلوة المؤتم صحة وفساداً كما يلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب الخ (درمختار مع الشامى ج ۱ ص ۵۵۳ باب الامامة) فقط والله اعلم بالصواب

نماز میں میں آستین چڑھانا:

(سوال ۹۲) ایک شخص کی یہ عادت ہے کہ بحالت نماز دونوں ہاتھوں کی آستین گرمی کی وجہ سے اوپر چڑھا لیتا ہے تو اس سے نماز میں نقص آئے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں دونوں ہاتھوں کی آستین اوپر چڑھانا یہ عمل کثیر ہے اس وجہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایسی حرکت سے احتراز لازم ہے۔ ''شامی'' میں ہے اما لو شمر وهو فيها تفسد لانه عمل كثير . یعنی آستین چڑھی ہوئی حالت میں نماز شروع کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر نماز پڑھنے کی حالت میں آستین چڑھائے گا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہوجائے گی۔ (مکروہات الصلاۃ ج ا ص ۵۹۹)

وضو کے لئے یا اور کسی سبب سے آستین چڑھائی ہوں تو اتار لیوے پھر نماز شروع کرے اگر آستین چڑھی ہوئی حالت میں امام کے ساتھ رکعت پالینے کے شوق میں نماز میں داخل ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی اتار لیویں کہ جس سے عمل کثیر لازم نہ آوے آستین چڑھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا یا آدھی آستین والا قمیص پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ا ص ۵۹۹ ایضاً) میں ہے۔ و مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لادراك الركعة مع الامام واذا دخل فى الصلوة كذلك وقلنا بالكراهة فهل الافضل ارخاء كميه فيها بعمل قليل او تركهما لم اره والاظهر الاول اه. فقط والله اعلم بالصواب

چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کرلی تو!:

(سوال ۹۳) یہاں پر امام صاحب نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بجائے تین رکعت پر سلام پھیر دیا مقتدیوں نے کہا کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں اس لئے نماز پھر سے پڑھائیے لیکن امام صاحب نے کہا کہ ''ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہوجائے گی'' اور اس کے بعد امام صاحب نے ایک رکعت پڑھا کر سجدۂ سہو کرکے نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ نیز چوتھی رکعت میں ایک شخص جماعت میں شریک ہوا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب نے تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کی کہ ''ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہوجائے گی'' اس سے نماز سے خارج ہوگئے اور پڑھی ہوئی تین رکعتیں باطل ہوگئیں، بعد میں ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہے۔ اور جو شخص چوتھی رکعت میں شریک ہوا تھا اس کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی (يفسدها التكلم) هو النطق بحرفين او حرف (درمختار) (قوله يفسدها التكلم) اى يفسد الصلوة (شامى ج ۱ ص ۵۷۴ باب ما يفسد الصلاة الخ) فقط والله اعلم بالصواب

لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا:

(سوال ۹۴) ہمارے امام صاحب اللہ اکبر کی باء پر مد کرتے ہیں یعنی کھینچ کر اور بڑھا کر پڑھتے ہیں۔ تمام تکبیرات انتقالات میں اسی طرح پڑھتے ہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اصح یہ ہے کہ اکبر کی باء اور راء کی درمیان الف ممالہ زیادہ کرکے ''اکبار'' پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر تکبیر انتقالات میں مذکورہ طریقہ سے الف ممالہ کے اضافہ کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ولو وقع المد فى باء اكبر بان يقول اكبار بزيادة الالف الممال بين الباء والراء لايصير داخلاً فى الصلوة وتفسد لو وقع فى اثناء ها (مجالس الابرار ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۲) جہالت کا عذر قبول نہ ہوگا۔ لان مثل هذا الجهل لايصلح ان يكون عذرا حواله بالا اورزاد الفقير میں ہے ولو مد بهمزة الجلالة او اكبر او باء ه لم يصر شارعاً (ص ۳۱) فقط والله اعلم بالصواب.

مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا:

(سوال ۹۵) مقتدی امام سے پہلے سجدہ کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر مقتدی نے امام سے پہلے سجدہ کیا اور سجدہ میں امام اس کے ساتھ شریک نہ ہوا بلکہ مقتدی نے امام کے سجدہ میں آنے سے پہلے ہی سجدہ سے سر اٹھا لیا اور پھر دوبارہ (امام کے ساتھ یا امام کے بعد) سجدہ نہیں کیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ويفسدها مسابقة المقتدى بركن لم يشاركه فيه امامه) كما لو ركع ورفع رأسه قبل الامام ولم يعده معه او بعده' (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۱۸۵ باب ما يفسد الصلاة)

اور اگر امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی مگر مقتدی کا یہ فعل حرام اور موجب گناہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعید اور ممانعت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔ قال النبى صلى الله عليه وسلم يا ايها الناس انى امامكم فلا تسبقونى بالركوع ولا بالسجود ولا بالقيام ولا بالانصراف الخ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لوگو میں تمہارا امام ہوں تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور انصراف (واپس لوٹنے) میں مجھ سے آگے مت بڑھو (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب ما علی المأموم) اور ایک حدیث میں ہے۔ عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما يخشى الذى يرفع راسه قبل الامام ان يحول الله راسه راس حمار متفق عليه.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ باب ما علی المأموم)

محدثین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا چہرہ گدھے جیسا بنا دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ گدھے جیسی بنا دے گا، علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حدیث اپنی حقیقت پر محمول ہو اور اس وقت مسخ سے مراد مسخ خاص ہوگا اور اس شریعت میں جو مسخ ممتنع ہے وہ وہ مسخ ہے جو عام ہو اور اس کی

تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص حدیث کی تحصیل کے لئے دمشق کے ایک مشہور شخص کی خدمت میں پہنچا وہاں پہنچ کر ان سے حدیث حاصل کی لیکن وہ شیخ ہمیشہ درمیان میں پردہ رکھتے تھے، اپنا چہرہ کبھی نہیں دکھاتے تھے، جب ایک زمانہ گذر گیا اور طالب علم کا شوق دیکھا تو ایک مرتبہ پردہ ہٹا دیا، طالب علم نے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ گدھے کی طرح ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یابنی أن تسبق الامام فانی لما مر بی فی الحدیث استبعدت وقوعه فسبقت الامام فصار وجهی کما تری. اے میرے بیٹے تم امام سے ارکان میں آگے بڑھنے سے بچو، جب میں نے یہ حدیث سنی تھی تو میں نے اس کے وقوع کو بعید سمجھا تھا اور میں نے امام سے سبقت کی اس کی وجہ سے میرے چہرہ کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۹۸ باب ما علی الماموم)

اسی بنا پر مالابدمنہ میں ہے۔ وتقدیم مقتدی از امام در ارکان حرام است. یعنی ارکان میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا حرام ہے (مالابدمنہ ص ۳۹) فقط واللہ اعلم۔

"نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے۔"

(سوال ۹۶) نماز میں امام صاحب قرأت پڑھتے پڑھتے بھول گئے، بقدر واجب پڑھ چکے تھے پھر بھی پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا، امام نے لقمہ قبول کرلیا اور نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام قرأت پڑھتے وقت بھول جائے یا رک جائے تو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بھول ہوتے ہی لقمہ دینا اور بول اٹھنا مکروہ اور ممنوع ہے، امام کو بھی چاہئے کہ کسی کے بتلانے کی (لقمہ دینے کی) راہ نہ دیکھے، بقدر ضرورت قرأت کرچکا ہو تو رکوع کرلے اور دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کردے، خاموش کھڑا رہ کر اور ایک ہی لفظ کو مکرر پڑھ کر مقتدی کو لقمہ دینے کے لئے مجبور کرنا غلط ہے، پھر بھی صحیح یہ ہے کہ امام کو لقمہ دینے سے اور امام کے لقمہ قبول کرلینے سے کسی کی بھی نماز فاسد یا واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ والصحیح انها لا تفسد صلوۃ الفاتح بکل حال ولا صلوٰۃ الأمام لو اخذ منه علی الصحیح الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۹ الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام نے سہواً سورۂ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی:

(سوال ۹۷) فرض یا واجب نماز میں امام سورۂ فاتحہ یا سورت پڑھنا بھول گیا رکوع میں یاد آیا تو کھڑے ہو کر قرأت پڑھی تو اب دوبارہ رکوع کیا جائے یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجائے گی؟ اگر دوبارہ رکوع کا اور بعد میں آنے والے نمازی نے اس رکوع میں امام کے ساتھ شرکت فرمائی تو اس نے وہ رکعت پائی ایسا سمجھا جائے گا؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں قرأت کے بعد رکوع کرنا ضروری ہے، نہ کرے گا تو نماز باطل ہوگی، رکوع کرکے اخیر میں سجدۂ سہو کرلینے سے نماز صحیح ہوجائے گی، رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی یہ رکعت معتبر ہے، دہرانے کی حاجت نہیں ہے لو تذکر الفاتحه او السورة حیث یعود وینقض رکوعه لان بعوده صارت قرأت الکل فرضاً والترتیب بین القراۃ والرکوع فرض فارتفض رکوعه فلو لم یرکع بطلت ولو رکع وادرکه رجل فی الرکوع الثانی کان مدرکاً ذلک الرکعة الخ (شامی ج ۱ ص ۶۳۷ باب الوتر

والنوفل) فقط واللہ اعلم بالصواب.

دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا:

(سوال ۹۸) امام نے وتر میں دعائے قنوت سہواً ترک کرکے رکوع کیا، یاد آنے پر دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھی مگر دوبارہ رکوع نہیں کیا بلکہ سیدھا سجدہ میں چلا گیا اور سہو کا سجدہ کرکے نماز ختم کی وہ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر امام دوبارہ رکوع کرے اور بعد میں آنے والا نمازی اس رکوع میں شامل ہوجائے تو وہ اس رکعت میں شامل ہونے والا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے سے رکوع باطل نہیں ہوتا، مگر رکوع میں جانے کے بعد دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہونا غلط ہے، ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت فوت ہوگئی ہے تو اس کے لئے سجدۂ سہو کافی ہے، دوسرے رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت نہیں ملی۔ ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الاصح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قراۃ تامة و سجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله (درمختار شامی ج ۲ ص ۶۲۷، ۶۲۶ باب الوتر و النوافل) وکما لو سها عن القنوت فرکع فانه لو عاد وقنت لا تفسد علی الاصح (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ گیا پھر کھڑا ہوجانے کے بعد لوٹا:

(سوال ۹۹) تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ جائے اور سیدھے کھڑے ہوجانے کے بعد قیام (کہ جو فرض ہے) ترک کرکے قعدہ (جو واجب ہے) میں بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہوجائے۔ یا سیدھے کھڑے ہونے کے قریب ہوجائے پھر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے اس سے فرض ترک کرکے واجب کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا، مگر ادائیگی فرض میں تاخیر لازم آتی ہے۔ جس کا تدارک سجدۂ سہو سے ہوجاتا ہے لہذا راجح اور حق یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، سجدہ سہو کرنا پڑے گا البتہ ایسا کرنا نہیں چاہئے۔ قصداً ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ثم لو عاد فی موضع وجوب عدمه اختلفوا فی فساد صلوته فصحح الشارح الفساد لتکامل الجنایة برفض الفرض بعد الشروع فیه لأ جل ما لیس بفرض وفی المبتغی بالغین المعجمة انه غلط لأنه لیس بترک وانما هو تاخیر کما لو سها عن السورۃ فرکع فانه یرفع الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ لا جل الواجب (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۱ باب سجود السهو) (قوله کما سیجنی) ای فی باب سجود السهو لکنه رجح هناک عدم الفساد الخ (باب الوتر والنوافل شامی ج ۱ ص ۶۲۳) فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئاً ویسجد لتا خیر الواجب وهو الا شبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر (درمختار مع شامی باب سجود

السہو ج ۱ ص ۷۹۶)(ایضاً فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵)فقط واللہ اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہو جائے:

(سوال ۱۰۰) نماز کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد درود اور دعا پڑھ کر سلام نہیں پھیرا، اس خیال سے بیٹھا رہا کہ سلام پھیر چکا ہوں بعد میں یاد آیا کہ سلام نہیں پھیرا، یاد آتے ہی فوراً سلام پھیر دیا درمیان میں مخالف نماز کوئی عمل نہیں کیا ہے تو میری یہ نماز صحیح ہوگئی یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا، کیا ہوتا تو نماز صحیح ہو جاتی، سجدۂ سہو نہیں کیا اس لئے نماز واجب الاعادہ ہے "زادالفقیر" میں ہے وکذا لو آخر السلام بان ظن انہ سلم واستمر قاعداً ثم علم انہ لم یسلم فسلم (ص ۶۴)فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۱) رکوع سے اٹھتے وقت اندھا سامنے آجائے اس کو ہاتھ سے ہٹایا جائے تو نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اندھے کو روکنے میں عمل کثیر نہیں ہوا ہے لہذا نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۲۱۵)(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

بحالت صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۲) سنت فجر گھر پڑھ کر خمیرہ کھایا بعد میں مسجد پہنچا اور جماعت میں شریک ہوگیا کلی کرنا یاد نہ رہا، نماز میں گلے میں خمیرہ کی شیرینی محسوس ہوتی تھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب خمیرہ منہ میں نہیں صرف مٹھاس ہی ہے تو نماز میں کوئی خرابی یا فساد نہیں، بدوں حرج کے ادا ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ شامی میں ہے ولو اکل شیئاً من الحلاوۃ وابتلع عینہا ودخل فی الصلوۃ فوجد حلاوتہا فی فیہ وابتلعہا لا تفسد الصلوۃ. یعنی۔ کوئی میٹھی چیز کھائی اور اس کو نگل لیا پھر نماز میں داخل ہوگیا (نماز کی نیت باندھ لی) اب اس کی مٹھاس منہ میں پائی اور اس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (شامی ج ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے:

(سوال ۱۰۳) لڑکوں کی صف بڑی ہے۔ بڑے آدمی کو اگلی صف میں شرکت کرنی ہے تو یہ لوگ لڑکوں کے آگے سے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جب اگلی صف میں جگہ ہو تو اس کو پر کرنے کے لئے لڑکوں کی صف کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس میں

(۱) اومر الی موضع مسجودہ لا تفسد الخ فصل فیما لا یفسد الصلاۃ مرقاۃ ج ۱ ص ۲۸۹)

حرج نہیں جائز ہے۔(۱)

(سوال ۱۰۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، پھر امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پوری کر کے آخر میں قعدہ کیا ایک رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا جیسا کہ عام قاعدہ ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے تھا (ویقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واخرہا فی حق تشہد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشہد بینہما (درمختار باب الامامۃ)

لیکن اگر کسی نے پہلی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا آخر میں کیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو استحساناً نماز ادا ہو جانے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ومن جملتہا ما اشرنا الیہ انہ یقضیٰ اول صلاتہ فی حق القراۃ واخرہا فی حق القعدۃ حتیٰ لو ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب فانہ یقرأ فی الرکعتین الفاتحۃ والسورۃ ویقعد فی اولہما لانہا ثانیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السہود لو سہواً لکونہا اولیٰ من وجہ (کبیری شرح منیہ ص ۴۴۰ صفۃ صلاۃ) وان ادرک مع الامام رکعۃ من المغرب یقرأ فی الرکعتین اللتین سبق بہما السورۃ مع الفاتحۃ ویقعد فی اولہما لانہ یقضیٰ اول صلاتہ فی حق القراۃ واخرہا فی حق القعدۃ ولکن لو لم یقعد فیہا سہواً لا یلزمہ سجود السہود لکونہا اولیٰ من وجہ (صغیری ص ۲۴۰. ۲۴۱ ایضاً)(قرء وتشہد بینہما) قال فی شرح المنیہ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السہود لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہ الخ (شامی باب الامامۃ ج ۱ ص ۵۵۸) اس کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔ عن ابن مسعودؓ ان جندباً ومسروقا ادرکا رکعۃ یعنی عن صلاۃ المغرب فقرأ جندب ولم یقرأ مسروق خلف الامام فلما سلم الامام قاما یقضیان فجلس مسرق فی الثانیۃ والثالثۃ وقام جندب فی الثانیۃ ولم یجلس فلما انصرف تذکر اذلک فاتیا ابن مسعود فقال کل قد اصاب اوقال کل قد احسن واصنع کما یصنع مسروق رواہ الطبرانی فی الکبیر باسانید بعضہا ساقط منہ رجل وفی ہذا الطریق جابر النخعی والا کثر علی تضعیفہ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ محدث دیوبندی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ محمدیہ میں ہے:۔

"فتویٰ سیدنا ابن مسعودؓ" استفتاء۔ ہم دونوں نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تھی، امام کے سلام کے بعد ہم دونوں اپنی فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مسروق ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے (اور پھر ایک رکعت کے بعد دوسری مرتبہ التحیات پڑھ کر تمام کی) لیکن جندب صرف اخیری رکعت پڑھ کر بیٹھے اب فرمائیے کہ کس کا فعل درست تھا؟

(۱) وفی القنیۃ قام فی آخر صف وبینہ وبین الصفوف مواضع خالیۃ فللداخل ان یمر بین یدیہ لیصل الصفوف لأنہ سقط حرمۃ نفسہ فلا اثم المار بین یدیہ الخ شامی باب الامامۃ مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۳

(الجواب) تم دونوں نے بہتر کیا (یعنی نماز دونوں کی ادا ہوگئی) لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ مسروق کے مانند نماز پڑھو (یعنی ایک رکعت کے بعد التحیات پڑھوں)

شرح:

دو رکعت کے بعد چونکہ بیٹھنا واجب ہے لہذا ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک تنہا پڑھ لینے کے بعد التحیات کے لئے بیٹھ جائے، لیکن اگر ایک رکعت تنہا ادا کرنے کے بعد نہ بیٹھا بلکہ صرف اخیر ہی میں بیٹھا جیسا کہ صورت مسئولہ میں جندب نے کیا تھا تب بھی نماز ادا ہو جائے گی اور سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (فتاویٰ محمدی ص ۸۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تعداد رکعت میں شک ہو جائے:

(سوال ۱۰۵) امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری، ایسے موقع پر امام کا مقتدیوں کی طرف خیال کرنا کہ اگر مقتدی کھڑا ہو تو امام بھی کھڑا ہو اور مقتدی بیٹھ جائے تو امام بھی بیٹھ جائے۔ اس طرح اپنی غلطی کی اصلاح کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز درست ہو جائے گی اعادہ یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (فتاویٰ عالمگیریہ ج ا ص ۶۹۷)

قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۶) قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز باطل ہو جائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

بقی من المفسدات ارتداد بقلبه وموت (درمختار) (قوله موت) اقول تظهر ثمرته فی الامام لومات بعد القعدة الاخیرة بطلت صلوة المقتدین به فیلزمهم استینا فها لبطلان الصلوة بالموت بعد القعدة قد ذكر الشبلالی من جملة المسائل التی زاد ها لخ (شامی ص ۵۸۸ ج ا باب ما یفسد الصلاة وما یكره فیها) فقط والله اعلم بالصواب.

نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر مکبر کا تکبیر کہنا:

(سوال ۱۰۷) جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبر کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے مکبر نے تکبیر نہیں کہی ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا کہ امام صاحب کی آواز نہیں آرہی ہے اس پر کوئی آدمی تکبیر کہنا شروع کر دے تو جو لوگ مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ کریں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کسی نے کہا "آواز نہیں آرہی ہے" اس پر کسی شخص کو خیال آیا کہ واقعی مکبر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال پر تکبیر کہنا شروع کر دے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح باہر سے کوئی

شخص نمازی کو لقمہ دے اور نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر اصلاح کرلے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے:

(سوال ۱۰۸) ہمارے یہاں امام صاحب نے نماز ظہر میں دو رکعت تو ٹھیک پڑھی پھر تیسری رکعت میں امام صاحب قعدہ میں بیٹھے لیکن کسی نے بھی لقمہ نہیں دیا۔ امام صاحب التحیات پوری کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے پانچویں رکعت پوری کر کے قعدہ کیا اور سلام پھیر کر نماز پوری کی تو مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب پانچ رکعت ہوئی ہیں نماز لوٹائیے۔ تو امام صاحب نے کہا کہ سجدۂ سہو کیا ہے اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں اور مزید کہا کہ سجدۂ سہو بھی نہ کیا ہوتا تب بھی نماز ہو جاتی کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت پڑھی ہیں کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں فرض ظہر ادا نہیں ہوا۔ اعادہ ضروری ہے۔ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔ (۱) البتہ اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کر لیا ہوتا، پھر کھڑے ہو کر پانچویں رکعت پڑھتے یا پانچویں رکعت میں کھڑے ہوگئے تھے تو سجدہ سے پہلے بیٹھ جاتے تو ان صورتوں میں سجدۂ سہو کافی ہوسکتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟:

(سوال ۱۰۹) نماز میں ایک شخص نے جمائی (جسے گجراتی میں بگاسا، ابا سا کہتے ہیں) لی اور جمائی لیتے وقت آواز نکلی جس سے ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مجبوری کی وجہ سے جمائی لی ہو اور احتیاط کرتا ہو کہ آواز نہ نکلے تو معاف ہے اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے اور حروف پیدا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۵۲ ج ۲)

درمختار میں ہے:۔ یفسدها ...... (والتنحنح) بحرفین (بلا عذر) اما به بان نشأ من طبعه فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسین صوته او لیهتدی امامه او للاعلام انه فی الصلوة فلا فساد علی الصحیح (درمختار ج ا ص ۵۷۸ باب ما یفسد الصلوة وما یكره فیها) فقط والله اعلم بالصواب

تدارک زلۃ کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم:

(سوال ۱۱۰) تدارک زلت کے بعد صحت صلوٰۃ وعدم صحت کے متعلق فقہائے کرام کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:۔

تدارک سے بھی نماز فاسد رہے گی اور واجب الاعادہ ہے۔ وہبانیہ میں ہے۔

(۱) والقعدة الاخیرة فرض فی الفرض والتطوع حتی لو صلی ركعتین ولم یقعد فی آخرهما وقام وذهب تفسد صلاته كذا فی الخلاصة الباب الرابع فی صفة الصلاة الفصل الاول فی فرائض الصلاة

وان لحن القاری واصلح بعده
اذا غیر المعنی .الفساد مقرر

فتاویٰ کاملیہ ص ۱۳ پر ہے۔ سئلت عمن لحن فی الصلوة لحناً یغیر المعنی ثم اعاد ما لحن فیها ، صحیحاً هل تفسد صلاته.

(فالجواب) ان صلاته تفسد بذلک وان اعاد وقد اشار الی ذلک صاحب الوهبانیه بقوله وانی لمن الخ قال شارحها الشر نبلالی: صورتها: المصلی اذا لحن فی قراء ته لحناً یغیر المعنی کفتح لام "الضالین" لا تجوز صلاته وان اعاد بعد ها علی الصواب. والله اعلم اه.

قاضی خان کے مندرجہ ذیل جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ان اوادان یقرء کلمةً فجری علی لسانه شطر کلمة اخری فرجع وقرأ الأولیٰ او رکع ولم یتم الشطر ان قرأ شطراً من کلمة لو أتمها لا تفسد صلاته بشطر ها وللشطر حکم الکل هو الصحیح اه (فتاویٰ قاضی خان بر حاشیه عالمگیری مطبوعه امیر یه مصر ۱۵۳/۱ .فی فصل قراء ة القرآن خطأ وفی الا حکام المتعلقة بالقراء ة)

دوسری رائے:

تدارک سے فساد مرتفع ہوجائے گا اور نماز صحیح ہوگی (طحطاوی علی الدر المختار ۱/ ۲۶۷ فی زلۃ القاری) میں ہے۔ وفی المضمرات: قرء فی الصلوة بخطأ فاحش ثم اعاد وقرء صحیحا فصلا ته جائزة الخ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۶۸ مطبوعہ کراچی میں بھی صحت صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے اور عالمگیریہ کے جزئیہ سے۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ (مفتی اول دارالعلوم دیوبند) کی رائے سے استدلال کیا گیا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم طبع قدیم (اول و دوم ص ۲۳۱ امداد المفتیین) میں بھی صحت صلوٰۃ کا حکم ہے وہاں سائل نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے عدم صحت پیش کیا ہے۔ حضرت مجیب نے اس رائے کو استحباب اعادہ یا احتیاط پر محمول کیا ہے۔

حضرت والا کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔ مدلل ارقام فرمائیں۔ والسلام۔

سائل (مولانا) سعید احمد پالن پوری۔ دارالعلوم اشرفیہ (سورت) ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی اور لغزشوں سے احتراز ناممکن ہے۔ خصوصاً تراویح میں اگر اصلاح کے بعد بھی فساد کا حکم قائم رکھا گیا تو ناقابل برداشت تنگی لازم آئے گی۔ لہٰذا دفعاً للحرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر مفتی کو صحت صلوٰۃ کا قول اختیار کرنا چاہئے۔ ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی فصلوته جائز ة (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۱ ج ۱)

مسئلہ:

ان الصلوٰة اذا جازت من وجوه فسدت من وجه یحکم بالفساد احتیاطاً الا فی باب

القراء ة لان للناس عموم البلویٰ کذا فی "الظهیریه."

ذکر فی الفوائد:

لو قرأ فی الصلوٰة بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحیحاً قال عندی صلوته جائزة انتهیٰ. (الفتح الرحمانی فی فتاویٰ السید ثابت ابی المعانی الا ستاذ الفقیه المحدث مولانا الشیخ حامد مرزا الفرغانی النمنکانی نزیل المدینة المنورة ص ۱۶۳)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:۔

(سوال) شخصے در نماز. تصلی ناراً حامیة فی جنة عالیة تسقیٰ من عین انیه۔ خواندہ نماز صحیح شد یانہ؟

(الجواب) نماز صحیح شد فی المضمر ات ذکر فی الفوائد ولو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلوته جائزة. انتهیٰ (ص ۵۲)

(سوال) قراءت میں امام نے ایسی غلطی کی۔ جس سے معنی بدل گئے۔ لیکن مقتدی کے بتلانے سے غلطی درست ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

(الجواب) جب مقتدی کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز ہوگئی۔ (کتاب عماد الدین مرتبہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ص ۱۶۳ پاکستان)

اگر کسی نے قراءت میں کھلی ہوئی غلطی کی۔ پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز اور درست ہے۔[1] (عمدۃ الفقہ مولفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ ص ۱۳۰ ج ۲ پاکستان) فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۱) ایک شخص کی جیب میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا ٹیسٹ کرانے کے لئے لے جا رہا تھا، نماز کا وقت آ گیا اور اس نے بھول سے جیب میں شیشی ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی، شیشی بالکل بند تھی تو نماز ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی واجب الاعادہ ہے، یہ حامل نجاست ہے۔ اویعد حاملا له' (ای الخبث ، النجاسة) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۷۳، باب شروط الصلوة)

عمدۃ الفقہ میں ہے: (۵) اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی، پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگر چہ اس شیشی کا منہ بند ہو، کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (عمدۃ الفقہ ص ۴۶ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاة بخطا فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزة فی وکذلک الاعراب فتاویٰ عالمگیری الباب الخامس فی زلة القاری ج ۱ ص ۸۳.

بلاتحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا:

(سوال ۱۱۲) مطبوعہ مجتبائی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۱۷ قبلہ طرف منہ کرنے کے بیان میں اور بہشتی ثمر حصہ اول ص ۶۶ وص ۶۷ نماز کی شرطوں کے بیان میں ہے کہ "اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرح پڑھ لیوے اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوئی۔"

لیکن اختری بہشتی زیور عکسی میں ہے کہ "لیکن اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہوجائے گی (حصہ ج ۲ ص ۱۶)

سوال یہ ہے کہ بہشتی زیور مطبوعہ مجتبائی اور بہشتی ثمر میں جو ہے کہ "نماز نہیں ہوئی، اور اختری بہشتی زیور میں جو ہے کہ "نماز ہوجائے گی" ان دونوں مسئلوں میں صحیح کیا ہے، حوالہ سمیت جواب دے کر ممنون کریں۔

(الجواب) اختری بہشتی زیور عکسی میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے، نورالایضاح میں ہے وان شرع بلا تحر فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت وان علم باصابته فيها فسدت (نور الایضاح ص ۶۹ باب شروط الصلوٰۃ وارکانها) (درمختار مع الشامی جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵ باب شروط الصلاة)

ترجمہ:۔ اور اگر بلاتحری (سوچے سمجھے بغیر) نماز شروع کردی پھر بعد فراغت نماز معلوم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگئی، اور دوران نماز علم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھ رہا ہوں تو نماز فاسد ہوجائے گی (جیسا کہ متیمم درمیان نماز پانی پر قادر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد بلا کلی کئے نماز:

(سوال ۱۱۳) فجر کی سنت کے بعد خمیرہ کھا کر مسجد نماز پڑھنے گیا، کلی کرنا بھول گیا اور نماز میں شامل ہوگیا، حالت نماز میں خمیرہ کی مٹھاس کا اثر گلے میں محسوس ہوا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب منہ میں خمیرہ نہیں صرف مٹھاس کا اثر ہے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی بلاتردد نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، شامی میں ہے۔ ولو اكل شيئاً من الحلاوة وابتلع عينها فدخل فى الصلوٰة فوجد حلاوتها فى فيه وابتلعها لا تفسد صلاته ۔ یعنی میٹھی شئی کھا کر حلق میں اتار دی درانحالیکہ منہ میں مٹھاس کا اثر ابھی باقی ہے اس کے نگل لینے سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔ (شامی ج ۱ ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا:

(سوال ۱۱۴) عورت نماز پڑھ رہی تھی جب قعدہ میں بیٹھی تو بچے نے اس عورت کا پستان منہ میں لے لیا اور چوسنے لگا، اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی؟

(الجواب) صرف پستان منہ میں لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا، البتہ اگر دودھ پیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، فتاویٰ

عالمگیری میں ہے، صبي مص ثدى امرأة مصلية ان خرج اللبن فسدت والا فلا لانه متى خرج اللبن يكون ارضاعا وبدونه لا كذا فى محيط السرخسى (ج ۱ ص ۱۰۴ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها فصل فى الا ستخلاف) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا:

(سوال ۱۱۵) امام کی قرأت سننے سے نماز میں آواز گریہ طاری ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اللہ تعالیٰ کے خوف اور جہنم کے تذکرہ سے نماز میں رونا آوے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لا تفسد بحصولهما من ذكر جنة او نارا تفاقاً لدلالتها على الخشوع اى الخوف من الله تعالى الواحد القهار (طحطاوی ص ۱۷۸ باب مایفسد الصلاة) ہاں صرف خوش الحانی کے سبب رونا آوے تو نماز میں فساد آئے گا۔ فلو اعجبته قراءة الامام فجعل يبكى ويقول بلى او نعم او آرى لا تفسد سراجيه لدلالته على الخشوع قال الشامى رحمه الله تعالىٰ افادانه لو كان استلذاذا بحسن النغمة يكون مفسدا (شامی ج ۱ ص ۶۱۹ وص ۶۲۰ باب مایفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط واللہ اعلم بالصواب

عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھادی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۲) عشاء کی نماز میں امام صاحب چار رکعت پڑھا کر بغیر قعدہ کئے کھڑے ہوگئے، مقتدیوں نے لقمہ دیا، پھر بھی نہیں بیٹھے اور چھٹی رکعت پڑھ کر بیٹھے، سجدہ سہو کیا، اور سلام پھیرا۔ کیا نماز فرض عشاء صحیح ہوگئی؟

(الجواب) نماز عشاء میں پہلا قعدہ واجب ہے اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کر لینے سے نماز ادا ہوجاتی ہے، لیکن دوسرا قعدہ فرض ہے، اس کے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا، لہذا صورت مسئولہ میں نماز عشاء نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، یہ چھ رکعتیں نفل ہوگئیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۸ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ۔

حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم:

(سوال ۱۱۷) دوران نماز امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر جائے اور باوجود کھنکھارنے کے نہ نکلے اور حلق سے نیچے اتر جائے تو اس صورت میں نماز صحیح ہوجائے گی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوجائے گی اعادہ ضروری نہیں ولو اكل ما بين اسنانه لا تفسد لانه لايمكن الاحتراز عنه ولهذا لا يبطل به الصوم الخ (عينى شرح باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها كنز ۔ ج ۱ ص ۴۳)

(۱) سها عن القعود الاول من الفرض ولو عمليا اما نفل فيعود مالم يقيد بالسجدة ثم تذكر عاد اليه مالم يستقم قائما فى ظاهر الرواية وهو الاصح والا اى وان استقام قائما لا يعود لا شتغاله بفرض القيام وسجد للسهو ولو سها عن القعود الاخير فيهما سجدة عامدا او ناسيا اوساهيا او خطأ تحول فرضه نفلا برفعه الجبهة عند محمد وبه يفتى درمختار على هامش شامى ج ۱ ص ۶۹۷، ۶۹۹ باب سجود السهو

او دخل حلقه ای حلق الصائم ذباب او غبار وهو ای والحال انه ذاکر لصومه لعدم استطاعة الا متناع عنه فاشبه الدخان الخ .(عنی شرح کنز باب مایفسد الصوم وما لا یفسده ج ۱ ص ۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بحالت نماز یا بحالت صوم مکھی بلا ارادہ حلق میں چلی گئی تو مفسد نہیں ہے، اس سے احتراز مشکل ہے۔ اور یہ مثل غبار و دخان کے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ۔

نماز کی حالت میں وساوس آئیں ان کا علاج:

(سوال ۱۱۸) آج کل عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جتنے لوگ بھی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کے دماغ میں قسم قسم کے خیالات آتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جو ان کو دور کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر ناکام ہوتے ہیں، تو ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ خطرات کا دل میں آنا انسانی اختیار سے باہر ہے، لہذا اس سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا، البتہ خطرہ کو خود قائم کرنا اور دل میں لانا اور اس سے دلچسپی لینا بیشک برا ہے، ایک صحابیؓ نے آنحضرت سے اس کی شکایت کی تھی تو فرمایا کہ تم ان خطرات کی طرف مطلق التفات نہ کرو اور اپنی نماز میں لگے رہو، لہذا اگر خطرہ آجائے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے بلکہ نماز میں قرأت اور تصحیح حروف کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے، خطرہ کی وجہ سے اپنی نماز کو بیکار سمجھے اور چھوڑ بیٹھے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان نماز میں آکر مجھے حائل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے میں بھی شک ڈال دیتا ہے، ایسے موقع پر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کا نام "خنزب" ہے تم جانو کہ وہ آگیا ہے تو خدا سے پناہ چاہو اور تین مرتبہ بائیں طرف یعنی قلب کی جانب تھتکارو، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو الحمد للہ اس عمل کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس وسوسہ کو دفع کیا۔

وعن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول الله ان الشیطان قد حال بینی وبین صلوتی وبین قرأتی یلبسها علی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاک شیطان یقال له خنزب فاذا احسسته فتعوذ بالله منه واتفل علی یسارک ثلاثا ففعلت ذلک فاذهبه الله عنی رواه مسلم (مشکوۃ ص ۱۹ باب الوسوسة)

لاحول ولا قوة الا بالله العظیم پڑھتے رہئے، اس سے بھی وسوسے دفع ہوں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔
فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ۔

نماز کے لئے جگانا:

(سوال ۱۱۹) ہمارے محلہ میں لوگ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح کو فجر کی جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس لئے ہمارے یہاں صبح کی اذان کے بعد چند آدمی محلہ میں گشت لگا کر لوگوں کو جگاتے ہیں اور نماز کی طرف بلاتے ہیں

اس طرح جماعت میں تقریباً سو ۱۰۰ آدمی شریک ہو جاتے ہیں۔ اگر اس طرح بیدار نہ کیا جائے تو پچیس ۲۵ سے تیس ۳۰ آدمی ہوتے ہیں۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح نماز کے لئے اٹھانا گناہ ہے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اٹھنے والے لوگ اس سے راضی ہیں آپ مع حوالجات تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) اصل حکم یہی ہے کہ تھویب (اذان کے بعد اعلان) مکروہ ہے کہ اذان کافی ہے۔ اذان کے بعد اعلان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس سے اذان کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ خدائی بلاوہ "حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح" کی مسلمان پرواہ نہیں کرتے اس لئے بعض علماء نے غافلوں کی تنبیہ کے لئے اجازت دی ہے۔ مجالس الابرار میں ہے۔

ولظهور التوانی فی الا مور الدینیة استحسن المتأ خرون التثویب بین الا ذان والا قامة فی الصلوات کلها سوی المغرب وهذا العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفه کل قوم لانه مبالغة فی الا علام فلا یحصل ذلک الا بما یتعارفونه ، (مجالس الا برار ص ۲۸۷ مجلس ص ۴۸) کبیری میں ہے۔ واستحسن المتأ خرون التثویب وهو العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفه کل قوم لظهور التوانی فی الا مور الدینیة (ص ۳۶۱) (نور الا یضاح ص ۶۲ باب الاذان) (شامی ج ۱ ص ۳۶۱، ص ۳۶۲ ایضاً) بلاشبہ صبح کا وقت غفلت کا وقت ہے غافلوں کو بیدار کرنے اور نماز باجماعت کا عادی بنانے کے لئے باہمت لوگ جگانے کے لئے نکلتے ہوں تو ان کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ضرورت ہو یہ عمل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مگر کام سلیقہ سے ہونا چاہئے۔ تماشہ نہ بنا لیا جائے اور باعث ایذاء مسلمین نہ ہو، مستورات اور معذورین، مکانوں میں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو ان کا لحاظ رکھا جائے۔ لوگوں کو چاہئے کہ غافلین میں اپنا شمار نہ کرائیں۔ اور لوگوں کو اٹھانے کی زحمت سے بچائیں۔ شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے

گفتم این شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خواں و من خاموش

یعنی یہ مروت سے بہت بعید ہے کہ جنگل کے چرند پرند تو یاد خدا میں مشغول ہوں اور میں (انسان اور مسلمان ہوکر..... اللہ ورسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے) غافل پڑا رہوں

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید کہ فلاں نماند

(بس اے شخص نیکی میں مشغول رہ اور زندگی کو غنیمت جان اس سے پہلے کہ (گلی کوچوں میں تمہارے لئے) اعلان ہو کہ فلاں مرگیا (گلستان) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ۔

تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کرلیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہیں؟:

(سوال ۱۲۰) امام صاحب حافظ قرآن ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اس وقت تہجد میں تین سپارے پڑھتے ہیں اور دوسرے دو معتکف مقتدی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی دوسرے اور لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اگر

ہے تو اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر امام صاحب کی صراحتہً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہوگئے۔ تو کراہت کے وہ ذمہ دار ہیں لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتلا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہوں گے ولو اقتدیٰ بہ واحد او اثنان ثم جاء ت جماعة اقتدوا به قال الرحمتی ینبغی ان تکون الکراهة علی المتاخرین. یعنی نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہوگئے تو علامہ رحمتی فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۴ مطلب کراهیة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۱) اگر مقتدی ایک ہو تو اسے دائیں طرف کھڑا رکھنے کے بجائے پیچھے کھڑا کرے یا بائیں طرف تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا۔ حتیٰ لو صلی فی یسارہ او خلفه جاز و یکون مسیئاً لمخالفة السنة (عینی شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹ باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

زبردستی صف اول میں جگہ کرنا:

(سوال ۱۲۲) زید اذان ہوتے ہی مسجد میں حاضر ہو کر صف اول میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور بکر مسجد میں آکر آخری صف میں بیٹھتا ہے۔ اور اقامت کے وقت جب زید وغیرہ صف بندی کرتے ہیں تو بکر آخری صف سے تمام صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں زید کی بغل میں زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ زید اس کو کہتا ہے کہ یہ حرکت نازیبا اور خلاف شریعت ہے اگر تمہیں پہلی ہی صف کی فضیلت حاصل کرنا ہے تو پہلے ہی آکر بیٹھ جانا چاہئے مگر بکر نہیں مانتا تو بکر کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے جائے تو شروع ہی سے پہلی صف میں یا جہاں جگہ ملے بیٹھے۔ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھنا اور بعد میں دھکے بازی کر کے پہلی صف میں گھس جانا نمازیوں کو ایذا پہنچانا ہے اور یہ حرکت نازیبا اور سخت مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۳) کوئی شخص امام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز ہوگی یا ناقص واجب الاداء ہوئی؟ یا پھر امام کے ساتھ

(۱) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیه الصلاة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلماً اضعف له أجر صف الاول وبه أخذ ابو حنیفة و محمد شامی مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۲

دوبارہ سلام پھیرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا عذر شرعی مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اسے چاہئے کہ امام کے ساتھ نماز پوری کرے اور امام کے ساتھ دوبارہ سلام پھیرے۔ درمختار میں ہے۔ ولو اتمه قبل امامه فتكلم جاز و كره (وله ولو أتمه) ای لو أتم الموتم التشهد باء ن اسرع فیه وفرغ منه قبل اتمامه فاتی بما یخرجه من الصلوة کسلام او کلام او قیام جاز ای صحت صلاته لحصوله بعد تمام الارکان لان الامام وان لم یکن اتم التشهد لکنه قعد قدره لان المفروض من القعدة قدر اسرع ما یکون من قرائة التشهد وقد حصل وانما کره للموتم ذلک لترکه متابعة الامام بلا عذر فلو به کخوف حدث او خروج وقت جمعة او مرور ماربین یدیه فلا کراهة. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۹۰ قبیل مطلب فی وقت ادراک فضیلة الافتتاح آداب الصلوة) فقط واللہ اعلم بالصواب

نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اس کا جواب!:

(سوال ۱۲۴) مکرم ومحترم مخدوم عالی جناب حضرت مفتی صاحب زیدت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصۂ دراز سے آنمحترم کی خبر وخیریت سے لاعلم ہوں۔ اس وقت ایک ضروری امر درپیش ہے وہ یہ کہ آپ کی مرتبہ فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص ۴۵ پر یہ مسئلہ بایں صورت مرقوم ہے "البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ یا صحن میں بھی جگہ نہ ہو اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔"

ہمارے شہر میں اس ضرورۃً جواز کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے امید ہے کہ آنجناب مندرجہ بالا مسئلہ کا حوالہ تحریر فرمائیں گے۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) معظمی مکرمی جناب مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ سلام مسنون! گرامی نامہ موصول شدہ کاشف احوال ہوا (جزاکم اللہ تعالیٰ) حق تعالیٰ جناب کو تادم حیات خدمت دین میں مشغول رکھے اور قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیه وآله وصحبه وسلم.

جناب کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ جواز بلا کراہت کا حکم کسی نص کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ نصوص قرآنی اور قواعد فقہیہ کے عین مطابق ہے، قوله تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر. یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے دشواری منظور نہیں ہے (سورۂ بقرہ) وقوله تعالیٰ ما جعل الله علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کی معاملہ میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی۔

(سورۂ حج پ ۱۷) (الضرورات تبیح المحظورات) حاجت ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہے) (الاشباہ والنظائر ص ۱۰۸ حصہ قواعد) المشقة تجلب التیسیر (سختی سے آسانی ہو جاتی ہے) (الاشباہ) اور نصاب الاحتساب میں ہے. ویکره الصلوٰة فوق الکعبة و کذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوه و کذا الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهذا اذا اشتد

الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علیٰ سطحہ للضرورۃ الخ .

یعنی محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے ۔ ہاں اگر تعمیر اور مرمت کی ضرورت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے ۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بنا پر یہ بھی مکروہ ہے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے چھت پر جماعت کریں مگر یہ کہ مسجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ رہے تو پھر مکروہ نہ ہوگا ۔ (نصاب الاحتساب قلمی باب نمبر ۱۵ ص ۳۲)

اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے : ۔ الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد حینئذ لا یکرہ ا[illegible]د علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۲ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف الخ)

علیٰ ھذا ۔ مصلیوں پر نماز پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جائے تو ضرورۃً صف اول کا آگے بڑھا لینا بلا کراہت درست ہوگا ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ ۔

نماز میں عمامہ باندھنا :

(سوال ۱۲۵) ہمارے یہاں امام صاحب اکثر بلا عمامہ نماز پڑھاتے ہیں کیا اس طرح نماز پڑھنا صحیح ہے ؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) امام صاحب کے لباس میں عمامہ شامل ہو ۔ یعنی بغیر عمامہ باندھے بازار و مجالس میں نہ جاتے ہوں تو ایسے امام صاحب کا بغیر عمامہ باندھے نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے ۔ اور جن کے لباس میں عمامہ شامل نہ ہو ان کے لئے مکروہ نہیں ۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے ۔ لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تا کہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں (۱) فقط اللہ اعلم بالصواب .

نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا :

(سوال ۱۲۶) امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے کے بعد اپنا ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنا کرتہ درست کرتے رہتے ہیں رکوع سے اٹھ کر پائجامہ کھینچ کر سجدہ میں جاتے ہیں نماز میں ان حرکتوں کا کرنا کیسا ہے ؟ نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) امام کو ایسی فضول حرکتوں سے احتراز کرنا چاہئے ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے ۔ اور عمل کثیر ہو کر نماز کے فساد کی بھی نوبت آجاتی ہے ۔ لہذا ایسے افعال عبث سے امام اور نمازیوں کو بچنا ضروری ہے ۔ ویکرہ ایضاً ان یکف ثوبہ' وھو فی الصلوۃ بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود

(۱) والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلاثۃ اثواب ، قمیص وازار وعمامہ فتاوی تاتارخانیۃ مایکرہ للمصلی وما لایکرہ ج ۱ ص ۵۶۷

(کبیری ص ۳۳۷ مکروھات صلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا :

(سوال ۱۲۷) ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں ان کو کسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پر تہبند پہن کر نہیں پڑھ سکتے تو شریعت محمدی کا کیا حکم ہے ؟ لنگی باندھ کر خطبہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے ؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو ۔ معیوب سمجھتا ہو اس لباس کو پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے (وصلاتہ فی ثیاب بذلۃ) یلبسھا فی بیتہ . وفی الشامی . قال فی البحر وفسرھا فی شرح الوقایۃ بما یلبسہ فی بیتہ ولا یذھب بہ الی الا کابر والظاھر ان الکراھۃ تنزیھیۃ ۱ ھ (درمختار شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب مکروھات الصلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا :

(سوال ۱۲۸) قبرستان کے بیچ میں مسجد ہو تو اس میں پنج وقتہ نماز کی جماعت جائز ہے یا نہیں ؟ اور اسی طرح ایسی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) مسجد کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھنے سے قبریں نمازی کے سامنے اور یمیناً و شمالاً نہ ہوں گی اس لئے نماز بلا کراہت درست ہے ۔ کبیری میں ہے ۔ ویکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی المخرج اوالی الحمام اوالی قبر لان فیہ ترک تعظیم المسجد وفی الخلاصۃ ھذا اذا لم یکن بین یدی المصلی وبین ھذا الموضع حائل کالحائط وان کان حائطاً لایکرہ (ص ۳۵۳ مکروھات صلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب .

غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم :

(سوال) ایک غصب کردہ زمین ہے ایک دو دن کیلئے اس پر نماز پڑھنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) غصب کی ہوئی زمین میں نماز ہو جاتی ہے ۔ مگر جانتے ہوئے بدون مجبوری اس جگہ نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں ۔ اس لئے مالک سے اجازت حاصل کر لی جائے ۔ الصلوٰۃ فی ارض مغصوبۃ جائزۃ ولکن یعاقب بظلم فما کان بینہ وبین اللہ یثاب وما کان بینہ وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاویٰ وفتاویٰ عالمگیری . ج ۱ ص ۱۰۹ . الفصل الثانی فیمایکرہ ومالایکرہ . وطحطاوی ص ۲۰۹ فصل فی المکروھات . فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنا ۔

(سوال ۱۲۹) ہمارے امام صاحب کہتے ہیں نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) جب وسوسہ آئے تو بار بار اعوذ

باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنے سے وسوسہ دور ہو جائے گا۔ تو اس طرح اعوذ باللہ الخ پڑھنے سے نماز میں خلل آئے گا یا نہیں؟ اور امام صاحب کی ہدایت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں وسوسہ دفع کرنے کے لئے بار بار اعوذ باللہ الخ پڑھنے کی ہدایت صحیح نہیں ہے۔ اگرچہ نماز فاسد ہونے میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ ولو حوقل لدفع الوسوسة ان لا مور الدنيا تفسد لا لا مور الا خرة درمختار ج ۱ ص ۵۸۱ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها (یعنی اگر نمازی نے لاحول ولا قوۃ الخ پڑھا تو اگر دنیوی امور کے لئے وسوسہ ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر امور آخرت کے لئے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً (الی قوله) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً نظر اذ لا فرق بينها وبين الحوقلة فليستأ مل (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۱۶ باب ما يفسد الصلوة ويكره فيها) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا!

(سوال ۱۳۰) ظہر اور فجر کے وقت سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہوتی ہے؟ یا ثواب میں کمی آتی ہے صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بعض فقہا تحریر فرماتے ہیں کہ سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ مگر اقوی یہی ہے کہ سنت کا بطلان نہیں ہوتا۔ البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها وقيل تسقطها (ج ۱ ص ۶۳۶ مطلب فی تحية المسجد) یعنی سنت و فرض کے درمیان دنیوی باتیں کرے گا تو سنت باطل نہ ہوگی۔ مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور قول ضعیف یہ بھی ہے کہ سنت باطل ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے:

(سوال ۱۳۱) نماز کی نیت باندھ لی اور اس کے بعد حالت قیام میں سر پر سے کسی طرح ٹوپی گر گئی تو کیا حکم ہے؟ اس کو اٹھا کر پہن لی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں قیام یا رکوع کی حالت میں گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر پہننا جائز نہیں ہے۔ عمل کثیر شمار ہوگا۔ جس کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ حالت سجدہ میں سر کے سامنے گری ہوئی ٹوپی عمل قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لے کر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے۔ اس سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔ ولو سقطت قلنسوة فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتكوير او عمل كثير (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۰ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۳۲) ایک شخص کی عادت ہے کہ نماز میں زور زور سے "یا اللہ" بولتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ عادت مکروہ اور واجب الترک ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۳۳) ہمارے یہاں ایک حافظ صاحب ہیں ایک دو نمازیں بھی پڑھاتے ہیں۔ جب وہ سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت ان کا سیدھا پیر زمین سے اٹھ جاتا ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے وقت سیدھا پیر زمین پر سے اٹھ جاتا ہے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن ایسی عادت کر لینا مکروہ ہے۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا:

(سوال ۱۳۴) ہمارے امام صاحب جب قیام کرتے ہیں تو اپنا پورا وزن ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو لنگڑے کی طرح رکھتے ہیں۔ امام صاحب کو اس طرف توجہ دلائی گئی مگر وہ یہ عادت ترک نہیں کرتے تو شرعاً کیا اس کا کیا حکم ہے۔ اس سے نماز میں کراہت آتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں کبھی ایک پیر پر وزن دے کر اور کبھی دوسرے پیر پر وزن دے کر کھڑا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ درست ہے۔ البتہ ایک پیر پر پورا وزن دے کر دوسرے پیر کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دے کہ وہ تھوڑا ٹیڑھا ہو جائے (جس طرح گھوڑا ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ٹیڑھا کر کے کھڑا رہتا ہے) تو یہ مکروہ ہے۔ ويكره القيام على احد القدمين فی الصلوة بلا عذر (باب صفة الصلاة بحث القيام شامی ج ۱ ص ۴۱۴) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا!:

(سوال ۱۳۵) اگر کوئی شخص سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامے کو اوپر کھینچتا ہے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے قمیص کے پیچھے کے دامن کو نیچے کرتا ہے تو اس فعل سے نماز میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی حرکت اور عادت یقیناً مکروہ ہے اور بعید نہیں کہ فعل کثیر ہو کر مفسد صلوٰۃ ہو جائے۔ لہذا اس عادت سے احتراز لازم ہے۔ (۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) المصلى اذا مر بآية فيها ذكر النار اوذكر الموت فوقف عندها وتعوذ من النار واستغفر أو مر باية فيها ذكر الرحمة فوقف عندها أو سئل الله الرحمة فها هنا ثلاث مسائل مسئالة المنفرد والجواب فيها أنه ان كان فى التوطع فهو حسن وان كان فى الفرائض يكره' الخ فتاوىٰ تاتارخانيه، الفصل الرابع فى بيان مايكره للمصلى ان يفعل فى صلاته وما لا يكره ج ۱ ص ۵۶۵۔

(۲) ولو سجدو لم يضع قدميه على الارض لا يجوز ولو وضع أحدهما جاز مع الكراهة ان كان بغير عذر كذا فى شرح منية المصلى لابن امير الحاج فتاوىٰ عالمگيرى الباب الرابع فى صفة الصلاة ج ۱ ص ۷۰۔

(۳) يكره للمصلى ان يعبث بثوبه أولحيته او جسده وان يكف ثوبة بان يرفع ثوبه من بين يديه أو من خلفه اذا اراد السجود كذافى المعراج الدراية فتاوىٰ عالمگيرى الفصل الثانى فيما يكره فى الصلاة وما لا يكره ج ۱ ص ۱۰۵

اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا:

(سوال ۱۳۶) اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا مکروہ ہے، یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(الجواب) اذان ہوجانے کے بعد یعنی نماز کا وقت ہوچکنے کے بعد نماز پڑھے بغیر بلا عذر شرعی کے مسجد سے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے، جماعت کے وقت واپس آنے کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں ہے وکرہ تحریماً للنهی خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جرى على الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا الا لمن ينتظم به امر جماعة اخرى اوكان الخروج لمسجد حيه ولم يصلوا فيه اولأ ستاذه لدرسه اولسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان يعود (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۶۹ ۶۶۸ مطلب فی کراهة الخروج من المسجد بعد الاذان)

حدیث شریف میں ہے جو شخص مسجد میں اذان سن کر بلا ضرورت کے چلا گیا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو وہ منافق ہے عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادركه الا ذان فى المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وهو لا يريد الرجعة فهو منافق (ابن ماجه ص ۵۴ باب اذا اذن وانت فى المسجد فلا تخرج) فقط والله اعلم بالصواب.

عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۳۷) بعض جگہوں پر متولی، امام، عالم یا مسلمان مسجد میں عورتوں کے لئے فرض یا تراویح کی جماعت کا انتظام کرتے ہیں اور بعض اوقات رات کو یا دن کو محرم کے ساتھ یا بلا محرم کے دور دراز سے عورتیں مسجد میں آکر جماعت سے الگ جگہ میں نماز پڑھتی ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ میں مسجد حرام میں عورتیں اور مرد ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتی تھی مذکورہ حقیقت صحیح ہے تو کیوں نہیں آتیں؟ بحوالۂ کتب جواب عنایت کریں۔

(الجواب) عورتوں کے لئے جہاں تک ممکن ہو مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری (بخاری) میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی نماز سے بہتر ہے۔ عن النبى صلى الله عليه وسلم قال صلوة المرأة فى بيتها افضل من صلوتها فى حجرتها وصلوتها فى مخدعها افضل من صلوتها فى بيتها (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ کتاب الصلاة باب ماجآء فى خروج النسآء الى المساجد)

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بے شک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ خود رحمۃ للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا۔ احکام نازل ہو رہے تھے۔ وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے۔ یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے

سے منع فرمایا، اس کی شکایت حضرت عائشہؓ سے کی گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمرؓ نے دیکھی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ ان عائشة رضى الله عنها زوج النبى صلى الله عليه وسلم قالت لوادرک رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعه نسآء بنى اسرائيل (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ماجآء فى خروج النسآء الى المساجد)

ان وجوہات کی بنا پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مکروہ ہے خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عید کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے لئے ويكره حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز اليلاً على المذهب المفتى به لفساد الزمان (درمختار مع طحطاوی ج ۱ ص ۳۸۴ باب الامامة. ۳۸۳م)

یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ہو، ہندوستان ہو یا عربستان سب کے لئے یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۳۸) امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہے تو وہ مکروہ ہے؟ بلندی کی کم از کم حد کتنی؟

(الجواب) بلندی کی کم از کم مقدار اور حد کے متعلق فقہاؒ میں اختلاف ہے اس لئے کہ اس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں مقدار کی تصریح نہیں ہے، حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے امام کو مقتدی سے بلند جگہ پر کھڑے رہنے سے ممانعت فرمائی۔ روى الحاكم مرفوعاً نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقوم الامام فوقا ويبقى الناس خلفه الخ (طحطاوى على الدر المختار ج ۱ ص ۲۳۱ مكروهات الصلوة) (شامى ج ۱ ص ۶۰۴ ايضا) (عينى شرح هدايه ج ۱ ص ۸۰۵ ايضا)

اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے مدائن میں نماز پڑھائی تو مقتدیوں سے بلندی پر کھڑے رہے حضرت حذیفہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور ہاتھ پکڑ کر نیچے کھینچ لائے نماز کے بعد فرمایا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ " اذا ام الرجل القوم فلا يقم فى مكان ارفع من مقامهم او نحو ذلک قال عمار لذلک اتبعتک حين اخذت على يدى (ابوداؤد شريف ج ۱ ص ۹۵ باب الامام لقوم مكانا ارفع منهم)

(ترجمہ) جب کوئی شخص کسی جماعت کی امامت کرے تو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو جماعت کی جگہ سے بلند ہو۔ حضرت عمار نے فرمایا اسی لئے تو میں نے یہ کیا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے آپ کی تعمیل کردی۔

ان دونوں روایتوں میں بلندی کی کوئی حد اور مقدار مذکور نہیں ہے، اس لئے اختلاف ہونا قدرتی ہے لہذا مقدار کے متعلق کئی قول ہیں جن میں دو قول معتبر سمجھے گئے ہیں۔

(۱) ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ کی مقدار بلندی ممنوع و مکروہ ہے، اس سے کم مکروہ نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ

نمازی کے لئے سترہ کی بلندی کی مقدار کم از کم ایک ذراع (ہاتھ) مانی گئی ہے اس پر قیاس کر کے جگہ کی بلندی بھی ایک ہاتھ مانی چاہئے کہ بمقدار سترہ بلندی مکروہ ہے اس سے کم مکروہ نہیں۔

(۲) اتنی بلندی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ نمایاں طور پر امام مقتدیوں سے ممتاز اور الگ معلوم ہوتا ہو دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مطلق بلندی ممنوع ہے لہٰذا جس صورت میں امام مقتدی سے بلندی میں ممتاز اور نمایاں طور پر جدا معلوم ہوتا ہو اتنی بلندی مکروہ اور ممنوع ہونی چاہئے اور جیسے جیسے یہ بلندی بڑھتی جائے گی کراہت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ صاحب بدائع وغیرہ فقہاء نے اسی قول کی تائید کی ہے اور اسے ظاہر روایت بتلایا ہے۔ (البدائع والصنائع ج ۱ ص ۲۸۱)[1] شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہی قول اختیار کیا ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۰ فصل ویکرہ للمصلی) اور زاد الفقیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقیامه علی مکان مرتفع وهو ما یقع به التمیز ظاهراً وحده (یعنی) (مکروہ ہے) اکیلے امام کا اتنی بلند جگہ پر کھڑا رہنا جو ظاہراً ممتاز معلوم ہو اور صاف طور پر الگ دکھائی دے (ص ۵۰)

"بحر الرائق" میں ہے کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث کے بموجب عمل کرنا بہتر ہے فالحاصل ان التصحیح قد اختلف والا ولی العمل بظاهر الروایة واطلاق الحدیث (ص ۲۶ ج ۲)

علامہ طحطاویؒ اور علامہ شامیؒ نے بھی دوسرے قول کی تائید اور موافقت فرمائی ہے (قوله وهو الا وجه) وهو ظاهر الروایة والروایات قد اختلفت فی المقدار الا خذ بظاهر الروایة اولیٰ (طحطاوی ج ۱ ص ۳۴۱ مکروهات صلاة (قوله وقیل الخ) هو ظاهر الروایة کما فی البدائع الخ (شامی ایضاً ج ۱ ص ۶۰۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو:

(سوال ۱۳۹) اکیلا امام نو انچ اونچی جگہ (برآمدہ) پر کھڑا رہ کر نماز پڑھائے اور مصلی نیچے (صحن میں) ہیں تو کیا حکم ہے؟ مصلیوں کا ازدہام وغیرہ شرعی عذر کچھ نہیں ہے۔

(الجواب) بغیر عذر شرعی کے امام کا اس طرح نو انچ بلند جگہ پر کھڑے رہ کر نماز پڑھنا اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے (کہ وہ لوگ اپنے امام کی جگہ بلند رکھتے ہیں) مکروہ ہے۔ ہاں اگر امام کے پیچھے اس اونچی جگہ پر کچھ نمازیوں کی صف ہوگی تو کراہت نہیں ہے ویکره ایضا ان ینفرد الا مام عن القوم فی مکان اعلیٰ من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه لان فیه التشبیه باهل الکتاب علی ما تقدم انهم یخصون اما مهم بالمکان المرتفع ولذا اذا کان بعض القوم مع الا مام لا یکره لزوال التشبیه بزوال التخصیص (مکروهات صلوٰة کبیری ص ۳۴۸)

(۱) یکره سواء کان المکان قدر قامة الرجل اودون ذلک فی ظاهر الروایة ...... والصحیح جواب ظاهر الروایة الخ بیان ما یستحب فیها وما یکره)

متفرق مسائل:

(سوال ۱۴۰) (۱) نماز میں بعض لوگ قعدہ کی حالت میں بائیں پاؤں بچھا کر اس پر دائیں پاؤں کی پشت رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یعنی بائیں پاؤں کا تلوا اور دائیں پاؤں کی پشت ملا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کی اصل کہاں سے ہے؟ (۲) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی بلا کراہت یا باکراہت؟ (۳) زید کا کہنا ہے کہ مسافر کے قصر کرنے میں تمام مذاہب برابر ہیں یعنی چاروں مذہب میں قصر ضروری ہے شرعی مسافر کو قصر کرنا ضروری ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قصر ہے یا نہیں؟ (۴) مالدار شخص اپنے تین یا چار یا پانچ بیٹوں یعنی لڑکوں میں سے منتخب کر کے اپنی حیاتی میں تمام مال یا نصف مال یا ثلث حصۂ مال کا ہدیہ بخشش دے سکتا ہے؟ اگر دیوے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) یہ طریقہ خلاف سنت اور مکروہ ہے نماز کے قعدہ میں مرد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے واذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعة الثانیه افترش رجله الیسری وجلس علیها ونصب یمناه ووجه اصابعها نحو القبلة (نور الا یضاح ص ۷۹) وبعد فراغه من سجدتی الرکعة الثانیة یفترش الرجل رجله الیسری فیجعلها بین الیتیه ویجلس علیها وینصب رجله الیمنیٰ ویوجه اصابعه فی المنصوبة نحو القبلة هو السنة الخ (درمختار) قوله (هو السنة) فلو تورک او تربع فقد خالف السنة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۴۸ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاة الخ) ردالمحتار (ج ۱ ص ۴۷۴ ایضاً) اگر عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بن پڑے بیٹھے اور کوشش کرے کہ ہیئت مسنونہ کے قریب تر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی خواہ مقیم ہو یا مسافر واطلق الا مام فشمل المقیم والمسافر لکن لو کان مقیما کا مام مکة صلی بهم صلوة المقیمین ولا یجوز له القصر ولا للحجاج الاقتداء به قال الا مام الحلوانی کان الا مام النسفی یقول العجب من اهل الموقف یتابعون امام مکة فی القصر فانی یستجاب لهم او یر جی لهم الخیر وصلا تهم غیر جائزة قال شمس الا ئمة کنت مع اهل لموقف فاعتزلت وصلیت کل صلوٰة فی وقتها واوصیت بذلک اصحابی وقد سمعنا انه یتکلف ویخرج مسیرة سفر ثم یاتی عرفات فلو کان هکذا فالقصر جائزاً فیجب الا حتیاط ا ه ملخصاً من التتار خانیة عن المحیط (شامی جلد دوم ص ۲۳۸ صلاة مسافر)

ایک تائیدی فتویٰ ملاحظہ ہو!

مسئلہ:۔

"مقیم شخص کو قصر کرنا جائز نہیں، خواہ مقتدی ہو یا امام اور اگر مقیم امام ہو اور قصر کرے تو اس کی اقتداء نہ مسافر کو جائز ہے نہ مقیم کو، اگر کوئی امام مقیم قصر کرے گا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز نہ ہوگی" "معلم الحجاج" ص ۲۷ مؤلف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ اس کے حاشیہ میں پوری وضاحت ملاحظہ ہو۔

(۳) مسافر کے لئے قصر جائز ہونے میں سب اماموں کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ قصر عزیمت (واجب) ہے یا رخصت؟ حضرت امام ابوحنیفہؒ عزیمت کے قائل ہیں اور حضرت امام شافعی وغیرہ رخصت کہتے ہیں۔ اتفقوا علی جواز القصر فی السفر واختلفوا ھل ھو رخصۃ اوعزیمۃ؟ فقال ابو حنیفۃ ھو عزیمۃ وشدد فیہ وقال مالک والشافعی واحمد ھو رخصۃ فی السفر الجائز وحکی عن داؤد انہ لا یجوز الا فی سفر واجب. وعنہ ایضاً انہ یختص بالخوف ولا یجوز القصر فی سفر المعصیۃ ولا الترخص برخص السفر عند مالک والشافعی واحمد وقال ابو حنیفہ یجوز ذلک (رحمۃ الائمۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۵۳ بدایہ المجتھد ج ۱ ص ۱۶۱) و اللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) شرعی مصلحت سے ایک وارث کو زیادہ یا کل مال دے دیا جب کہ دیگر ورثاء کو بلا وجہ شرعی کم دینا یا نقصان پہنچانا یا محروم کرنا مقصود نہ ہو تو امید ہے کہ گناہ نہ ہوگا۔ انما الاعمال بالنیات الحدیث. ورنہ مستوجب عقاب شدید ہوگا۔ حدیث میں ہے ان الرجل لیعمل والمرأۃ بطاعۃ اللہ ستین سنۃ ثم یحضر ھما الموت فیضاران فی الوصیۃ فتجب لھما النار. یعنی بعض مرد یا عورت ساٹھ سال تک (یعنی پوری عمر) خداتعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں لیکن مرنے کے وقت وصیت وغیرہ کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچاجاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے (معاذ اللہ) (مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصایا الفصل الثانی) لہٰذا بلا وجہ شرعی بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ ارشاد خداوندی اباءکم وابناءکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعاً یعنی تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کو نہیں معلوم کون زیادہ تمہیں فائدہ پہنچائیں گے (اس کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے) سورۃ النساء فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۴۱) سونا چاندی کے زیورات اور گھڑی پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) مردوں کے لئے نماز وغیر نماز میں سونے چاندی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے، سونے کی ناجائز ہے، سونا، چاندی اور اس سے بنے ہوئے زیورات اور روپے اور سکے جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جائز ہے اگر گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی کے ہوں اور بقیہ پرزے دوسری دھات کے ہوں تو حرج نہیں۔

(سوال ۱۴۲) روپے اور پوسٹ کارڈ تصویر والے جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) روپے، نوٹ اور پوسٹ کارڈ پر تصویر ہوتی ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۴۳) ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) ٹوپی پہننی چاہئے، نماز کے وقت اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے

ویکرہ الاعتجار وھوان یشد رأسہ بالمندیل ویترک وسط رأسہ. یعنی سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی حصہ سر کا کھلا رہے یہ مکروہ ہے (ج ۱ ص ۵۷ باب الحدث فی الصلاۃ وما یکرہ فیھا وما لا یکرہ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کے لئے دوڑنے کا حکم:

(سوال ۱۴۴) نمازی حضرات وضو میں مشغول ہوں اتنے میں تکبیر شروع ہو جائے تو اس کے حصول کے لئے دوڑتے ہیں تو اس طرح دوڑنا ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جلدی کرے دوڑے نہیں، میانہ روی اختیار کرے دوڑنا منع ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چلو، دوڑو مت۔ (بخاری شریف پ ۳ ص ۸۸ کتاب الاذان باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے قصد سے نکلنا نماز کے حکم میں ہے (مسلم شریف) اسی بناء پر مستحب ہے کہ اثنائے راہ میں حتی الامکان ایسی حرکت نہ کرے جو ہیئت صلوٰۃ کے منافی ہو (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۲۲۰ باب استحباب اتیان الصلوۃ بوقار وسکینۃ والنھی عن اتیانھا سعیا) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکعت اور رکوع حاصل کرنے کے لئے دوڑنا:

(سوال ۱۴۵) امام صاحب رکوع کریں اس وقت لوگ رکوع کی شرکت کے لئے دوڑتے ہیں جس سے دوسرے نمازیوں کو خلل ہوتا ہے تو اس طرح دوڑنا شرعاً کیسا ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں دوڑے نہیں، دوڑنا منع ہے خواہ رکوع نہ ملے۔ حدیث میں ہے کہ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ۔ رکعت فوت ہو جائے اس کو بعد میں ادا کرلو (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۲۰ ایضاً) اس کے علاوہ یہ بھی خیال رہے کہ مسجد میں دوڑنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے خصوصاً جب کہ نمازیوں کو بھی تشویش ہو، جس سے اجتناب ضروری ہے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں تھے، پیچھے سے ایک آدمی آیا اس کے پاس جو سامان تھا اس کو پھینک کر نماز میں شریک ہو گیا، حضرت فاروق اعظمؓ نے نماز سے فارغ ہو کہ اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈال دیا (کتاب الاعصام) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حنفی امام شافعی مقتدی کی آمین ختم ہونے تک رکا رہے:

(سوال ۱۴۶) ہمارے اس چیپانا میں ہندی، افریقی دو قسم کی بستی ہے، ہندی مسلمان تو تمام حنفی ہیں مگر افریقی مسلمان تمام شافعی ہیں وہ لوگ ہر جمعہ کو صلوٰۃ جمعہ ادا کرنے ہماری حنفی مسجد میں آتے ہیں اور حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، اب سورہ فاتحہ ختم ہوتے ہیں آمین اور بسم اللہ الخ جلدی سے پڑھ کر امام دوسری سورۃ شروع کر دیتے ہیں مگر شافعی لوگ زور سے آمین پکارتے ہیں اور کھینچ کر پکارتے ہیں، لہٰذا امام کو اس وقت ان کی امین کہنے تک رکنا چاہئے یا پھر فوراً دوسری سورۃ شروع کردے واضح طور پر آپ جواب عنایت فرمائیں بڑا کرم ہوگا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں شافعی المذہب مقتدیوں کی آمین ختم ہونے تک حنفی امام رک سکتا ہے اس میں کراہت نہیں ہے امام بھی اطمینان سے آمین کہے تا کہ زیادہ وقفہ معلوم نہ ہو۔(۱) فقط و اللہ اعلم .

رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے:

(سوال ۱۴۷) امام رکوع میں ہو اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو امام کو رکوع میں پا نہیں سکتا، اور رکعت فوت ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ باندھ لے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہوجائے، اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ ان کان بحیث لو قام وراء الصف وحدہ یدرکھا ولو مشیٰ الی الصف لا یدرکھا انہ یمشی الی الصف ولا یقف وحدہ ان کان فی الصف فرجة لکراھة وترک المکروہ اولیٰ من ادرک الفضیلة (کبیری ص ۵۷۵ ادراک الفریضة) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا:

(سوال ۱۴۸) عورتوں کو برقع اوڑھ کر مسجد میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی تھا کہ "بیوتھن خیر لھن" یعنی ان کے گھر ان کے لئے مسجد سے بہتر ہیں (مشکوٰۃ ص ۹۶ باب الجماعة وفضلھا) ام حمید ایک جان نثار خاتون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہارے لئے بند کوٹھری میں نماز پڑھنا صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبوی) میں آ کر پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد ام حمید نے نماز کے لئے اندھیری کوٹھری متعین کر لی اور وفات تک وہیں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں (ترغیب ج ۱ ص ۱۸۰)

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی (عمدہ پوشاک، زیب و زینت اور خوشبو کا استعمال وغیرہ) دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں، روک دیا تو تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے خلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی شکایت کی تو حضرت صدیقہؓ نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا "اگر حضور اکرم ﷺ ان چیزوں کو دیکھتے جو اب عورتوں میں نظر آتی ہیں تو آنحضرت ﷺ بھی ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے (صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰ باب خروج النسآء الی المساجد باللیل والغلس) (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۳ باب خروج

(۱) قولہ وکونھن سرا، جعل سرا خبر الکون المحذوف لیفیدان الاسرار بھا سنة اخریٰ فعلی ھذا سنیة الاتیان بھا تحصل ولو مع الجھر بھا ط عن ابی السعود ، شامی سنن الصلاة ج ۱ ص ۴۴۴.

النسآء الی المساجد الخ) حضرت عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر عورتوں کو کنکریاں مارتے اور ان کو مسجد سے نکالتے (عینی شرح بخاری) یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اکثر عورتوں میں شرم و حیا اور تقویٰ و پرہیز گاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور مردوں میں اکثریت نیکوکار تھی۔ فیض و برکات کے حصول کا زریں موقع تھا اور مسجد نبوی کی فضیلت اور نماز بجماعت ادا کرنے کی شریعت میں سخت تاکید تھی باوجود اس کے عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئیں تو دور حاضرہ میں کیا حکم ہونا چاہئے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

بناءً علیہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا۔ درمختار میں ہے ویکرہ حضور ھن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان (درمختار (مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۹ باب الامامة) اور مکروہ ہے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونا، چاہئے جمعہ اور عیدین ہو یا مجلس وعظ ہو۔ چاہے وہ عمر رسیدہ ہو چاہے جوان رات ہو یا دن زمانہ کی خرابیوں کی وجہ سے مفتی بہ مذہب یہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلی کہنی نماز پڑھنا:

(سوال ۱۴۹) کہنی تک آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی تو نہیں؟

(الجواب) ہاں مکروہ ہے۔ خلاصة الفتاویٰ میں ہے۔ ولو صل رافعاکمہ الی المرفقین یکرہ. ترجمہ۔ دونوں آستینوں کو کہنی تک چڑھا کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ ج ۱ ص ۵۸۔

نماز میں کھنکارنا:

(سوال ۱۵۰) نماز میں کھنکارنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلا ضرورت کھنکارنا مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو مثلاً آواز بند ہوگئی۔ سانس رک گیا۔ یا پڑھنا مشکل ہوگیا تو کھنکارنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ آواز درست کر سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کھنکار کی آواز کے ساتھ کوئی حرف نہ نکلے۔ اگر کھنکار یا کھانسی کے ساتھ بلا اضطرار دو حرف بھی ادا ہوگئے مثلاً اح کی آواز نکلی تو نماز نہیں ہوگی۔ البتہ اضطرار کی حالت مستثنیٰ ہے۔ مثلاً طبیعت پر دباؤ ایسا پڑا کہ اح جیسا لفظ ادا ہوگیا تب نماز فاسد نہیں ہوگی قال فی الدر المختار والتنحنح بحرفین بلا عذر اما بہ بان نشاء من طبعه فلا او بلا غرض صحیح الخ. علی ھامش شامی باب مایفسد الصلاة ومایکرہ فیھا ج ۱ ص ۵۷۸.

نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵۱) نماز عشاء سے پہلے سونے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) نماز عشاء کا وقت گذر جانے یا جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سونا مکروہ ہے۔ اگر کسی غرض سے سونا پڑے اور کسی شخص کو تاکید کردے کہ وقت پر بیدار کردے تو مکروہ نہیں ہے۔ وقال الطحاوی انما کرہ النوم

قبلھالمن خشی علیہ فوت وقتھا اوفوت الجماعۃ فیھا واما من وکل نفسہ الیٰ من یوقظہ فیباح لہ النوم (شامی ج ۱ ص ۳۴۱ کتاب الصلاۃ)

بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے؟:

(سوال ۱۵۲) بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگے تو اس کو صاف کرے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ برکتی چیز ہے اس کو صاف نہیں کرنا چاہئے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) پیشانی پر لگی ہوئی مٹی کو سجدہ میں صاف کرنا مکروہ ہے۔ نماز کے بعد پوچھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاف کرنا بہتر ہے کہ اس میں ریا و نمود کا اندیشہ نہیں۔ (شرح وقایہ ج ۱ ص ۹۴ مکروہات صلاۃ)

صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا:

(سوال ۱۵۳) نماز تراویح میں پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے بھی دوسری صف میں کھڑا رہے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) پہلی صف میں جگہ ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے اور منع ہے۔ صف اولیٰ پر ہو جائے تو صف ثانی میں کھڑا رہے۔[1] فقط واللہ اعلم۔

سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیوی باتیں:

(سوال ۱۵۴) فجر وظہر میں سنت مؤکدہ کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنن باطل ہوتی ہیں یا ثواب؟

(الجواب) بعض فقہاء کے نزدیک فرض اور سنن مؤکدہ کے درمیان دنیوی باتوں سے سنتیں باطل ہو جاتی ہیں مگر قوی یہی ہے کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی البتہ ثواب کم ہو جائے گا۔ ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا (شامی ج ۱ ص ۶۳۶ باب الوتر والنوافل)

نماز میں کھنکارے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۵۵) بلغم وغیرہ دفع کرنے اور نماز میں گلا صاف کرنے کے لئے امام کھنکھارے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ جہری نماز یا سری نماز اسی طرح امام یا غیر امام کی کوئی شرط ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام اور غیر امام، مقتدی یا منفرد، جہری نماز یا سری نماز میں گلا صاف کرنے اور بلغم دفع کرنے اور آواز کی صفائی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ البتہ بلا ضرورت و بدون مقتضائے طبیعت کھنکارے (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے) اور اس سے دو حرف والا لفظ جیسے اح اح صادر ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ''درمختار'' میں ہے۔ اور نماز میں بلا عذر دو لفظ سے کھنکھارنا جیسا کہ اح اح کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔ ہاں اگر یہ عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ آواز کی صفائی اور درستگی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ والتنحنح بحرفین (بلا عذر) اما بہ بان نشأ من

(۱) کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ قلت بالکراھۃ ایضا صرح الشافعیۃ قولہ کقیامہ فی صف الخ ھل الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ او تحریمیۃ ویرشد الی الثانی قولہ علیہ الصلاۃ والسلام: ومن قطعہ قطعہ اللہ. الخ مطلب فی الکلام علی الصف الاول.

طبعہ فلا (او) بلا (غرض) صحیح فلو لتحسین صوتہ او لیھتدی امامہ او للاعلام انہ فی الصلاۃ فلا فساد علی الصحیح در المختا مع الشامی ج ۱ ص ۵۷۸ باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے لئے کیا وعید ہے؟:

(سوال ۱۵۶) نماز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز فاسد نہ ہوگی اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں! مخل خشوع ہے، اور اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے جس بناء پر گذرنے والا گنہگار ہے۔ حدیث میں اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے۔ وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احد کم الی شیئی یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلید فعہ فان ابی فلیقا تلہ فانما ھو الشیطان ھذا لفظ البخاری و لمسلم معناہ. (مشکوۃ شریف ص ۷۴ باب السترۃ) یعنی جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھ رہا ہے جو اس کے لئے سترہ کا کام دے رہی ہے۔ اب کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو یہ اس کو ہٹا دے۔ (ایک ہاتھ سے دھکیل دے) اگر نہ مانے تو اس کو مار بھی سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو شیطان ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵۷) ہمارے یہاں موسم گرما میں نماز عشاء اور تراویح وغیرہ مسجد کی چھت پر پڑھی جاتی ہے۔ جماعت خانہ میں نہیں پڑھی جاتی۔ تو کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ اور صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جن کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے کہ یہ مجبوری ہے ''نصاب الاحتساب'' میں ہے۔ ویکرہ الصلاۃ فوق الکعبۃ وکذا العصود علی سطح المسجد الا لحاجۃ اصلاح ونحوہ وکذا الصعود علیٰ کل مسجد مکروہ ولھذا اذا شتد الحر فیکرہ ان یصلوا الجماعۃ فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فح لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ واما شدۃ الحر فلانھا لا توجب الضرورۃ وانما یحصل بہ زیادۃ المشقۃ وبھا یزداد الاجر کلہ من المحیط وغیرہ. یعنی: محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں! اگر تعمیر و مرمت کی ضرورت سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اس بناء پر یہ بھی مکروہ ہے کہ جب گرمی شدید ہو تو چھت پر جماعت کریں۔ مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری نہیں پیدا کرتی۔ کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور مشقت بڑھتی ہے تو اجر و ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ (اس کو مجبوری نہیں کہا جاتا) (نصاب الاحتساب ص ۳۲ باب ۱۵ قلمی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر

یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب. یعنی: تمام مساجد کی چھتوں پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورۃً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۲ ج۵ کتاب الکراھۃ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلۃ الخ)

"کبیری" میں ہے۔ وکذا لو صلی علی السطح من شدۃ الحر ای یکرہ لقولہ تعالیٰ قل نار جھنم اشد حراً لو کانوا یفقھون. انتھی وفی القنیہ امام یصلی التراویح علی سطح المسجد اختلف فی کراھتہ والاولی ان ولا لاعلی فیہ عند العذر فکیف بغیرہ. (کبیری ص ۳۹۲ مکروھات صلاۃ)

"شامی" میں ہے۔ ثم رأیت القھستانی نقل عن المفید کراھۃ الصعود علی سطح المسجد الخ ویلزمہ کراھۃ الصلوۃ ایضاً فوقہ فلیتأمل. (ص ۶۱۴ مطلب فی احکام المسجد ج ۱) (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۱۴۸ نفع المفتی والسائل ص ۱۲۱) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

گرمی میں صحن مسجد میں نماز باجماعت بدون حرج کے صحیح ہے۔ اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کر لیں تو داخل ہو جائے گا اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ہو اللہ کی قراءت:

(سوال ۱۵۸) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو ۲ آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص، یا سورۂ کافرون یا سورۂ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے۔" لو قرأ آمن الرسول فی رکعۃ وقل ھو اللہ احد فی رکعۃ لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ ج ۱ الباب الرابع فی القراۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا:

(سوال ۱۵۹) عید کی نماز میں امام نے پہلا سلام پھیرا تو اس کے ساتھ سب مقتدیوں نے بھی سلام پھیرا لیکن دوسرے سلام پھیرنے میں امام نے تاخیر کی، تو مقتدیوں نے اس خیال سے کہ امام نے دوسرا سلام پھیر دیا ہوگا، امام سے پہلے سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد امام نے دوسرا سلام پھیرا تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدیوں نے برا کیا مگر نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تذکرۃ الرشید میں یہ مسئلہ ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ تذکرۃ الخلیل میں یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۰۷۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتنقطع التحریمۃ بتسلیمۃ واحدۃ برھان وقد مر وفی التاتارخانیہ ما شرع فی الصلاۃ مثنی فللواحد حکم المثنیٰ فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنیٰ بقید الرکعۃ بسجدۃ واحدۃ کما تتقید بالسجدتین، درمختار علی ھامش شامی فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ ج ۱ ص ۴۹۰.

آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم:

(سوال ۱۶۰) آستین کھلی رکھ کر شرٹ پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟

(الجواب) کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا اور کہنی تک نیم آستین والے قمیص وغیرہ فیشن ایبل لباس پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ وضو کرتے وقت آستین چڑھائی ہوئی ہو اور جماعت میں شرکت کرنے کے لئے جلدی میں آستین چڑھی رہی ہوں تو نماز میں ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ اتار دے۔ اس طرح نہ اتارے کہ عمل کثیر ہو جائے، یعنی دونوں ہاتھ استعمال کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ بھی خیال رکھئے کہ گرمی اور پسینہ کی وجہ سے نماز کی حالت میں آستین چڑھانا عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اما لو شمر وھو فیھا تفسد لانہ عمل کثیر (شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب فی مکروھات الصلاۃ)

قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے:

(سوال ۱۶۱) ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں درمیان میں ذرا نہیں ٹھیرتے نہ سانس توڑتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں، اور یہی حالت ہے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی، ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے، ان کو دیکھ کر مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں لہذا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس طرح عادت کر لینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔ (ویقوم مستویاً) لما مر من انہ سنۃ او واجب او فرض (ثم یکبر) مع الخرور (ویسجد واضعا) (رکبتیہ) (درمختار)(قولہ ثم یکبر)

اتی بثم للاشعار بالا طمینان فانہ سنۃ او واجب علی ما اختارہ الکمال (قولہ مع الخرور) بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور وانتھاؤہ عند انتھائہ شرح المنیۃ ویخر للسجود قائما مستویاً (درمختار مع الشامی ص ۴۶۵، ۴۶۶ ج ۱ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ)

(ویجلس بین السجدتین مطمئناً)(درمختار)(وقولہ مطمئنا) ای بقدر تسبیحۃ کما فی متن الدر والسراج (درمختار مع الشامی ص ۴۷۲ ج ۱)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔ کیونکہ یہ قومہ سنت ہے۔ اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ عبارت میں لفظ ثم آیا ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھیر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کریں یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو (اور پیشانی زمین پر رکھی جائے) پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے۔ یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ آنحضرت ﷺ کے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ کہ جب رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے پھر سجدہ میں

جاتے۔اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے تب دوسرا سجدہ فرماتے (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلاۃ)

اسی طرح حضرت ابوحمید ساعدیؓ آنحضرت ﷺ کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں فاذا رفع رأسہ استوی حتی یعود کل فقار مکانہ یعنی: جب آنحضرت ﷺ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہوجاتے۔ یہاں تک کمر مبارک کا ہر ایک جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔(مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ ایضاً)

آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے صلو اکما رأیتمونی اصلی۔ ترجمہ: مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھو ہو اسی طرح تم نماز پڑھو۔ بناء علیہ اگر ہم خود اپنی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اور خلاف سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آیا سلام کیا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا۔" وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل "۔ یعنی: وعلیک السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس ہوا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا۔ آپ (ﷺ) نے یہی فرمایا۔ جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ ﷺ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔ فرمایا۔ جب تم نماز کے لئے اٹھو پہلے اچھی طرح وضوء کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ پھر اللہ اکبر کہو۔ پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اس طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن کو ادا کرو۔(مشکوٰۃ شریف باب صفت الصلوٰۃ ص ۷۶۔)

فقہ اور حدیث کی ان تصریحات کو دیکھئے ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔ آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر رکوع، سجدہ، قومہ وجلسہ نہیں کرتے سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگا تار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں۔ جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا اسوء الناس سرقۃ الذی یسرق من صلوتہ قالوا یا رسول اللہ کیف یسرق من صلوتہ قال لایتم رکوعھا و سجودھا رواہ احمد (مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ باب الرکوع الفصل الثالث) یعنی بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ نماز کس طرح چراتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔ (نہیں ٹھہراتا) آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع وسجود پورا ادا نہیں کر رہا تھا۔ تو فرمایا۔ اما تخاف لو مت علی ذلک لمت علیٰ غیر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ باب الرکوع الفصل الثالث ص ۸۳) (تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مرگیا تو دین محمد

پر تیری موت نہ ہوگی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نماز نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے (نہ ٹھہرائے) اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی ایضاً الفصل الثانی۔ حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ تکبیر وارکان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا۔ تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مرگیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔ (اگر تو بریں بمیری روز قیامت از امتان من ترا نہ گویند)

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا۔ اس مرد کو بلایا۔ اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا چالیس برس سے۔ فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مرگیا تو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندۂ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجا لاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ وہ نماز اپنے نمازی کے لئے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے۔ حفظک اللہ سبحانہ کما حفظتنی۔ (اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی) اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا (اور اس کے رکوع وسجود، قومہ وجلسہ کو بجا نہیں لاتا) وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔ فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے۔ اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور وہ نماز اس نمازی پر بد دعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ ضیعک اللہ کما ضیعتنی (اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ (اللہ تعالیٰ تیرا ناس مارے جیسا تو نے میرا ناس مارا) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی۔ مکتوب ۶۹ جلد دوم ص ۱۳۸۔۱۳۹۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا:

(سوال ۱۶۲) ہمارے یہاں جب تبلیغی جماعت آتی ہے تو اس وقت اگلی صف آگے بڑھا دی جاتی ہے اور مقتدی امام سے تھوڑے ہی پیچھے ہوتے ہیں۔ امام کے پیچھے والے مقتدی کو سجدہ کی جگہ نہیں ملتی (اس لئے وہ جگہ خالی رہتی ہے) اس لئے کہ امام تھوڑا سا آگے ہوتا ہے تو کیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایک مقتدی ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو۔ دو مقتدی ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیھاً وتحریماً لو اکثر (درمختار) (قولہ تحریماً لو اکثر) افاد ان تقدم الامام امام الصف واجب کما افادہ فی الھدایۃ والفتح (شامی ص ۵۳۱ ج ۱ باب الامامۃ مطلب ھل الاساءۃ دون الکراھۃ او

افحش منها)

لہٰذا صورت مسئولہ میں پہلی صف کا آگے بڑھ جانا اس طرح پر کہ مقتدی امام کے پیچھے سجدہ نہ کرسکیں مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ اور صحن میں بھی جگہ نہ ہو، اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۶۳) سر کھلا رکھ کر نماز پڑھنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہوگیا ہے اور اس کو فساق وفجار نے اختیار کیا ہے، اور یہ بہت قبیح ہے، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں ولا یخفی علیٰ عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیه اسقاط مرؤة وترک ادب. عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروۃ کو ختم کرتا ہے اور ادب وشریفانہ تہذیب کے خلاف ہے۔ (تلبیس ابلیس ص ۳۷۳)

قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویکره کشف الرأس بین الناس. لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

مالا بدمنہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بزناں وزن را تشبہ بمرداں، ومسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ (مالا بدمنہ ص ۱۳۱)

جب خارج نماز یہ حکم ہے تو اس حالت میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا درمختار میں ہے (وصلاته حاسراً) ای کاشفاً (راسه للتکاسل) الخ اور مکروہ ہے کاہلی اور بے اعتنائی کی بناپر کھلے سر نماز پڑھنا الخ (درمختار ج ۱ ص ۵۹۸ مکروہات الصلاۃ مطلب فی الخشوع) فقط واللہ اعلم۔

سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ کرنا اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا:

(سوال ۱۶۴) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر الله والفتح پڑھی، نیز پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھتے وقت بجائے سمع الله لمن حمده کے اللہ اکبر کہا، نماز پوری ہونے کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ہوگی چنانچہ دوسری جماعت کی گئی اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے تو کیا پہلی جماعت صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ صحیح ہے تو دوسری جماعت میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی فرض نماز کا کیا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں اس طرح (خلاف ترتیب) سہواً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا، اس لئے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے۔ واجبات نماز میں سے نہیں ہے (قوله لترک واجب) ای من

واجبات الصلوة الاصلية فخرج واجب ترتيب التلاوة (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ باب سجود السهو) والرابع سببه ترک واجب من واجب الصلوة الاصلية سهواً وهو المراد بقوله ترک واجب لا کل واجب بدليل ماسنذکره من انه لو ترک ترتيب السور لا يلزمه شیء مع کونه واجباً (البحرالرائق ج ۲ ص ۹۳ باب سجود السهو) وفی التجنيس لو قرأ سورة ثم قرأ فی الثانية سورة قبلها ساهياً لا يجب عليه السجود لان مراعاة ترتيب السور من واجبات نظم القران لا من واجبات الصلوة فترکها لا يوجب سجود السهو (البحرالرائق ج ۲ ص ۹۴) درمختار میں ہے ويکره الفصل بسورة قصيرة وان يقرأ منکوساً (قوله بان يقرأ منکوساً) بان يقرأ فی الثانية سورة اعلیٰ مما قرأ فی الاولیٰ لان ترتيب السور فی القرأة من واجبات التلاوة (قوله ثم ذکر يتم) افادان التنکيس او الفصل بالقصيرة انما يکره اذا کان عن قصد فلو سهواً فلا کما فی شرح المنية يعنی مکروہ ہے چھوٹی سورت کا فصل کرنا اور قرآن الٹا پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں سورۂ تبت پڑھے وجہ کراہت یہ ہے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ قصداً چھوٹی سورت کو چھوڑ کر اس کے بعد والی پڑھے یا خلاف ترتیب پڑھے، لہٰذا اگر سہواً چھوٹی سورت کا فاصلہ ہوجائے یا ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۰۱ قبیل باب الامامة)

رکوع سے اٹھتے وقت سمع الله لمن حمده، کہنا مسنون ہے واجب نہیں ہے لہٰذا اس کے ترک سے بھی سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، سہواً مکروہ بھی نہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ واجب نہیں تھا، لہٰذا دوسری جماعت میں جو نو وارد نمازی شامل ہوئے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اس موقعہ پر فتاوی رحیمیہ جلد اول ج ۴ ص ۱۶۹ نیز ج ۴ ص ۱۲۹ بھی دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا:

(سوال ۱۶۵) ہماری مسجد کے امام صاحب کے پیر میں سخت درد ہے اس لئے جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو زمین پر ہاتھ ٹیک دیتے ہیں تو وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔ (ثم وضع) (رکبتيه ثم يديه) ان لم يکن به عذر يمنعه من هذه الصفة (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کيفية ترکيب افعال الصلاة) و الله اعلم بالصواب.

نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۶۶) فرض نماز میں مقتدی امام کی قرأت کے وقت یا خود امام قرأت کے وقت آنکھ بند کرے اور آنکھ بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) بلا کسی ضرورت ومصلحت نماز میں آنکھ بند رکھنا مکروہ ہے البتہ اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جو خشوع وخضوع

میں خلل انداز ہوتی ہو یا آنکھیں بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو یا کمال خشوع کے لئے معین ہو تو پھر مکروہ نہیں مراقی الفلاح میں ہے (ویکرہ) (تغمیض عینیہ) الا لمصلحۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام احد کم فی الصلوۃ فلا یغمض عینیہ لانہ یفوت النظر للمحل المندوب ولکل عضو وطرف حظ من العبادہ وبرویۃ ما یفوت الخشوع ویفرق الخاطر ربما یکون التغمیض اولیٰ من النظر.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ قولہ (الا لمصلحۃ) کما اذا غمضھا لرؤیۃ ما یمنع خشوعہ ، نہر ، اوکمال خشوعہ ، در . او قصد قطع النظر عن الا غیار والتوجہ الی جانب الملک الغفار ، مجمع الانہر .(قولہ فلا یغمض عینیہ) ظاھرہ التحریم قال فی البحر وینبغی ان تکون الکراھۃ تنزیھیۃ اذا کان لغیر ضروریۃ ولا مصلحۃ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۴ ،ص ۱۹۵ ، فصل فی المکروھات)

درمختار میں ہے (وتغمیض عینیہ) للنھی الا لکمال الخشوع ،شامی میں ہے، (قولہ للنھی) ای فی حدیث اذا قام احد کم فی الصلوۃ فلا یغمض عینیہ رواہ ابن عدی الا ان فی سندہ من ضعف وعلل . فی البدائع بان السنۃ ان یری ببصرہ الیٰ موضع سجودہ وفی التغمیض ترکھا ثم الظاھر ان الکراھۃ تنزیھۃ کذا فی الحلیۃ والبحر وکانہ لان علۃ النھی ما مر عن البدائع وھی الصارف لہ عن التحریم (قولہ الا لکمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیۃ ما یفرق الخاطر فلا یکرہ بل قال بعض العلماء انہ الا ولی ولیس ببعید حلیہ وبحر (درمختاروشامی ص ۶۰۳ ج ۱ ص ۶۰۴ مکروھات الصلوۃ)

غایۃ الاوطار میں ہے وتغمیض عینیہ للنھی لکمال الخشوع اورمکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا سبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا مکروہ نہیں نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا (نظر رکھنا) مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہوجاتی ہے تو اس لئے حلیہ اور بحرالرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا (کذا فی الشامی بتصرف (غایۃ الا وطار ترجمہ درمختار ج ۱ ص ۳۰۱)

علم الفقہ میں ہے: (۲۲) حالت نماز میں آنکھوں کا بند کرلینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر آنکھ بند کرلینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے (درمختاروغیرہ) (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۱۸ مکروھات نماز) فقط واللہ اعلم بالصواب.

نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ۱۶۷) ایک شخص نے وضو کیا، رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے جلدی جلدی جماعت میں شامل ہوگیا اور کہنیاں کھلی رہ گئیں، جماعت میں شامل ہونے کے بعد نماز میں وہ شخص اپنی آستین اتارے یا آستین چڑھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پوری کرے افضل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے اپنی آستین اتارے ایسی صورت اختیار نہ کرے کہ عمل کثیر ہوجائے، اس کی صورت یہ ہے کچھ رکوع میں کچھ قومہ میں کچھ سجدہ میں کچھ جلسہ میں، اس طرح موقع بموقع عمل قلیل سے دونوں آستین اتارے شامی میں ہے ومثلہ مالو شمر للوضوء ثم عجل لا دراک الرکعۃ مع الا مام واذا دخل فی الصلوۃ کذلک وقلنا بالکراھۃ فھل الا فضل ارخاء کمیہ فیھا بعمل قلیل او ترکھما لم اراہ و الاظھر الا ول بدلیل قولہ الاتی ولو سقطت قلنسوتہ فاعادتھا افضل تأمل ھذا وقید الکراھۃ فی الخلاصۃ والمنیۃ بان یکون رافعاً کمیہ الی المرفقین وظاھرہ انہ لا یکرہ الی ما دو نھما (شامی ص ۵۹۹ ج ۱) مطلب مکروھات الصلوۃ تحت قولہ کمشمر کم او ذیل)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے:

(سوال ۱۶۸) ٹخنوں سے نیچے ازار، لنگی پہننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے؟ بہت سے لوگ نماز کے وقت ازار کو موڑ کر ٹخنوں سے اوپر کرلیتے ہیں، کیا نماز میں ازار کو ٹخنوں سے اوپر کرنا ضروری ہے؟ اگر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹخنوں سے نیچے پائجامہ (ازار) لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ابوداؤد شریف میں حدیث ہے۔

حدثنا موسیٰ بن اسمعیل ...... عن عطاء بن یسار عن ابی ھریرۃ قال بینما رجل یصلی مسبلا ازارہ اذقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء ،ثم قال اذھب فتوضأ فذھب فتوضأ ثم جاء فقال لہ رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک امرتہ ان یتوضاء قال انہ کان یصلی وھو مسبل ازارہ' وان اللہ جل ذکرہ لا یقبل صلوۃ رجل مسبل ازارہ' .(ابو داؤدشریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الا سبال فی الصلوۃ)

ترجمہ:۔ عطاء بن یسار حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ وضو کرکے آؤ، وہ شخص وضو کرکے آیا چنانچہ وہ شخص گیا اور وضو کرکے حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ وضو کرکے آؤ، وہ شخص گیا اور وضو کرکے آیا، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہوئے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

حدثنا زید بن اخزم ...... عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اسبل ازارہ فی صلوتہ خیلاء (ای تکبراً) فلیس من اللہ جل ذکرہ فی حل ولا حرام ، (ابو

داؤدشریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الاسبال فی الصلوۃ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص ازراہ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو تو اللہ کی طرف سے نہ اس کے لئے جنت حلال ہوگی نہ اس پر جہنم حرام ہوگی۔

مردوں کے لئے ازار وغیرہ سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو افضل صورت یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو، اگر اس سے نیچے ہو تو بیش از بیش ٹخنوں سے اوپر تک ہو، ازراہ کبر ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا سخت حرام ہے، احادیث میں اس پر شدید وعید آئی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ازرة المؤمن الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار قال ذلک ثلث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیمة الی من جر ازارہ بطراً رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس، فصل نمبر ۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مؤمن کی ازار نصف پنڈلی تک ہے، اور اس سے نیچے دونوں ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو اس میں کوئی حرج (گناہ) نہیں اور ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا تو وہ جہنم میں ہوگا، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت سے) اس شخص کو نہیں دیکھے گا جو اپنی ازار تکبر کے مارے لٹکائے۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فھو فی النار، رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوۃ)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے قدم کے جتنے حصے پر ازار لٹکتی ہے وہ حصہ دوزخ میں جلے گا (مظاہر حق ص ۹۴ ج ۳ ملخص)

(۳) عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ یوم القیمة الی من جرازارہ بطراً متفق علیہ (بخاری و مسلم) (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) اس شخص پر نہیں کرے گا جو اپنی ازار ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے دراز کرے (یعنی لٹکائے)

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جرازارہ خیلاء، لم ینظر اللہ یوم القیمة متفق علیہ. (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی ازار تکبر سے کھینچے (یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے) اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں

دیکھے گا۔

(۵) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل یجر ازارہ من الخیلاء خسف بہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمة رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنی تہ بند کو لٹکا کر زمین سے کھینچ کر چلا کرتا تھا، اس کو دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

(۶) حدثنا حفص بن عمر ...... عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلثة لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیمة ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم قلت من ھم یا رسول اللہ فقد خابوا وخسروا فاعادھا ثلثاً قلت من ھم یا رسول اللہ خابوا او خسروا فقال المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب او الفاجر (شک الراوی) (ابو داؤد شریف ص ۲۱۰ جلد ثانی، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ذرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت ورعایة) کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں وہ تو یقیناً ناکام ہوگئے اور خسارہ میں پڑ گئے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں وہ تو ناکام ہوگئے اور خسران میں پڑ گئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (۱) (ازار) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ لیلۃ البراءۃ (شب برات نصف شعبان کی رات) میں بھی ایسا شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہتا ہے، چنانچہ مظاہر حق میں حدیث نقل کی ہے۔

''اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں سب بخشے جاتے ہیں مگر عاق (والدین کی نافرمانی کرنے والا) اور مدمن خمر (ہمیشہ شراب پینے والا) اور مسبل ازار (ٹخنوں سے نیچا ازار لٹکانے والا) نہیں بخشے جاتے (مظاہر حق ص ۴۹۵ ج ۳ کتاب اللباس)

الجواھر الزواھر ترجمہ البصائر میں ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا آج شب بنو کلب کی بکریوں کے صوف اور بالوں کی مقدار خدا کی رہائی دیئے دوزخی چھوٹیں گے البتہ جو مشرک ہوگا اور جو کینہ ور ہوگا اور جو رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھے گا اور جو ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکا ہوا پہنے گا اور جو والدین کا نافرمان ہوگا اور جو شراب خوری کا خوگر ہوگا اس کی طرف نگاہ رحمت نہ فرمائے گا (الجواہر الزواہر ص ۲۵۱ بیسویں بصیرت)

مذکورہ روایات میں غور کیجئے ٹخنوں سے نیچے ازار، پائجامہ لٹکانے پر کتنی سخت وعید ہے، ان روایات کے پیش نظر کوئی مؤمن اس بات کی ہمت نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ فعل عموماً ازراہ کبر اور غیروں کے تشبہ سے ہوتا ہے، جب شرعی حکم یہ ہے کہ لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو اس میں غفلت اور لاپرواہی نہ ہونی چاہئے، لہذا

یوں کہنا کہ ہمارا یہ فعل ازراہِ تکبر نہیں ہے بے خیالی میں ہو جاتا ہے مسموع نہ ہوگا نیز دیکھنے والوں کو ایسے شخص سے بدظنی پیدا ہوتی ہے تو ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو بدظنی پیدا ہو۔

عدا لآثام میں ہے۔

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا تہبند پہننے کی ممانعت:

چونکہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کے لئے صاف طریق سے فرمادیا ہے کہ ما اسفل من الکعبین ففی النار (بخاری شریف) یعنی جو کوئی مرد کہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہنے گا وہ دوزخ میں ہوگا لہٰذا مردوں کو ایسا نیچا پائجامہ یا تہبند پہننا قطعی حرام ہے، بعض احادیث میں فخریہ پہننے کی جو قید مذکور ہے اول تو وہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے جیسا کہ علمائے محدثین کے اقوال سے صاف ظاہر ہے دوسرے اگر اس میں فخر کا لگاؤ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پائجامہ پہننے میں عار آتی ہے یا ایسے پہننے والوں کو نظر حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں اور اس بابت ان سے مضحکہ بھی کرتے ہیں جو کفر ہی ہے کہ مسائل شرعیہ پر مضحکہ اڑانا صریح کفر ہے غرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری خرابی ضمیر ہی کی خرابی سے ہے ورنہ احکام شریعت کی بجا آوری کچھ مشکل نہ تھی (عدا لآثام معروف بہ احکام الاعضاء ص ۱۵۷، ۵۸ مؤلفہ مولوی محمد یار حسین حنفی گوپامؤی، مطبع نول کشور لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ تقصیر الثیاب سنة واسبال الازار والقمیص بدعة ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا فی حق الرجال واما النساء فیرخین ازارهن اسفل من ازار الرجال یستظهر قدمهن اسبال الرجل ازاره اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیه کذا فی الغرائب (فتاوی عالمگیری ص ۳۳۳ ج۵ کتاب الکراهیة، الباب التاسع)

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ٹخنوں سے اوپر ازار پائجامہ پہنیں اور یہ حکم صرف نماز کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے گو کہ نماز کے وقت عمل نہ کرنے کا گناہ نسبۃً زیادہ ہوگا اور اگر یہ فعل ازراہ تکبر ہے تو اس حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، ثواب سے محرومی رہے گی۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے۔

(سوال) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کیسا ہے؟

(الجواب) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ثواب سے محروم رہے گا، نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے بہت وعید آئی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۷ ج ۴ مدلل ومکمل) فقط واللہ اعلم۔

بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۶۹) اگر مسجد میں قبلہ والی دیوار پر کچھ لکھا ہو مثلاً "مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا منع ہے۔" یا کوئی آیت یا حدیث لکھی ہو اس کو کسی نے نماز کے دوران دل سے پڑھ کر سمجھ لیا تو کیا ایسی مکتوب چیز کے ماحصل اور مفہوم کو سمجھ لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قصداً وارادۃً دل سے پڑھنا اور سمجھنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر پڑھنے میں زبان کو حرکت ہوئی تو یہ تلفظ ہوا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد وارادہ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو معاف ہے مکروہ نہیں مگر نظر جمائے نہ رکھے، درمختار میں ہے۔ (ولا یفسدها نظره الی مکتوب وفهمه) ولو مستفهما وان کره (درمختار) شامی میں ہے (قوله ولو مستفهما) اشار به الی نفی ما قیل انه لو مستفهما تفسد عند محمد قال فی البحر والصحیح عدمه اتفاقاً لعدم الفعل منه ..... الخ (قوله وان کره) ای لا شتغاله بما لیس من اعمال الصلوٰة واما لو وقع علیه نظره بلا قصد وفهمه فلا یکره (درمختار و شامی ص ۵۹۳ ج ۱، باب مایفسد الصلوٰة وما یکره فیها)

مراقی الفلاح میں ہے (لو نظر المصلی الی مکتوب وفهمه) سواء کان قرانا اوغیره قصد الاستفهام اولا أساء الادب ولم تفسد صلاته لعدم النطق، بالکلام. طحطاوی میں ہے۔ (قوله لو نظر المصلی الیٰ مکتوب الخ) وجه عدم الفساد انه انما یتحقق بالقراءة وبالنظر والفهم لم تحصل والیه اشار المؤلف بقوله لعدم النطق (قوله قصد الاستفهام) بهذا علم ان ترک الخشوع لا یخل بالصحة بل بالکمال ولذا قال فی الخانیة والخلاصة اذا تفکر فی الصلوٰة فتذکر شعراً او خطبة فقرأها بقلبه ولم یتکلم بلسانه لا تفسد صلاته کما فی البحر (قوله اساء الادب) لان فیه اشتغالاً عن الصلوٰة وظاهره ان الکراهة تنزیهیة وهذا انما یکون بالقصد واما لو وقع نظره علیه من غیر قصد وفهمه فلا یکره (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۸۷ فصل فی ما لا یفسد الصلوٰة) فقط و الله اعلم بالصواب۔

نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۷۰) نماز میں اپنے جسم پر بلا ضرورت ہاتھ پھیرتا رہے، کپڑوں کو درست کرتا رہے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز نہایت خشوع وخضوع اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے، بلا ضرورت بدن کھجانا، بدن پر ہاتھ پھیرتے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے (وعبثه به) ای بثوبه (وبجسده) للنهی الا لحاجة ولا باس به خارج صلاة، شامی میں ہے (قوله للنهی) وهو ما اخرجه القضاعی عنه صلی الله علیه وسلم ان الله کره ثلاثا العبث فی الصلوٰة والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وهی کراهة تحریم کما فی البحر یعنی بلا ضرورت اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا مکروہ ہے، حدیث میں اس پر نہی وارد ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو پسند نہیں فرماتے (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزے میں گالی گلوچ کرنا (۳) قبرستان میں ہنسنا، اور یہ افعال مکروہ تحریمی ہیں، بحر میں اس کی صراحت ہے (درمختار وشامی ص ۵۹۹ ج ۱ مکروہات الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔

فرض نماز کے بعد امام سنت ونوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟:

(سوال ۱۷۱) امام فرض نماز پڑھانے کے بعد سنت اور نفل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟

(الجواب) مناسب یہ ہے کہ امام مصلی سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت اور نفل پڑھے اسی جگہ پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ ہٹ کر پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ ویکره للامام ان یصلی فی مکانه الذی صلی فیه الفرض کما فی البحر والکافی (طحطاوی ص ۱۰۳ قبیل باب الاذان، تحت قوله الا سنة الفجر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۷۲) دن بدن آزاد خیال لوگوں نے کھلے سر نماز پڑھنے کو فیشن بنالیا ہے، اس کا کیا حکم ہے تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

(الجواب) سر چھپانا، ٹوپی پہننا اسلامی لباس میں داخل ہے اس کی خاص فضیلت واہمیت آئی ہے، کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا جانا، بے ادبی اور بے حیائی ہے، آپ ﷺ اور حضرات صحابہ تابعین وسلف صالحین مشائخ ومحدثین اور ائمہ دین کی یہ عادت نہ تھی، بلکہ یہ تو یہود ونصاریٰ اور غیروں کی پیروی ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ ویکره کشف راسه بین الناس. یعنی لوگوں کے سامنے کھلے سر پھرنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ا ص ۱۳)

تلبیس ابلیس میں امام ابن جوزی رقم طراز ہیں۔ (ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفیه اسقاط مروة وترک ادب وانما یقع فی المناسک تعبد اللہ ذلالة ص ۳۷۳)

عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں کہ کھلے سر لوگوں کے سامنے پھرنا معیوب ہے اور اس میں اسقاط مروت وترک ادب ہے صرف احرام کی حالت میں اظہار عبدیت وعاجزی کے مدنظر سر کو کھلا رکھنے کا حکم ہے نہ کہ بطور فیشن کے، جب کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا اور پھرنا مکروہ وبے ادبی سمجھا جاتا ہے تو پھر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کھلے سر پڑھنے میں کس قدر خرابی اور بے ادبی لازم آئے گی؟ بڑوں کو کھلے سر گھومتے اور نماز پڑھتے چھوٹے بچے دیکھ کر وہ بھی ان کی نقالی کریں گے اور اس برائی کا سبب بڑے ہوں گے، حدیث شریف میں ہے۔

ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعد من غیر ان ینقص من اوزارهم شئی (مشکوۃ ص ۳۳ کتاب العلم)

یعنی جس نے برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا اس کا بھی گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد والے کے گناہ میں کمی ہو، درمختار میں ہے۔ کہ کسل کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور شامی میں ہے، علمائے کرام سے منقول ہے کہ گرمی کے سبب بھی کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

و(تکره صلاته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل (درمختار) عن بعض المشایخ انه لاجل الحرارة والتخفیف مکروه (شامی ج ا ص ۶۰۰ مکروهات الصلاة مطلب فی الخشوع)

نیز فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کاہلی کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حتی کہ حالت نماز میں اگر ٹوپی گر جائے تو عمل کثیر کا ارتکاب کئے بغیر پہننے کا حکم ہے۔ ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت

لتکریر او عمل کثیر (ایضاً ص ۶۰۰) لہذا کھلے سر نماز پڑھنے کا فیشن قابل ترک اور فساق کا فعل ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان طبقہ کو اچھے کاموں کی توفیق عنایت فرما کر اس نازیبا طریقہ سے باز رکھے آمین۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے:

(سوال ۱۷۳) امام صاحب مسجد کی محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) امام صاحب محراب میں اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں قدم داخل محراب ہوں تو مکروہ ہے، البتہ قدمین خارج محراب ہوں تو مکروہ نہیں، نمازیوں کے ازدحام اور جگہ کی تنگی کے سبب مجبوراً اندرون محراب قیام کی نوبت آوے تو مکروہ نہیں۔

ویکره قیام الامام بجملته فی المحراب لا قیامه خارجه وسجوده فیه (الی قوله) واذا ضاق المکان فلا کراهة (مراقی الفلاح بهامش الطحطاوی ص ۱۹۸ فصل فی المکروهات الصلاة) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں:

(سوال ۱۷۴) ایک امام صاحب ہاتھ باندھنے کے بعد بار بار ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے ہیں اور بار بار قمیص کھینچتے ہیں، ایسے ہی رکوع میں ازار کے پائینچے درست کر کے پھر سجدہ کرتے ہیں نماز میں ایسی حرکات کے مرتکب کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) امام یا غیر امام کو ایسی فضول حرکتوں سے اجتناب چاہئے، اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور کبھی عمل کثیر ہو کر فساد نماز کی نوبت آجاتی ہے، لہذا ایسے عبث فعل سے امام اور مصلیوں کو بچنا چاہئے۔ ویکره ایضا ان یکف ثوبه وهو فی الصلوٰة بعمل قلیل بان یرفعه من بین یدیه او من خلفه عند السجود او یده فیها وهو مکفوف کما اذا دخل وهو مشمر الکم والذیل وان یرفعه کیلا یترب الخ (کبیری ص ۳۳۷) ...... فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مسبوق لاحق مدرک

حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کے لئے کیا حکم ہے :

(سوال ۱۷۵) حرم شریف میں حجاج کو اکثر مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دروازے میں جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت ہے نماز کے لئے جگہ نصیب ہوتی ہے اور گاہ بگاہ ایک دو رکعتیں امام کے ساتھ نہیں ملتیں تو امام کے سلام کے بعد اسے پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً عصر کے وقت چونکہ اس کے بعد سنن نہیں ہیں اس لئے لوگ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنی ساری بھیڑ ہو جاتی ہے کہ سجدہ کرنا دوبھر ہو جاتا ہے بلکہ پڑا پڑی میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے ایسے حالات میں مسبوق امام کے سلام پھرانے سے اول کھڑا ہو کر اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے پڑھ کر امام کے سلام کے بعد لوگوں کے اٹھنے سے پہلے فارغ ہو جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی ۔ یا نہیں؟

(الجواب) ایسے حالات میں جب کہ فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کا امکان نہ ہو تو امام کے ہمراہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے ادا کر لے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ کبیری شرح منیہ میں ہے او یخاف مرور الناس بین یدیه ونحو ذلک فلا یکره ح ان یقوم قبل سلامه بعد قعوده قدر التشهد ولا یقوم قبل قعوده قدر التشهد اصلاً (مفسدات صلاۃ ص ۴۳۹) (ترجمہ) خطرہ ہے کہ لوگ اس کے سامنے سے گذریں گے یا اس طرح کا کوئی اور خدشہ ہے تو اس وقت یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ امام جب قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے یعنی اتنی دیر گذر جائے جتنی دیر میں التحیات پڑھی جا سکتی ہے تو وہ (مقتدی) کھڑا ہو جائے مگر اس کا پورا خیال رکھے کہ اس سے پہلے (یعنی جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اس سے پہلے) ہرگز کھڑا نہ ہو۔

مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۷۶) مغرب کی آخری رکعت میں شرکت کی یعنی ایک رکعت ملی امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کیا کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت ملا کر دو رکعتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ساتھی نے (جس کو آخری رکعت ملی تھی) ایک رکعت ادا کر کے قعدہ نہیں کیا بلکہ دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اور مزید اینکہ سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، کیا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا بہتر تھا آپ نے درست کیا۔ آپ کے ساتھی نے دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے تاہم اس کی نماز ہو گئی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں اس صورت میں سجدۂ سہو بھی استحساناً لازم نہیں ہے لو ادرک مع الامام رکعة من المغرب فانه یقرأ فی الرکعتین الفاتحه والسورة ویقعد فی اولهما لانها ثنائیة ولو لم یقعد جاز الخ (کبیری ص ۴۴۱ مفسدات صلاۃ صغیری ص ۲۲۱ شامی ج ۱ ص ۵۵۸ قبیل باب الاستخلاف فتاوی محمدی ص ۸۷)

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کے روبرو پیش ہوا تھا تو آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ دونوں (مسروق و جندب) کی نماز ہو گئی مگر مجھے یہ پسند ہے کہ مسروق کی سی نماز پڑھوں یعنی ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کروں (مجمع

الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) قال فی شرح المنیة ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولو یلزمه سجود السهو لکون الرکعة اولیٰ من وجه (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا :

(سوال ۱۷۷) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے۔

(الجواب) امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب .

کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے :

(سوال ۱۷۸) مسبوق آدمی سجدۂ سہو کا سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

(الجواب) مسبوق جس کو اپنی بقیہ نماز ابھی پوری کرنی ہے وہ سجدۂ سہو میں تو امام کی اتباع کرے مگر سلام نہ پھیرے (شامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السہو) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام جب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود، دعا پڑھے یا نہیں :

(سوال ۱۷۹) ایک شخص کی دو رکعت چھوٹ گئیں۔ امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھیں اور تشہد۔ درود و دعا پڑھیں۔ تو یہ مسبوق کیا پڑھے؟ التحیات اور درود وغیرہ پڑھے یا خاموش بیٹھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں التحیات (تشہد) اس طرح آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اس کا التحیات ختم ہو۔ یا اشهد ان لا اله الا اللہ مکرر سہ کرر پڑھتا رہے۔ درمختار میں ہے۔ واما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامه وقیل یتم وقیل یکرر کلمة الشهادة (درمختار) قوله فیترسل) ای یتمهل وهذا ما صححه فی الخانیة وشرح المنیة فی بحث المسبوق من باب السهو باقی الاقوال مصحح ایضاً قال فی البحر وینبغی الافتاء بما فی الخانیة کما لا یخفی ولعل وجهه کما فی النهر انه یقضی اخر صلاته فی حق التشهد ویاتی فیه بالصلوة و الدعاء وهذا لیس اخراً الخ (درمختار و الشامی ج ۱ ص ۴۷۷ فصل فی بیان تالیف الصلوة الخ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی تو کیا حکم ہے :

(سوال ۱۸۰) مقتدی نے تکبیر تحریمہ بحالت قیام توقف کر کے نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہہ کر، امام کو رکوع میں پا لیا تو یہ اقتدا صحیح ہوگی اور رکعت معتبر ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) قوله وتنقضی قدوة بالاول ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاته لان هذا سلام الا تری انه لو اراد ان یسلم علی احد فی صلاته ساهیاً فقال السلام ثم علم فسکت تفسد صلاته شامی، واجبات الصلاۃ ج ۱ ص ۴۳۶

(الجواب)صورت مسئولہ میں تکبیر بحالت قیام نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی ہے اس لئے نماز میں داخل نہ ہوا، جب نماز میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا تو رکعت کیسے معتبر ہوگی بلکہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ مجالس ابرار میں ہے، ومحل التکبیر القیام المحض حتیٰ لو ادرک الامام فی الرکوع وکبر حال الانحطاط لا یصیر داخلاً فی الصلوٰۃ لان شرط الدخول فیھا وقوع التکبیر فی محض القیام ولو قال فی القیام اللّٰہ وفی الرکوع اکبر لا یصیر داخلاً.

ترجمہ:۔اور تکبیر کا موقع قیام ہے (یعنی حالت قیام میں پوری تکبیر کہنا چاہئے) اسی بناپر اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط تکبیر کا حالت قیام میں کہنا ہے لہٰذا اگر قیام میں ''اللہ'' کہا اور رکوع میں ''اکبر'' تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ (مجالس ابرار ص ۲۰ مجلس نمبر ۵۲ کبیری ص ۲۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب.

چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۱) تین رکعت پوری ہونے کے بعد ایک مقتدی امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تین رکعتیں کس طرح ادا کرے گا؟ یعنی کس کس رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا؟ اور کون سی رکعت پر قعدہ کرے گا؟ مع حوالہ جواب عنایت کریں یہاں اس سلسلہ میں اختلاف ہورہا ہے؟ بینوا توجروا (از جدہ)

(الجواب)اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوکر ثنا پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے۔ مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے اور تیسری رکعت میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر دستور کے موافق قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے۔ درمختار میں ہے۔ ویقضی اول صلوٰتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے :

(سوال ۱۸۲) مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کس طرح ادا کرے۔ مع حوالہ جواب عنایت کریں۔ یہاں اختلاف ہورہا ہے۔ بینوا توجروا۔ (از جدہ)

(الجواب)صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت ملا کر نماز پوری کرے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ مگر حدیث ابن مسعودؓ کی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دو رکعت کر کے قعدہ کرے گا تب بھی اس

پر سجدۂ سہو یا نماز کا اعادہ لازم نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۶) کبیری میں ہے لو ادرک مع الامام رکعۃً من المغرب فانہ یقرء فی الرکعتین الفاتحۃ والسورۃ ویقعد فی اولھما لانھا ثانیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السھو (کبیری ص ۵۵۸) شامی میں ہے (قولہ وتشھد بینھما) قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمہ سجود السھو لکون الرکعۃ اولیٰ من وجہ اھ (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتوی پر اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۱۸۳) فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ۱۵۳ پر فتویٰ ہے کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر ا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے؟

(الجواب)''امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس جواب پر بعض مفتیان کرام کو اشکال ہے کہ جب اس شخص نے قعدہ میں شرکت نہیں کی تو اقتدا کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)جب مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے اقتداء کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہہ دی تو وہ حرمت صلوٰۃ میں داخل ہوگیا اور اقتدا صحیح ہوگئی، صحت اقتداء کے لئے اتنی شرکت کافی ہے، قعدہ میں شرکت شرط نہیں، البتہ اگر لفظ سلام کہنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہی ہو تو اقتدا صحیح نہ ہوگی، شامی میں ہے۔ (قولہ وتنتھی قدوۃ بالاول) ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلوٰتہ فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ بہ قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاتہ لان ھذا سلام الخ (شامی ج ۱ ص ۴۳۶ واجبات الصلاۃ) اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صورت میں اقتداء صحیح ہے صحت اقتداء کے لئے ادنیٰ مشارکت کافی ہے، صغیری میں ہے وفی الذخیرۃ قال وان سوی ظھرہ فی الرکوع یعنی حال کون الامام راکعاً صار مدرکاً تلک الرکعۃ قدر علی التسبیح اولم یقدر ای لا تشترط المشارکۃ قدر التسبیحۃ وھذا ھو الاصح لان الشرط المشارکۃ فی جزء من الرکن وان قل وادناہ ان ینتھی الی حد الرکوع قبل ان یخرج الامام عن حد الرکوع الخ (صغیری ص ۱۶۵، ص ۱۶۶)

اس کی تائید میں دو فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ

(سوال)مقتدی بہ نیت اقتدا صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو کیا مقتدی اس تحریمہ سے اپنی نماز پوری کرے یا بار دگر انفرادی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔

(الجواب)اگر سلام سے پہلے مقتدی نے تکبیر تحریمہ ختم کرلی تھی تو وہ نماز میں شریک ہوگیا اور اسی نماز کو پوری کرلے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۹۸)

(۲) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سابق مفتی اعظم دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

(سوال) زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہئے یا اول ہی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

(الجواب) پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہو گیا، اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قال فی الحلیة عند قول المنیة ولا دخول فی الصلوٰة الا بتکبیر الا فتتاح (شامی) (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل جلد ثالث باب الجماعت ص ۶۹) فقط واللہ اعلم

فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے:

(سوال ۱۸۴) فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۱۵۳ جلد پنجم پر جو فتویٰ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کی اقتداء صحیح ہو گئی اور وہ جماعت میں شامل ہو گیا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس فتویٰ پر بعض اہل علم حضرت کو اشکال ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۵-۱۵۶ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رحیمیہ کی تائید میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ کا فتویٰ پیش کیا ہے، اس کے بعد مزید دو فتوے نظر سے گذرے وہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں فتاویٰ سے بھی صراحۃً فتاویٰ رحیمیہ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک.

(الجواب) ان میں سے ایک فتویٰ امداد الاحکام میں ہے (امداد الاحکام یہ امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے، اس میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ کے فتاویٰ درج ہیں جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے زیر نگرانی لکھے گئے ہیں، مکتبہ دار العلوم کراچی نمبر ۱۵ پاکستان ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوا ہے)

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۸۵) دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے، امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھنے میں ایک کو شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں؟ تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرانی پڑے گی۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہو گئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی امام کی حیثیت سے اقتداء کی ہے تو نماز نہ ہو گی، نعم لونسی أحد المسبوقین فقضی ملاحظا للاخر بالا قتداء صح، درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامة فقط واللہ اعلم.

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

(سوال ۱۸۶) اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آکے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف

نیت ہی باندھنے پایا یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا، تو یہ فرمائیے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا نہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فرداً پوری کرے، یا پھر سے علیحدہ نماز کی نیت کرے؟

(الجواب) قال فی الدر لو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی بہ الی ان یبلغ الرکوع یکفیہ قنیة ص ۲۶۳ ج ۱ وفی الشرنبلالیة والثانی من شروط صحة التحریمة الا تیان بالتحریمة قائمة او منحنیاً قلیلاً قبل وجود انحنائہ بما ھو اقرب للرکوع قال فی البرہان لو ادرک الامام راکعا فحنی ظہرہ ثم کبر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع ولو ارادبہ تکبیر الرکوع وتلغویتہ لان مدرک الامام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیر مرتین خلافاً لبعضہم وان کان الی الرکوع اقرب لا یصح التحریمة اھ (ص ۱۳۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ مصلی پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لئے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوٰہ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتداء صحیح ہو گئی، تو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم ۲۲ صفر ۴۶ھ۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷، ج ۱ ص ۴۵۸)

دوسرا فتویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب۔ لدھیانوی دامت برکاتہم پاکستان کا ہے۔

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۸۷) ایک شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے مقتدی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر لیا، کیا اس کی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) باسم ملہم بالصواب۔ اقتداء صحیح ہو گئی قال فی شرح التنویر وتنقضی قدوة بالا ول قبل علیکم علی المشہور عندنا وعلیہ الشافعیة (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۳۶) وفقط واللہ اعلم بالصواب.
۲ رجب ۸۴ھ (احسن الفتاویٰ جدید ج ۳ ص ۲۷۰ باب الامامة والجماعة)

مسبوق کے لئے ثناء تعوذ اور تسمیہ کا حکم:

(سوال ۱۸۸) مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے، درمختار میں ہے (والمسبوق من سبقہ الا مام بہا او ببعضہا وھو منفرد) حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الا عتداد بہا لکراہتہا مفتاح السعادة (قولہ حتی یثنی) تفریع علی قولہ منفرد فیما یقضیہ بعد فراغ امامہ فیأتی بالثناء والتعوذ لا نہ للقراءة ویقرأ لانہ یقضی اول صلاتہ فی حق القراءة کما یأتی حتی لو ترک القراءة فسدت (درمختار و شامی باب الا مامة ج ۱ ص ۵۵۷، ۵۵۸) فقط واللہ اعلم بالصواب.

صلوۃ المریض

بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۸۹) آدمی بیمار رہتا ہے لیکن نماز کے لئے پیادہ چل کر آتا ہے اور بیٹھ کر نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ پوری رکعت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہیں۔ سہارے کے بغیر کھڑے نہ ہو سکیں تو دیوار یا عصا کا سہارا بھی لے لیں۔ اپنے خادم کا سہارا لے سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک آیت ہی کسی طرح کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں تو اتنی مقدار ضرور کھڑے ہوں۔ اتنی بھی طاقت نہ ہو یا خطرہ ہو کہ مرض میں شدت ہو جائے گی۔ تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح بیٹھنے کے متعلق بھی ہے۔ تکیہ لگا کر یا کسی صورت سے بھی بیٹھ سکتے ہے تو لیٹ کر نماز نہیں ہوگی۔ جب بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ رہے تب لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔ فرض، واجب اور صبح کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ نفل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں لیکن نصف اجر ملے گا۔ قال فی الدر وان قدر علیٰ بعض القیام (و لو متکا علی عصا او حائطاً) (قام) لزوما بقدر ما یقدرولو قدر آیة او تکبیر ة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار)(وقوله علی المذهب) فی شرح الحلوان نقلاً من الهند وانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام بعض القراء ة دون تمام یو مر بان یکبر قائماً ویقرٔ ما قدر علیه ثم یقعد ان عجز وهم المذهب الصحیح لایروی خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلاته وفی شرح القاضی فان عجز عن القیام مستویاً فلم یقوم متکئاً لا یجزیه الا ذلک و کذا لو عجز عن القعود مستویاً قالوا یقعد متکا لا یجزیه الا ذلک فقال عن شرح التمر تاشی ونحوه فی العنایة بزیادة و کذلک لو قد ران یعتمد علی عصا او کان له خادم لو اتکأ علیه قدر علی القیام ا ه (درمختار مع الشامی ص ۱۰ ۷ ج ۱ باب صلوٰة المریض) فقط و الله اعلم بالصواب. وفیه ایضاً قوله ای الفریضه اراد بها ما یشتمل الواجب کالو ترو ما فی حکمه کسنة الفجر (ردالمحتار باب صلوۃ المریض)

بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے تو کس صورت میں قیام کر سکتا ہے؟ اس کے لئے کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۰) بیمار گھر میں کھڑا کھڑا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جائے تو کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی بیٹھ کر پڑھنی پڑتی ہے تو وہ کیا کرے؟ گھر میں کھڑے کھڑے پڑھے یا مسجد میں جا کر نماز باجماعت بیٹھ کر پڑھے؟

(الجواب) اس کے لئے ضروری ہے کہ گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے قیام فرض ہے۔ جماعت کے لئے فرض ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ جماعت کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔[1] فقط واللہ اعلم۔

مریض کے لئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۱) مریض اشارے سے رکوع سجود کرتا ہے اگر اس کے لئے تکیہ رکھ دیا جائے اور اس پر وہ سجدہ کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تکیہ پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اشارہ سے جتنا جھک سکتا ہو اتنا سر جھکانا ضروری ہے اگر اسی مقدار پر تکیہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی اور اگر تکیہ اس سے اونچا ہے تو جھکنا پورا نہیں پایا گیا تکیہ مخل اور مانع ہوا تو نماز درست نہ ہوگی وان لم یستطع الرکوع والسجود یؤمی براسه قاعداً ویجعل سجوده' اخفض من رکوعه لیتحقق الفرق بینهما ولا یرفع الیه شیئی یسجد علیه ان کان خفض رأسه یصح ویکون صلاته بالایماء والا فلا. (مجالس الابرار م ۵۲ ص ۳۰۸) فقط و الله اعلم بالصواب.

مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست:

(سوال ۱۹۲) بیمار جو بستر پر ہو چلنے پھرنے سے معذور ہو اس کا جسم اور کپڑے پاک نہ رہتے ہوں، کیا وہ ایسی ناپاکی کے ساتھ بستر پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا مشکل ہے، اس میں کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟ نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استنجاء نہ خود کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ کوئی استنجاء کرانے والا ہوتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدر آباد)

(الجواب) جسم اور کپڑے اور بستر پاک کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی بیماری کی حالت میں بھی نماز ادا کرے چھوڑے نہیں، انشاء اللہ ادا ہو جائے گی، اسی طرح اگر ایسا شخص جس کے لئے ستر دیکھنا جائز ہو موجود نہیں ہے اور خود استنجاء کرنے سے بالکل عاجز ہے تو ایسے وقت استنجاء ساقط ہو جاتا ہے، اسی حالت میں نماز پڑھے، نماز قضاء نہ کرے۔

درمختار میں ہے مریض تحته ثیاب نجسة و کلما بسط شیئاً تنجس من ساعته صلی علی حاله و کذا لو لم یتنجس الا ان یلحقه مشقة بتحریکه (درمختار ج ۱ ص ۵۱۷ باب صلوة المریض) دوسری جگہ ہے و کذا مریض لا یبسط ثوبا الا تنجس فوراً له ترکه (درمختار) شامی میں ہے (وقوله و کذآ مریض الخ) فی الخلاصة مریض مجروح تحته ثیاب نجسة ان کان بحال لایبسط تحته شیئی الا تنجس من ساعته له ان یصلی علی حاله و کذا لو لم یتنجس الثانی الا ان یز داد مرضه له ان یصلی فیه (در مختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۸۳ کتاب الطهارت مطلب فی احکام المعذور)

---

(۱) ولو اضعفه عن القیام الخروج للجماعة صلی فی بیته قائما به یفتی خلافاً للاشباه قال فی الشامیة تحت قوله به یفتی وجهه' ان القیام فرض بخلاف الجماعة وبه قال مالک والشافعی خلافا لا حمد بنآء علی ان الجماعة فرض عنده الخ درمختار مع الشامی باب صفة الصلاة ج ۱ ص ۴۱۵.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (فرع) فی الخانیة مریض عجز عن الا ستنجاء ولم یکن له من یحل له جماعه' سقط عنه الا ستنجاء لا نه لا یحل مس فرجه الا لذلک و الله اعلم (طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الا ستنجآء ص ۲۷)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ نمبر ۱۳۔ فالج گرا اور ایسی بیماری ہوگئی کہ پانی سے استنجا نہیں کرسکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے، اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کرسکے تو کوئی دوسرا تیمم کرادے، اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں تو بھی نماز قضا نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے، کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی، البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے، اس کے سوا کسی اور کو درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۵۴ ص ۵۵ حصہ دوسرا، بیمار کی نماز کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہو تو نماز کس طرح پڑھے:

(سوال ۱۹۳) ایک عورت کی عمر ساٹھ برس ہے اسے قطرہ کا عارضہ ہے جب وہ نماز میں سجدہ میں ہوتی ہے تو دو تین قطرے پیشاب ہوجاتا ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھتی ہے تو قطرہ نہیں آتا ہے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں قیام اور رکوع میں قطرہ نہ آتا ہو تو کھڑے ہوکر نماز شروع کرے اور رکوع بھی کرے اور سجدہ کھڑے کھڑے اشارہ سے کرے (شامی ص ۱۰۷ ج ۱)[1] یا بیٹھ جائے اور اشارہ سے سجدہ کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر پوری نماز اشارہ سے ادا کرے، اور فقہاء نے اس کو (بیٹھ کر اشارہ کر کے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی بہ نسبت) افضل کہا ہے، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو ملتقی الابحر میں ہے (وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود) اوعن السجود فقط (یؤمی قاعداً وهو افضل من الا یماء قائماً) لا ن القعود اقرب الی السجود وهو المقصود (ملتقی الا بحر) مجمع الا نهر میں ہے (قوله وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود یؤمی قاعداً) لان رکنیة القیام لکونه وسیلة الی السجود الذی هو نهایة التعظیم فسقط الوسیلة لسقوط الا صل (وهو) ای الا یماء قاعداً (افضل من الایماء قائماً) لکون رأسه فیه اقرب الی الارض قال شیخ الا سلام یؤ می للرکوع قائماً والسجود قاعداً وقال زفرو الشافعی یصلی قائما بالا یماء کذا فی التبیین (مجمع الا نهر شرح ملتقی الا بحر ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، باب صلوة المریض)

مراقی الفلاح میں ہے (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی القعود لو مستنداً (صلی قاعداً بالا یماء) للرکوع والسجود برأسه ولایجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ه لا) براسه (للسجود اخفض من ایماء ه) براسه (للرکوع) وکذا لو عجز عن السجود وقدر علی الرکوع یؤ می بهما لان النبی صلی الله علیه وسلم عاد مریضاً فرأ ه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها

(۱) وفی الذخیرة رجل بحلقه خراج ان سجد سال وهو قادر علی الرکوع والقیام والقرأ ة یصلی قاعداً یؤ می ولو صلی قائما برکوع وقعد او ما بالسجود واجزاه والا ول لم یشرعا قربة بنفسها بل لیکونا وسیلتین الی السجود، باب صلاة المریض)

فاخذ عوداً لیصلی علیه فرمی به و قال صلی علی الارض ان استطعت والا فاوم ایماء ً واجعل سجودک اخفض من رکوعک۔ 11

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله صلی قاعداً بالایماء) او قائما به والاول افضل لانه اشبه بالسجود لکونه اقرب الی الارض وهو المقصود کذا فی التبیین وفی البحر ظاهر المذهب جواز الا یماء قائما او قاعدا کما لا یخفی اه قال الحلبی لو قیل ان الا یماء قائما هو الا فضل خروجاً من الخلاف یعنی خلاف من یشترط القیام عند القدرة علیه لکان موجها (قوله وکذا لو عجز عن السجود الخ) قال فی الفتح رجل بحلقه جرا ح لا یقدر علی السجود ویقدر علی غیره من الا فعال یصلی قاعدا بالا یماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعدو أو ما للسجود جاز والاول اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۵ باب صلاة المریض)

درمختار میں ہے:۔ (ومنها القیام)...... (فی فرض)...... (لقادر علیه) وعلی السجود فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماء ه قاعداً وکذا من یسیل جرحه لو سجد وقدیتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله...... الخ (درمختار) شامی میں ہے (قوله فلو قدر علیه) ای علی القیام وحده' او مع الرکوع کما فی المنیة (قوله ندب ایماء ه' قاعداً) ای لقربه من السجود وجاز ایماءه قائماً کما فی البحر...... الخ (قوله وکذا) ای یندب ایماء ه قاعداً مع جواز ایمائه قائما لعجزه، عن السجود حکماً لا نه لو سجد لزمه فوات الطهارة بلا خلف واو ما کان الا یماء خلفاً عن السجود (درمختار و شامی ص ۴۱۴، ص ۴۱۵ ج ۱، باب صفة الصلوة) غایة الاوطار میں ہے لقادر علیه وعلی السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماء ه قائماً پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر ہو تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اس لئے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہوکر پڑھنا بھی جائز ہے وکذا من یسیل جرحه لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اس کا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اس لئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا۔ کذا فی الحلبی (غایة الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱ ص ۲۰۷)

درمختار میں ایک اور مقام پر ہے (وان تعذرا) لیس تعذرهما بل تعذر السجود کاف (لا القیام اومأ قاعداً) وهو افضل من الا یماء قائماً لقربه من الارض (ویجعل سجوده اخفض من رکوعه) لزوماً (درمختار) شامی میں ہے (قوله او ما قاعداً) لان رکنیة القیام للتوصل الی السجود فلا یجب دونه وهذا اولیٰ من قول بعضهم صلی قاعدا اذا یفترض علیه ان یقوم للقرأ ة فاذا جآء اوان الرکوع والسجود اومأ قاعداً کذا فی النهر اقول التعبیر یصلی قاعداً هو ما فی الهدایة والقدوری وغیرهما واما ما ذکره من افتراض القیام فلم ار ه لغیره فیما عندی من کتب المذهب بل کلهم متفقون علی التعلیل بان القیام سقط لانه وسیلة الی السجود بل صرح فی الحلیة بان هذه

المسئلة من المسائل التی سقط فیها وجوب القیام مع انتفاء العجز الحقیقی والحکمی اھ ویلزم علی ما قاله انه لو عجز عن السجود فقط ان یرکع قائماً وهو خلاف المنصوص کما علمته آنفاً نعم ذکر القهستانی عن الزاهدی انه یو می للرکوع قائماً وللسجود جالساً ولو عکس لم یجز علی الاصح اه وجزم به الو لو الجی لکن ذکر ذلک فی النهر وقال الا ان المذهب الا طلاق اه ای یؤ می قاعدا او قائما فیهما فالظاهر ان ما ذکرہ' هنا سهو فتنبه له (درمختار وشامی ص ۱۰۷ ج ۱، باب صلوة المریض)

غایۃ الاوطار میں ہے وان تعذرا...... ویجعل سجوده اخفض من رکوعه اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہ ہوسکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہوکر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کے زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اس کے سجدہ جائز نہ ہوگا۔ شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہوسکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا۔ الخ (غایة الاوطار ص ۳۴۶ ج ۱)

فقط و اللہ اعلم بالصواب.

آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ:

(سـوال ۱۹۴) میری آنکھ کا آپریشن ہوا ہے، رکوع وسجدہ کے لئے گردن جھکاتا ہوں تو آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور درد ہوتا ہے آنکھ سرخ ہوجاتی ہے، ایسی حالت میں رکوع وسجدہ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الـجـواب) صورت مسئولہ میں اگر واقعی رکوع وسجدہ کرنے پر آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو یا آنکھوں کو نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کر سکتے ہیں، رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کریں، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہونا چاہئے۔ مراقی الفلاح میں ہے وان تعسر کل القیام بوجود الم شدید صلی قاعدا برکوع وسجود (قوله بوجود الم شدید) کدوران رأس ووجع ضرس او شقیقة او رمد کما فی القهستانی (طحطاوی علی مراقی الفلاح) اس کے بعد فرماتے ہیں (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی الرکوع ولو مستنداً (صلی قاعداً بالا یماء) للرکوع والسجود براء سه ولاً یجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ہ) برأ سه (للسجود اخفض من ایمائه) برائسه (للرکوع) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۵ باب صلوة المریض) .فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا:

(سـوال ۱۹۵) ہمارے مؤذن صاحب کو پاؤں میں کچھ تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ قعدہ میں داہنا پاؤں بچھا کر نہیں بیٹھ سکتے، وہ پیر پھیلا کر اس طرح بیٹھتے ہیں کہ کافی جگہ رک جاتی ہے اور دوسرے مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ امام صاحب کے پیچھے علیحدہ مصلی بچھانا چاہتے ہیں تاکہ لوگ مصلی کی پوری جگہ ان کے لئے چھوڑ دیں مگر اس

صورت میں صف کے درمیان خلا رہتا ہے، صفوں میں اتصال نہیں ہوتا تو مؤذن صاحب کے لئے علیحدہ مصلی بچھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) احادیث میں صفیں سیدھی اور درست کرنے کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔

عن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینها وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیده انی لا ری الشیطان یدخل من خلل الصف کانها الحذف رواه ابو دائود. (مشکوة شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو اور قریب قریب ہوکر کھڑے رہو اور کندھا کندھے کے برابر (محاذ میں) رکھو (یعنی کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ رہے بلکہ برابر جگہ پر کھڑے رہو تاکہ کندھے برابر رہیں) بان لا یقف احدکم فی کان ارفع من مکان آخر ولا عبرة بالاعناق انفسها اذلیس علی الطویل ان یجعل عنقه محاذیاً لعنق القصیر (التعلیق الصبیح ۴۵/۲)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچہ کی طرح صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) عن ابی مسعود الانصاری رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یمسح منا کبنا فی الصلوة ویقول استوا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم .الی . قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافاً رواه مسلم .(مشکوة شریف ص ۹۸ باب تسویة الصفوف)

(۲) حضرت ابومسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے "سیدھے کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل باہم مختلف ہوجائیں گے (اور اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف پیدا ہوگا)۔ الی قولہ۔ راوی حدیث فرماتے ہیں "آج (اسی وجہ سے) تمہارے آپس میں شدید اختلاف ہے۔

(۳) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسوی صفوفنا...... ثم خرج یوماً حتی کاد ان یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدره' من الصف فقال عباد اللہ لتسون صفوفکم او لیخالفن اللہ بین وجوهکم رواه مسلم (مشکوة شریف ص ۹۸ ایضاً)

(۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے...... ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے (اور) قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے اپنا سینہ باہر نکالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کر دے گا (یعنی تم میں پھوٹ پڑ جائے گی)

(۴) عن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سووا صفوفکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلوة متفق علیه .(بخاری شریف ، مسلم شریف)(ایضاً مشکوة شریف ص ۹۸)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! نماز میں صفوں کو درست کیا کرو ۔ کیونکہ صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا "اقامت صلوٰۃ" میں سے ہے۔ (یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کا ایک جزء ہے)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں، مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صفیں بالکل سیدھی ہونا ضروری ہے، نمازی آگے پیچھے نہ ہوں، درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

صورت مسئولہ میں مؤذن صاحب اگر حقیقت میں معذور ہوں، ان کے پیروں میں ایسی تکلیف ہو کہ جس کی وجہ سے وہ دوسرے مقتدیوں کی طرح مسنون طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکتے ہوں، پیر پھیلا کر بیٹھنے کی وجہ سے درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو تو ایسی صورت میں مؤذن صاحب صف کے ایک کنارے پر یا آخری صف میں کھڑے رہیں وہاں کھڑے رہنے سے بھی انشاء اللہ ان کو صف اول کا ثواب ملے گا، شامی میں ہے (تنبیہ) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الا خر اذا خاف ایذاء احد قال علیہ الصلوۃ والسلام من ترک الصف الا ول مخافۃ ان یؤ ذی مسلما اضعف لہ اجر الصف الا ول وبہ اخذ ابو حنیفۃ (شامی ص ۵۳۲ ج ۱، باب الا مامۃ)

اس صورت میں مؤذن صاحب اقامت کے لئے کسی دوسرے شخص کو اجازت دے دیں یا جس جگہ موذن صاحب کھڑے ہوں اس جگہ سے بھی مذکورہ مجبوری کی وجہ سے اقامت کہہ سکتے ہیں، یا امام صاحب خود اقامت کہہ کر اپنے مصلی پر جا کر نماز پڑھائیں، موذن صاحب کے لئے مستقلاً مصلی بچھانے کی وجہ سے اگر درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو صفوں میں اتصال نہ رہتا ہو تو یہ کراہت سے خالی نہ ہوگا اور احادیث میں صفیں درست کرنے کی جو تاکید آئی ہے اس پر عمل کرنے کے لئے رکاوٹ بنے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہوجاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے :

(سوال ۱۹۶) مجھے سخت ریاحی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے، احقر کی رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے، اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔

درمختار میں ہے (ومنھا القیام) ...... (فی فرض) ...... (لقادر علیہ) و علی السجود فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً و کذا من یسیل جرحہ لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ ...... الخ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۵، باب صفۃ الصلوۃ)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قال فی الفتح رجل بحلقہ جراح لا یقدر علی السجود

ویقدر علی غیرہ من الا فعال یصلی قاعداً بالا یماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعدوا وما للسجود جازو الا ول اولیٰ (ص ۲۳۵ باب صلوۃ المریض) فقط و اللہ اعلم ۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا:

(سوال ۱۹۷) اگر بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے رکوع میں اتنا جھک جائے کہ سجدہ کے قریب ہو جائے تو رکوع صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور نماز کیسی ہوگی! میرے رکوع میں زیادہ جھکنے کی وجہ سے ایک شخص کو اعتراض ہے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع اس طریقہ سے کرے کہ پیشانی اس کے دونوں زانوؤں کے مقابل آجائے۔ ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبھتہ قدام رکبتہ لیصل الرکوع اھ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ باب صفۃ الصلاۃ)

اگر اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ جھکا جائے تب بھی رکوع صحیح اور نماز درست ہو جائے گی مگر قانون رکوع وہی ہے جو مذکور ہوا، شامی میں ہے قلت ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصول طأطأۃ الرأس ای مع انحناء الظھر (ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب ۹۰ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ۔

باب ما يتعلق بالسفر و المسافر

امام اور مقتدی مسافر یا مقیم:

(سوال ۱۹۸) اگر مسافر نے مقیم کی اقتدا میں قصری پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔(۱)

(سوال ۱۹۹) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھا امام نے قصر کیا پھر مقتدی اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعت میں فاتحہ وسورۃ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم شخص مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۃ پڑھے نہ فاتحہ۔(۲)

سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم

(سوال ۲۰۰) فرض نماز کے علاوہ سنت مؤکدہ اور غیر مؤکدہ ونوافل میں قصر ہے یا نہیں؟ تشریح فرمائیں۔

(الجواب) سنن ونوافل میں قصر کا حکم نہیں ہے۔(۳)

(سوال ۲۰۱) سفر میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟ پڑھے یا چھوڑ دے؟

(الجواب) سنتوں کے لئے قصر کا حکم نہیں ہے۔ اتنی سہولت ہے کہ جاری سفر میں جب کہ اطمینان نہیں ہوتا ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت سنت چھوڑ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور منزل پر جب کہ اطمینان ہوتا ہے ترک نہ کرنا چاہئے الفعل افضل حالة النزول والترک حالة السیر (کبیری ص ۵۰۶ فصل فی صلوۃ المسافر)

(سوال ۲۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے گھر سے یہی نیت کرے کہ مکہ شریف میں دوماہ قیام کروں گا تو اس صورت میں زید کو راستہ میں نماز قصر کرنی ہوگی یا پوری؟

(الجواب) جو شخص مسیرۃ ثلاثہ ایام (تقریباً ۴۸ میل) کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے اسے راہ میں قصر لازم ہے جب تک کسی ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھیر نہ جائے قصر کرتا رہے لہذا دوماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا فقط۔(۴) و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نماز قصر کرنے کے لئے کتنی مسافرت شرط ہے:

(سوال ۲۰۳) میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ہانسوٹ میں مقیم رہا۔ ملازمت کی مدت میں جمبوسر ڈیڑھ برس بھی

---

(۱) وفی شرح الطحاوی، ولوان المسافر سلم علی رأس الرکعتین بعد ما اقتدیٰ بالامام او افسد علی نفسہ صلاتہ بالکلام أو غیر ذلک لا یجب علیہ قضاء الرکعتین الخ فتاوی تاتار خانیة فی صلاة السفر.

(۲) وان صلی المسافر بالمقیمین رکعتین سلم واتم المقیمون صلاتہم کذا فی الهدایة. صاروا منفردین کالمسبوق الا انہم لا یقرؤن فی الأصح هکذا فی التبیین فتاوی هندیه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲.

(۳) ولا قصر فی السنن کذا فی المحیط، ایضاً.

(۴) من خرج من عمارة موضع اقامة ...... قاصدا ...... مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها ...... بالسیر الوسط مع الاستراحات المعتادة ...... صلی الرباعی رکعتین وجوبا درمختار علی هامش ردالمحتار صلاة المسافر ص ۷۳۲، ۷۳۵.

ٹھیرتا ہوں۔ جمبوسر سے ہانسوٹ تقریباً اڑتالیس میل دور ہے تو اثنائے راہ میں قصر ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب ہانسوٹ سے جمبوسر اڑتالیس میل پر واقع ہے تو جب جمبوسر کے قصد سے نکلے تو ہانسوٹ کی فناء (آبادی) چھوڑنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور قصر لازم ہو جائے گا۔ حوالہ بالا۔

(سوال ۲۰۴) دریافت ہے کہ چھ سات دن قیام کرتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں تو ہانسوٹ میں قصر کروں یا نہ کروں کل ہانسوٹ سے چھ سات میل پر واقع ایک گاؤں گیا تھا وہاں میں نے قصر کیا اور امامت کرائی تو نماز صحیح ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) جب ہانسوٹ وطن اصلی ہے تو قصر کا حکم نہیں(۱) اور ہانسوٹ سے چھ سات میل کی مسافت سے بھی قصر صحیح نہیں ہے۔ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور قصر پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ چار رکعت والی نماز کی امامت کی ہو تو اعادہ واجب ہے مقتدیوں پر نماز کا اعادہ ہے۔ مسئلہ جانے بغیر امامت کرنا غلط ہے۔ امامت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ غلطی کی خدا سے معافی طلب کرے۔ خدائے پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نیت اقامت کی صحت کے لئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے:

(سوال ۲۰۴) ایک مولوی دوست مدینہ سے تیسری ذی الحجہ کو مکہ تشریف لائے۔ وہ بیسویں ذی الحجہ کو اسٹیمر سے وطن آنے والے تھے اس بنا پر یہاں سولہ سترہ دن قیام کرنے والے تھے اس لئے نماز پوری پڑھتے تھے۔ منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی امام بن کر نماز پوری پڑھائی۔ لیکن ایک مولوی صاحب سے گفتگو کر کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مقیم نہیں ہو سکتے۔ وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں نے ایک اردو کی کتاب میں دیکھا ہے لیکن وجہ نہ بتا سکے۔ جب پندرہ دن سے زیادہ کی نیت کی ہے تو اتمام نہ کرے کیا وجہ ہے؟ قصر کیوں کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مولوی صاحب مسافر ہیں مقیم نہیں ہیں کہ مقیم ہونے کے لئے ایک ہی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت ضروری ہے اس صورت میں کہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں پانچ سات دن رہنا ہوگا یہ مقامات مکہ معظمہ سے اتنے فاصلہ پر ہیں کہ ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ نہیں سنی جاتی لہذا ان کو الگ الگ مقام مانا جاتا ہے۔ یہ صاحب منیٰ وغیرہ میں پانچ چھ دن قیام کریں گے تو مکہ میں قیام کے لئے صرف گیارہ یا بارہ دن رہ جائیں گے۔ گیارہ بارہ دن کے قیام سے مقیم نہیں ہوتا لہذا وہ مسافر ہی ہیں۔ چار رکعت نہ پڑھ سکتے ہیں نہ پڑھا سکتے ہیں۔(۲) اگر چار رکعت پڑھیں تو اگر چہ نماز ہو جائے گی مگر اس کا اعادہ ضروری ہوگا اور قصداً یہ بے ضابطگی موجب گناہ ہوگی البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں تو سجدہ سہو کافی ہوگا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۳۸ باب صلاۃ المسافر) لیکن مقتدی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس امام کی تیسری اور چوتھی رکعت نفل ہوگی۔ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۱ ایضاً) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ویبطل وطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باهله واما اذا لم ینتقل باهله ولکنه استحدث اهلاً ببلدة اخری فلا یبطل وطنه الاول فیتم فیهما ولا یبطل وطن الاصلی بانشاء السفر فتاوی هندیه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲.

(۲) قوله لا بمکة ومنی ای لو نوی الاقامة بمکة خمسة عشر یوماً فانه لا یتم الصلاة لأن الاقامة لا تکون فی المکانین ...... وذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذا دخل مکة فی ایام العشر ونوی الاقامة نصف شهر لا یصح لأنه لا بد له من الخروج الی العرفات فلا یتحقق الشرط بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۲.

چھوٹا بڑا راستہ:

(سوال ۲۰۵) میرے گاؤں سے ایک عزیز کا مکان بیل گاڑی کی راہ سے چالیس میل دور واقع ہے اور ریل گاڑی کی راہ سے پچاس میل دور ہے۔ ایک دو دن قیام کرتا ہوں تو نماز کا قصر لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ریل گاڑی کے راستہ سے سفر کرے تو قصر کرنا ضروری ہے اور اگر بیل گاڑی کی راہ سے جائے تو قصر کا حکم نہیں۔ کہ تین منزل سے کم فاصلہ میں قصر کا حکم نہیں۔ (ردالمحتار ج۱ ص۷۳۰)(۱) و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سفر کے احکام کب جاری ہوں گے:

(سوال ۲۰۶) بہشتی زیور ج۲ ص۴۷ پر مسافر کی نماز کے قصر کرنے کے پہلے مسئلہ میں تحریر ہے کہ ایک یا دو منزل تک سفر کا حکم نہیں ہے تو دریافت یہ ہے کہ کیا تیسری منزل کی آغاز ہی سے ہے یعنی ۳۳ میل سے سفر کا حکم ہے کہ میں ۳۳ سے ۴۷ میل کا سفر کرتا ہوں اور کبھی ۴۸ میل کا تو سفر کا حکم کب ہے؟

(الجواب) جس جگہ کا قصد ہے وہ ۴۸ میل پر واقع نہ ہو تو سفر کا حکم نہیں۔ جب ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا قصد ہو تو شرعی مسافر ہے اور آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

نصف مسافت سے واپس ہو جائے:

(سوال ۲۰۷) سفر میں گیا مگر تین منزل نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اثنائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟

(الجواب) اس صورت میں قصر نہیں کرے گا کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔(۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

قصر کب کرے اور کب نہ کرے:

(سوال ۲۰۸) میرا وطن بھروچ ہے مگر ملازمت بمبئی میں ہے بمبئی سے پندرھویں چاند کو بھروچ پہنچا تین دن بمبئی میں رہا یہاں بارہ دن قیام کر کے عید کی تعطیل میں بھروچ جانا ہے تو قیام بمبئی کے بارہ دن میں نماز قصر کروں یا اتمام؟

(الجواب) اس صورت میں بارہ دن کے قیام کا عزم ہے تو قصر کا حکم لاحق ہوگا۔ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔(۴) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولو لموضع طريقان احدهما مدة السفر والآخر اقل قصر في الاول لا الثاني)
(۲) قوله ومن جاوز بيوت مصره مريدا سيرا وسطا ثلاثة ايام في برا وبحرا او جبل قصر فرض الرباعي بيان للموضع الذي يبدأ فيه القصر و لشرط القصر و مدته وحكمه بحر الرائق، باب المسافر ج۲ ص ۱۲۸۔
(۳) لكن المذكور في الشرح أنه يتم اذا سار اقل بمجرد العزم على الرجوع وان لم يدخل مصره لانه نقض للسفر قبل الاستحكام ايضا ص ۱۳۱۔
(۴) اگر بمبئی میں دوران ملازمت کسی بھی وقت پندرہ دن قیام کی نوبت آئی ہو تو ایسی صورت میں بمبئی وطن اقامت بن چکا ہے جب تک وطن اقامت کو ترک نہیں کرے گا پوری نماز پڑھے گا فقط و اللہ اعلم بالصواب. كوطن الاقامة تكفي ببقاء الثقل وان أقام بموضع آخر بحر الرائق باب المسافر ص ۱۳۶۔

اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے:

(سوال ۲۰۹) جمبوسر میرا وطن ہے، تجارت کے لئے بمبئی میں قیام پذیر ہوں، شادی غمی کے موقعوں پر جمبوسر دو چار دن کے لئے جاتا ہوں اور وہاں سے پانچ سات میل دور کے گاؤں میں اپنے خویش و اقارب کے پاس جاتا ہوں تو یہاں نماز اتمام ادا کروں یا قصر۔

(الجواب) آپ پوری نماز پڑھیں۔ جمبوسر آپ کا وطن اصلی ہے۔ وطن اصلی میں قصر نہیں ہوتا۔ جیسے ہی کوئی مسافر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے مقیم بن جاتا ہے۔(۱) اب پانچ سات میل کی مسافت پر قصر نہیں(۲) البتہ اگر شرعی حد کے بموجب مسافت کے ارادہ سے روانہ ہو گئے تو حدود شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام:

(سوال ۲۱۰) میں وطن سے تقریباً ایک سو تیس میل دوری پر ملازمت کرتا ہوں جب وطن پہنچتا ہوں تب مجھے اثناء راہ دو نمازیں پڑھنی پڑھتی ہیں۔ وطن میں تو قصر نہیں راستہ میں قصر کروں یا نہ کروں؟ بعض قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض اتمام کا۔ لہذا بالتفصیل جواب دیں۔

(الجواب) اس صورت میں وطن آتے جاتے وقت راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے۔ نور الایضاح میں ہے: ولا یزال یقصر حتیٰ یدخل مصره او ینوی اقامة نصف شهر ببلد او قرية. ترجمہ۔ یعنی جب تک اپنے شہر میں داخل ہو یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔ باب صلوٰۃ المسافر (ص۱۰۸)

وطن اصلی، وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق:

(سوال ۲۱۱) میں پرتیج ضلع بھروچ کا رہنے والا ہوں۔ والدین وغیرہ وہاں ہیں فی الحال سون گڑھ ضلع سورت میں ملازم ہوں جو میرے وطن سے سو ۱۰۰ میل پر واقع ہے یہاں دو ۲ برس تک قیام کا ارادہ ہے، مکان کرایہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ملازمت کے سلسلہ میں ضلع کے بعض مقامات میں سرکاری کام سے جاتا ہوں۔ اڑتالیس (۴۸) میل سے زیادہ سفر طے کرنا پڑتا ہے پھر سون گڑھ واپس آ کر دوبارہ جاتا ہوں تو اس درمیان میں دو چار دن کی نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟ مثلاً ۲۰ جون ۱۹۶۸ء کو سورت کا ارادہ ہے تاریخ ۲۲ سے ۲۵ کے درمیانی ایام میں نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ آپ نے پرتیج چھوڑ کر سون گڑھ کو وطن اصلی نہیں بنایا تو آپ کا وطن اصلی پرتیج ہے اور سون گڑھ وطن اقامت ہے۔ "نور الایضاح" میں ہے۔ الوطن الاصلی هو الذی ولد فیه او

(۱) حتى يدخل مصره او نوى الاقامة نصف شهر بلدا وقرية اى قصر الى غاية دخول المصر او نية الاقامة في موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر، بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۱
(۲) وذكر الاسبيجابي المقيم اذا قصد مصرا من الامصار وهو مادون سيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافرا ايضا ج۲ ص ۱۲۹

تزوج اولم یتزوج وقصد التعیش لا الارتحال عنه ووطن الاقامة موضع نوی الاقامة فیه نصف شهر فما فوقه.

ترجمہ: یعنی وطن اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا ہو یا جہاں شادی کی ہو یا جہاں زندگی بسر کرنے کا قصد کرلیا ہو اور وہاں سے چلے جانے کا ارادہ نہ ہو۔ اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ یا اس سے زیادہ مدت قیام کرنے کا ارادہ ہو (ص ۱۰۹ ..... ایضاً اعزازیہ) لہذا جب تم نے سون گڑھ سے اتنی مسافت کا قصد کیا جس پر قصر لازم ہو جاتا ہے تو تم شرعی مسافر ہوگئے اور جب تک کسی مقام پر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ کرو مسافر ہی رہوگے۔ اب اگر سون گڑھ واپس آئے تو اگر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں ہے تو یہاں بھی مسافر ہی رہوگے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔ (۱)

"فتاوی عالمگیری" میں ہے۔ ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمس عشر یوماً او اکثر الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹ یعنی جب تک کسی شہر یا قریہ میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ مدت تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر رہے گا۔

مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی:

(سوال ۲۱۲) مسافر نے دو۲ رکعت ظہر کی جگہ چار ادا کی تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) عمداً چار رکعت پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ اگرچہ سجدۂ سہو بھی کرلیا ہو۔ اس لئے کہ عمداً کی صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہوتا اور اگر بھول سے چار رکعت پڑھی ہیں تو سجدۂ سہو کرنے سے دو۲ رکعت فرض اور دو۲ رکعت نفل ہوں گی۔ بشرطیکہ دو۲ رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو۔ ورنہ فرض باطل ہو جائے گا۔ اور یہ چار رکعت نفل ہوں گی۔ اس صورت میں سجدہ سہو بھی کرے۔ "مالابدمنہ" میں ہے۔ "آں شخص فرض چہارگانہ را دوگانہ گذارد و اگر چہار رکعت کرد پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو۲ رکعت فرض و دو۲ رکعت نفل شود و بسبب آمیزش نفل با فرض بزہ کار باشد و اگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند۔ و اگر ہر دو رکعت نہ نشستہ است فرض او تباہ باشد و ہر چہار رکعت نفل شد و سجدۂ سہو کند۔ (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے:

(سوال ۲۱۳) اگر مسافر بجائے قصر کے نماز پوری پڑھے تو کیا اعادہ ہے؟ سجدۂ سہو کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق ہوگا؟

(الجواب) مسافر کے لئے اصل فرض دو رکعت ہی ہیں چار رکعت کی دو۲ رکعت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ اولاً دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پھر قیام کی حالت میں دو رکعت بڑھا کر چار رکعت فرض کردی گئیں اور سفر کی حالت میں دو رکعت بدستور قائم رہیں۔ یہ دو رکعت بظاہر تخفیف معلوم ہوتی ہیں۔ اور اس بناء پر

(۱) جب سون گڑھ میں ایک مرتبہ پندرہ دن قیام کرلیا تو وہ وطن اقامت بن چکا ہے جب تک اس کو ختم کرکے کسی اور جگہ نہیں جائے گا تو وہ وطن اقامت ہی رہے گا لھذا اب جب سون میں داخل ہو جائے اگرچہ پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا۔ کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر بحرالرائق. باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ مرتب

قصر کو رخصت اور رعایت کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل یہی ہے۔ پس جس طرح فجر کی دو رکعت کی بجائے چار رکعت پڑھنا غلط ہے۔ اسی طرح مسافر کے لئے ظہر۔ عصر اور عشاء کی دو۲ رکعت کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔ جس کا اعادہ ضروری ہے۔ سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔ البتہ اگر سہواً پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا۔ اور چار رکعت نفل ہوگی۔ اس صورت میں سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔ "مالابدمنہ" میں ہے۔ اگر چہار رکعت کرد پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو۲ رکعت فرض و دو رکعت نفل شود و بسبب آمیزش نفل با فرض بزہ کا (گنہگار) باشد و اگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند و اگر بر دو رکعت نہ نشستہ است فرض او تباہ باشد و ہر چہار رکعت نفل شد و سجدۂ سہو کند۔ یعنی: اگر چار رکعت پڑھی تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کرلیا تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی۔ اور فرض کے ساتھ نفل شامل کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سہواً ایسا کیا تو سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہوگئے اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی۔ اور سجدۂ سہو کرنا ہوگا (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۴) مجھے تسلیم ہے کہ وطن اقامت (سون گڑھ) سے جب شرعی سفر کا قصد کرکے باہر جاتا ہوں اس وقت میرا وطن باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے واپسی پر سون گڑھ میں اقامت کی نیت نہ کرو وہاں تک میرے لئے سون گڑھ وطن اقامت نہ ہوگا۔ کہ اس کو سفر کرکے باطل کردیا ہے۔ جس کی بناء پر قصر کرتا ہوں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح پر قصر کرنا غلط ہے۔ جس سے شبہ ہوا۔ تین منزل سے زیادہ دور کی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے آیا یہ فرض ہے یا واجب؟

(الجواب) تمہارا فعل صحیح ہے۔ (۱) "نور الایضاح" میں ہے۔ "ویبطل الاقامة بمثله وبالسفر و بالاصلی." ترجمہ: وطن اقامت اپنے مثل یعنی وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے اور شرعی سفر سے اور وطن اصلی سے بھی۔ (ص ۱۰۹) مسافر کے لئے حکم شرعی ہے اور واجب ہے۔ "فتاوی عالمگیری" میں ہے۔ والقصر واجب عندنا. ترجمہ: ہمارے نزدیک قصر کرنا واجب (ص ۱۳۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۱۵) میں اپنے وطن پربیج کی حد میں پہنچنے کے بعد نماز قصر نہیں کرتا۔ تو یہ صحیح ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب استدلال کرتے ہیں۔ "وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی میں قصر کرنا پڑے گا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم ﷺ مکہ حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس وقت قصر فرماتے تھے

(۱) یہ سوال درحقیقت اس سوال کا تتمہ ہے جو اس سے پہلے بعنوان وطن اصلی وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق کے گذرا ہے یہ جواب اس صورت میں درست ہوگا جب نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ سفر کرے اگر کسی کام کے سلسلے میں مسافت سفر پر کسی اور جگہ جاتا ہے اور دوبارہ سون آجاتا ہے تو وطن اقامت ختم نہیں ہوگا اس کی دلیل اگلا سوال جس میں اس کو وہ (یعنی سائل) وطن اقامت قرار دے رہا ہے۔ اس کی وضاحت پہلے سوال میں ہو چکی ہے۔ مرتب۔

حالانکہ مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کا وطن اصلی ہے۔

(الجواب) پرتیج آپ کا وطن اصلی ہے لہذا آبادی میں داخل ہوتے ہی آپ مقیم ہو گئے چاہے قیام کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اب قصر کا حکم ختم ہو گیا۔ لہذا آپ کا قصر نہ کرنا صحیح ہے۔ مولوی صاحب کی دلیل " وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود " غلط ہے۔ صحیح یہ ہے وطن اصلی باطل شود بہ وطن اصلی۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وطن اصلی جب باطل ہوتا ہے جب اس کو ترک کر کے اس کے بجائے دوسرے کسی مقام کو وطن اصلی بنالے۔ وطن اصلی سفر سے اور وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔ (مالابد منہ ص ۵۴) اور اگر پہلے وطن کو ترک نہیں کیا اور کاروبار کے سلسلہ میں کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھیر گیا کہ اب وہیں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے تو اس صورت میں وطن قدیم ہی وطن اصلی رہا اور یہ دوسرا مقام بھی وطن اصلی کے حکم میں ہو گیا۔ جہاں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے۔ باقی یہ دلیل کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ میں وطن اصلی ہونے کے باوجود قصر کیا یہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ شرعی مسافر ہونے کی وجہ سے قصر فرمایا۔

ان مولوی صاحب نے ہجرت کے معنی پر توجہ نہیں فرمائی۔ ہجرت کا مطلب ہی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کی وطنیت ترک فرمادی تھی۔ مکہ معظمہ میں دوبارہ قیام کا ارادہ تو درکنار آپ یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کسی مہاجر کی وفات مکہ معظمہ میں ہو۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجر تھے وہ مکہ معظمہ میں کسی ضرورت سے تشریف لائے تھے وہاں ان کی وفات ہو گئی تو آنحضرت ﷺ افسوس کیا کرتے تھے (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۱)

جو مہاجر حج کے لئے آتے تھے ان کے لئے آپ کی ہدایت یہ تھی کہ آخری طواف کے بعد تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۲) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۶) ایک آدمی انڈیا سے مدرس بن کر رے یونین کے ایک گاؤں میں آئے ہیں اور یہ مدرس یہاں چار برس سے ہیں۔ اب وہ پچاس ساٹھ میل کا سفر کر کے سینٹ ڈینس (SAINT DENIS.) گاؤں میں پہنچے ہیں اور وہاں دو چار دن مسافر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پھر وہاں سے دو چار مہمانوں کو لے کر اپنے گاؤں میں آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے سینٹ ڈینس سے نکلتے وقت یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے گاؤں دو ۲ دن مہمانوں کے ساتھ رہیں گے۔ دو چار دن گاؤں کے قرب وجوار میں مہمانوں کے ساتھ دورہ کریں گے تو یہ مدرس سینٹ ڈینس سے ایسے ارادہ سے نکلے ہیں تو اپنے گاؤں میں جا کر وہ مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اطراف میں پھرنے کا قصد ہے۔ اس لئے وہ مسافر ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تین سال کی پروانگی سے آئے ہیں اس لئے یہ گاؤں ان کا وطن ہے۔ تو صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مدرس صاحب مقام ملازمت سے پچاس ساٹھ میل کی مسافت کے ارادے سے نکلے ہیں تو وہ شرعی مسافر بن گئے اور وطن اقامت باطل ہو گیا۔ " مالا بدمنہ " میں ہے۔ " وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بہ بوطن اصلی وہم بہ سفر ترجمہ: وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے۔ اور وطن اصل اور سفر

(۱) اللهم مض لأصحابي هجرتهم ولا ترد على اعقابهم لكن البائس سعد بن خولة يرثى له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتو في بمكة باب قول النبي صلى الله عليه وسلم اللهم امض لأصحابي هجرتهم ومرثيه لمن مات بمكة)
(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث للمهاجرين بعد لصدر، باب الاقامة المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه)

سے بھی (وطن اقامت) باطل ہو جاتا ہے (ص ۵۴) اب واپس آنے کے بعد اس گاؤں میں پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس ثناء میں دوسری جگہ جا کر ایک دو دن قیام کا ارادہ بھی ہو جیسا کہ سوال میں ہے تو مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی مانے جائیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا:

(سوال ۲۱۷) گودھرا سے سورت جاتا ہوا۔ (تقریباً سوا سو میل) پر اسی روز سورت سے گودھرا ہوتے ہوئے لوناواڑہ جانا تھا (جو تقریباً گودھرا سے ۳۵ میل دور ہے) تو ظہر وعصر لوناواڑہ میں قصر کرنا چاہئے تھا یا نہیں چونکہ گودھرا کی بستی سے ہم بہ نیت سفر گذرے تھے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر گودھرا آپ کا وطن اقامت ہو تو لوناواڑہ میں ظہر وعصر قصر کرنا لازم تھا۔ اور اگر گودھرا وطن اصلی ہو تو گودھرا میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو گئے چاہے نیت سفر ہی کی ہے اب گودھرا سے لوناواڑہ کے سفر سے آپ شرعی مسافر نہیں ہوئے۔ لہذا نماز پوری پڑھنی ضروری ہے۔

الثانی ان يدخل وطن الاصلی ولو بنية السفر فيتم حتى لو خرج عنه فتذكر حاجة قبل ان يسير ثلثة ايام ترجع لها لزمه الا تمام من حين توجه راجعاً .(زاد الفقير ص ۱۲۹)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مقیم، مسافر امام کی اقتداء کرے تو قراءت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱۸) مقیم، مسافر امام کی اقتداء میں ظہر۔ عصر اور عشاء کی نمازیں ادا کرے تو امام کے سلام کے بعد دو ۲ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ یعنی قراءت پڑھے یا بلا قراءت ادا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں بلا قراءت ہی دو رکعت ادا کرے۔ ولا يقرء المقيم فيما يتم.(زاد الفقير ص ۷۰)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

حالت سفر میں سنتوں کا حکم:

(سوال ۲۱۹) چند روز ہوئے ریل گاڑی میں مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی، اس کے بعد میں نے سنت اور نفل پڑھی، اس لئے کہ سہولت تھی مگر میرے ساتھیوں نے نہیں پڑھی اور کہا کہ سفر میں سنت نفل کے درجہ میں ہے اور نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ بحالت سفر صرف فرض نمازوں میں قصر ہے باقی سنت اور نفل اگر موقع ہو تو پوری پڑھنی چاہئے، آپ تحریر فرمائیں کہ سفر میں سنت ونفل کا کیا حکم ہے؟ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

(۱) حضرت مفتی صاحب سے سبقت قلمی ہوئی ہے یہ مدرس جب تک رے یونین کے گاؤں میں مدرس بن کر رہے گا، وطن اقامت ہی کہلائے گا، رے یونین کے گاؤں سے کسی اور جگہ۔ جو مدت سفر پر ہو کسی غرض سے جائے اور دوبارہ رے یونین کے گاؤں آئے تو، تو چونکہ وطن اقامت میں پہنچا لہذا اگرچہ پندرہ دن سے کم کے لئے ہو۔ مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا لما في البحر كوطن الاقامة يبقى ببقاء الثقل وان اقام دمع آخر باب المسافر ۱۳۶/۲ ہاں رے یونین کے گاؤں سے نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو ختم ہو جائے گا۔

(الجواب)وبالله التوفیق ۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے، اطمینان کی حالت ہو، جلدی نہ ہو، ساتھیوں سے الگ ہو جانے کا ڈر نہ ہو، اور ساتھیوں کو انتظار کرنے کی زحمت بھی نہ ہو تو مؤکدہ سنتیں خصوصاً فجر کی اور مغرب کے بعد کی سنت نہ چھوڑے، ہاں اگر اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے. بعض کے نزدیک اطمینان ہو تب بھی مؤکدہ سنتیں ترک کرنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ نہ چھوڑے، ولا قصر فی السنة کذا فی محیط السرخسی و بعضهم جوزوا للمسافرین ترک السنة والمختار انه لا یأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والا من هکذا فی وجیز الکر دری (فتاویٰ عالمگیری ج ص ۸۹)(ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار الخ (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۴۲ باب صلاة المسافر) والا فضل ان یأتی بسائر السنن الا حال السیر کذا قالوا (رسائل الا رکان ص ۱۴۴ ایضاً)فقط و الله اعلم بالصواب .

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا:

(سوال ۲۲۰) سورت سے بمبئی جانے کے ارادہ سے نکلا ابھی نوساری ہی تک (تقریباً تیس میل) گیا تھا کہ واپسی کا ارادہ ہو گیا تو اب یہ شخص مسافر رہا یا مقیم بن گیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافت سفر شرعی (۷۷ کلومیٹر اور ۲۴۷ میٹر) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کر کے واپسی کا ارادہ کرلیا یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کرلی تو اب وہ مسافر نہیں رہا، نماز پوری پڑھے، سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں ۔ اما اذا لم یسر ثلثة ایام فعزم علی الرجوع او نوی الا قامة یصیر مقیماً وان کان فی المفازة (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۸۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) زاد الفقیر میں ہے ۔حتی لو خرج عنه (ای الو طن الا صلی) فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلثة ایام فرجع لها لزمه ا الاتمام من حین توجه راجعاً (زاد الفقیر ص ۱۶۸)

اور اگر مسافت سفر طے کر لینے کے بعد واپس ہوا تو وہ مسافر ہی رہے گا تاوقتیکہ وطن نہ پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ روز رہنے کی نیت نہ کرے (حتی یدخل موضع مقامه) ان سار مدة السفر والا فیتم بمجرد نیة العود لعدم استحکام السفر (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۳۲ باب صلاة المسافر)

ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الا قامة فی بلدة او قریة خمسة عشر ماً او اکثر کذا فی الهدایة هذا اذا سار ثلاثة ایام اما اذا لم یسر الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۳۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) اور " غایة الا وطار ترجمه درمختار " میں ہے ۔صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا، اور دو منزل جا کر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے، شامی نے کہا ہے کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط ہے (غایۃ الاوطار ص ۳۶۱ ج ا) (ہدایہ اولین ص ۱۴۶) فقط واللہ اعلم ۔

وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۲۱) سورت سے بمبئی بیس روز قیام کے ارادہ سے گیا اور وہاں پہنچ کر بھی پندرہ روز سے زیادہ اقامت کی نیت کرلی مگر ہفتہ عشرہ ہی میں کام پورا ہو گیا اور واپسی کی نیت کرلی تو روانگی سے پہلے بمبئی میں جو نماز پڑھے (مثلاً ظہر ،عصر) تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً:۔ یہ شخص مقیم ہو گیا تھا اور بمبئی وطن اقامت بن چکا تھا، اس لئے صرف نیت بدلنے سے وطن اقامت باطل نہ ہوگا، تاوقتیکہ سفر شروع کر کے مسافر شرعی نہ بن جائے، یعنی بمبئی کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے ،آبادی چھوڑنے کے بعد سفر کے احکام لاحق ہوں گے (ویبطل وطن الا قامة بمثله و) بانشاء السفر (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر) ہدایہ میں ہے ولهذا یصیر المسافر مقیما بمجرد النیةولا یصیر المقیم مسافر ابالنیة الا بالسفر (هدایه اولین ج ا ص ۱۶۷ کتاب الزکوة) بخلاف المقیم حیث لا یصیر مسافراً بالنیة لان السفر انشاء الفعل فلا یصیر فاعلا بالنیة (الاختیار)(شرح المختار ج ا ص ۸۰ صلاة المسافر) فقط و الله اعلم بالصواب .

دوسرا وطن اقامت مسافت شرعی پر نہ ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۲۲) احقر کا وطن سورت ہے، دیوبند بغرض تعلیم پورے سال مقیم رہا، پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں گذارا، اس کے بعد یکم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت سفر کا ارادہ ہے، تو سوال یہ ہے میں دیوبند میں اتمام کروں یا قصر؟ منشاء سوال یہ ہے کہ وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ:۔ دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے ۱۲۔

(الجواب) وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہذا جب آپ یکم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کر کے سورت سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں (اس لئے کہ دیوبند وطن اقامت باطل ہو چکا ہے) نماز قصر پڑھتے رہیں ۔ویبطل وطن الا قامة بمثله (قوله بمثله) ای سواء کان بینهما مسیر ة سفر اولا. قهستانی (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر)(الجو هرة النیرة ج ا ص ۸۸ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب

قیدی نماز کب قصر کرے:

(سوال ۲۲۳) بعد سلام مسنون! احقر کے بڑے بھائی کو حکومت وقت نے "میسا" کے تحت جیل میں بند کر دیا ہے اور ان کے ساتھ پچاس ساٹھ مسلمان بھی ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور یہ بھی کچھ معلوم نہیں کہ ان کو کب رہا کیا جائے گا تو ایسی حالت میں وہ مسافر ہیں یا نہیں؟ اگر کبھی یہ ظن غالب ہو جائے کہ ایک جگہ ہم کو پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ رکھا جائے گا تو اس وقت وہ مسافر ہیں

یا مقیم؟ اگر اس وقت وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہوں اور انہوں نے نماز میں قصر نہیں کیا تو ان نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اور جیل میں بعض قیدی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قید کی مدت متعین ہوتی ہے اور جیل متعین ہوتا ہے تو وہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟ اور قصر کن نمازوں میں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قیدی کو اگر اڑتالیس میل یا اس سے دور لے جایا گیا تو اس پر قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھے، قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ جیلر نے اگر مدت قید پندرہ یا پندرہ روز سے زیادہ متعین کر دی ہو کہ اب تم کو یہاں پورے پندرہ روز رہنا ہے تو نماز پوری پڑے ورنہ قصر کرے، اپنے گمان کا کچھ اعتبار نہیں، ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نمازوں میں قصر واجب ہے، فجر، مغرب اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے اور اسی طرح سنن میں بھی قصر نہیں ہے۔

ویشترط الصحة نية السفر ثلاثة اشياء الا ستقلال بالحكم الخ (قوله الا ستقلال بالحكم) اى الا نفراد بحكم نفسه بحيث لا يكون تابعاً لغيره فى حكمه (طحطاوى على مراقى الفلاح ص ۲۴۶ باب صلاة المسافر) اور صاحب مراقی الفلاح نے "تابع" میں اسیر (قیدی) کو شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ والتابع كالمرأة مع زوجها الى قوله . والا سير (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۶ ايضاً) فيقتصر المسافر الفرض الربانى فلا قصر للثنائى والثلاثى ولا للوتر ولا فى السنن (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۴۵ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں یا نہیں :

(سوال ۲۲۴) احقر کا وطن اصلی راندیر ہے، اس کے بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادے سے راندیر سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدر آباد کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں، اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کی ارادے سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟ اسی طرح احقر کی اہلیہ جن کا وطن اصلی راندیر ہے اور میرے ہمراہ یہی حیدر آباد میں مقیم ہیں وہ اگر راندیر جائیں تو کیا کریں؟ وطن اصلی دو ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) راندیر کے وطن اصلی ہونے میں کوئی کلام نہیں، اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدر آباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنالیا ہو تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہوگی، بمبئی کا بھی یہی حکم ہے، اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدر آباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنالیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدر آباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدر آباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کئے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدر آباد

12 اور بمبئی وطن اقامت۔ جو حکم آپ کے لئے ہے وہی آپ کی اہلیہ کے لئے بھی ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے :

(سوال ۲۲۵) میرا وطن اصلی کفلیتہ ہے، بوڈھان ضلع سورت میں ملازمت کرتا ہوں، ایک مرتبہ میں بوڈھان سے بارڈولی جانے کے ارادہ سے نکلا اور یہ بوڈھان سے تقریباً ۵۰-۶۰ میل دور ہے پہلے سورت آیا (کہ سورت ہوتے ہوئے جانے کا ارادہ تھا) پھر بارڈولی گیا، وہاں اپنا کام کر کے سورت ہوتا ہوا بوڈھان پہنچا۔ بوڈھان میں دو تین دن قیام کر کے پھر سورت جانے کا ارادہ ہے، اس مرتبہ بوڈھان میں قیام کے دوران نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟ میرا گمان یہ ہے کہ مجھے نمازوں میں قصر کرنا چاہئے، اس لئے کہ بوڈھان میرا وطن اقامت ہے اور وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے مگر میرے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ اتمام کرنا چاہئے، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ مقام ملازمت (بوڈھان ضلع سورت) سے پچاس ساٹھ میل کے ارادہ سے نکل گئے تو شرعی مسافر بن گئے اور آپ کا وطن اقامت اس سفر سے باطل ہو گیا، مراقی الفلاح میں ہے۔ و يبطل وطن الا قامة بمثله ويبطل ايضاً بانشاء السفر وبا لعود للوطن الا صلى (ص ۲۴۹) "مالابد منہ" میں ہے۔ وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بوطن اصلی وہم بہ سفر (مالابد منہ ص ۵۴)

اب بوڈھان واپس پہنچنے کے بعد پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس درمیان دوسری جگہ جانے کا ارادہ ہو جیسا کہ سوال میں مذکورہ ہے تو آپ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا (۲) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۷۱، ص ۱۷۲ اردو فقط واللہ اعلم۔

محض کسی جگہ شادی کرنے سے وہ جگہ وطن اصلی بن جاتی ہے :

(سوال ۲۲۶) ایک شخص نے ایک جگہ شادی کی اور ابھی وہ دوسری جگہ رہتا ہے جو اس کی سسرال سے مسافت شرعی پر ہے، یہ شخص گاہے گاہے اپنی سسرال جاتا ہے، جب یہ سسرال جائے تو نماز میں قصر کرے یا اتمام؟ اسی طرح شادی کے بعد عورت اپنی سسرال میں کیا کرے؟ اور اپنے میکہ جائے تو کیا کرے؟ اتمام یا قصر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شادی کے بعد دلہن رخصت ہو کر شوہر کے گھر آئے اور وہاں مستقل قیام کرلے تو نماز پوری پڑھے، اسی طرح ماں باپ کے یہاں جائے تب بھی اتمام کرے جب کہ اس نے میکہ کو بالکل نہ چھوڑا ہو، اور شوہر سسرال جائے تو قصر کرے ہاں بیوی کے ساتھ سسرال میں رہنا اختیار کرلے تو نماز پوری پڑھے، فتاوی قاضی خاں میں ہے۔ المسافر

(۱) وطن الاصلى هو وطن الا نسان فى بلدتهو بلدة أخرى اخذها داراً و توطن بها مع اهله وولده وليس من قصده الا رتحال عنها بل التعيش بها وهذا الوطن يبطل بمثله لا غيرهو ان يتطوطن فى بلدة أخرى و ينقل الا هل اليها فيخرج الاول من ان يكون وطنا اصليا حتى لو دخله مسا فرا لا يتم قيدنا بكونه انتقل عن الا ول باهله لأ نه لو لم ينتقل بهم ولكنه استحدث اهلا فى بلدة أخرى فالا ول لم يبطل ويتم فيها الخ بحر الحرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۶ وتعتبر نية الاقامة والسفر من الا صل كالزوج والمولى والامير دون التبع كالمرأة والعبد والجندى. مراقى الفلاح على حاشيه طحطاوى باب صلاة المسافر ص ۲۳۱.

(۲) اتمام کرے گا وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔ مرتب

اذا جاوز عمران مصره (الی قوله) ان کان ذلک وطناً اصلیا بان کان مولده و سکن فیه او لم یکن مولده ولکنه تاهل به وجعله داراً (ج ۲ ص ۷۸ باب صلاۃ المسافر)

اس عبارت میں کان مولده کے بعد وسکن فیه کی قید ہے اور تاهل به کے ساتھ وجعله داراً کا اضافہ ہے، اس کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھادیں:

(سوال ۲۲۷) کرڑی سے ایک مولوی صاحب ہمارے یہاں احمد آباد آتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتے ہیں، ایک مرتبہ سورت اور بمبئی کے سفر کے ارادے سے احمد آباد پہنچے اور سابق عادت کے موافق آپ نے امامت کی اور چار رکعت پڑھائیں، قعدۂ اخیرہ میں ان کو اپنا مسافر شرعی ہونا یاد آگیا تو سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کی تو کیا مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی یا ان پر نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مولوی صاحب اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی، لیکن مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اس لئے کہ پچھلی دو رکعتیں مسافر امام کے حق میں نفل تھیں اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض، اور یہ قاعدہ ہے کہ متنفل (نفل پڑھنے والے) کے پیچھے مفترض (فرض پڑھنے والے) کی اقتداء صحیح نہیں، شامی میں ہے۔ (قوله لم یصر مقیماً) فلو اتم المقیمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهیریة (شامی ج ۱ ص ۷۴۱ باب صلوۃ المسافر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم:

(سوال ۲۲۸) میں بلسار کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے، اس لئے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے لے کر جمعہ تک پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، سنیچر اور اتوار کے دن اپنے وطن بلسار میں گذارتا ہوں، اب سوال یہ ہے۔

(۱) پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہوجاتی ہے، اس لئے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟

(۲) سنیچر کے روز جب گھر آتا ہوں تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟

(۳) سنیچر اور اتوار کے روز میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلسار آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، اس لئے اتمام ضروری ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) واذا دخل المسافر مصره اتم الصلاۃ وان لم ینوا المقام فیه سواء دخل نیة الاجتیاز او دخله لقضاء حاجة لان مصره معین للاقامة فلا یحتاج الی النیة جوهرة النیرة ج ۱ ص ۱۰۲ باب صلاۃ المسافر

روزانہ ملازمت کے سلسلے میں پچاس میل جائے تو مسافر ہوگا:

(سوال ۲۲۹) میں سرکاری روڈ ویز میں ملازم ہوں، ایس، ٹی، بس ڈیپو میرے وطن اصلی سے پچاس میل دور ہے، میں روزانہ اپ ڈاؤن (آمدورفت) کرتا ہوں، جب میں اپنی ملازمت کی جگہ پہنچوں تو نمازوں میں قصر کروں یا پوری پڑھوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اصلی میں نماز پوری پڑھے اور جب وطن سے اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں (آتے جاتے ہوئے) اور وہاں پہنچ کر بھی قصر کرے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا:

(سوال ۲۳۰) ایک شخص ٹرک ڈرائیور ہے وہ ہمیشہ ٹرک لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر جاتا رہتا ہے اور کسی بھی جگہ ایک دو دن سے زیادہ قیام نہیں کرتا وہ شخص اس حالت میں نمازوں میں قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اسی طرح جو لوگ ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز میں کام کرتے ہیں اور ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں وہ مسافر شرعی ہیں یا نہیں؟ ان کے لئے نمازوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹرک ڈرائیور اپنے وطن اصلی سے کم از کم اڑتالیس میل جانے کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر شرعی ہے اور اس پر قصر ضروری ہے، جب واپس اپنے وطن اصلی آجائے یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے اس وقت وہ مقیم ہوجائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا، اسی طرح جو لوگ اسٹیمر یا ہوائی جہاز میں ملازمت کرتے ہیں اگر وطن اصلی سے اڑتالیس ۴۸ میل دور جانے کی نیت ہوتی ہو تو وہ بھی مسافر شرعی ہیں، ان پر بھی قصر ضروری ہے۔[2] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر مقیم کے پیچھے قضا نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا:

(سوال ۲۳۱) نور الایضاح میں ہے کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے مثلاً اقامت کی نیت کرلے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتداء کرلے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہوگا، لیکن وقت ختم ہوجانے پر دو رکعت متعین ہوجاتی ہیں اس لئے مقیم ہونے کے بعد بھی دو رکعت ہی قضا کرے گا، لہٰذا وہ مقیم کی اقتداء نہیں کرسکتا کیونکہ امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے، جب کہ مسافر مقتدی کے حق میں قعدہ اولیٰ فرض ہے، ہدایہ میں ہے۔ وان اقتدیٰ المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعاً لانه یتغیر فرضه الیٰ اربع للتبعیة کما یتغیر بنیة الاقامة لاتصال المغیر بالسبب وهو الوقت وان دخل معه فی فائتة لم تجزه لانه لا یتغیر بعد الوقت

---

(۱) ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوماً او اکثر کذا فی الهدایة فتاویٰ عالمگیری صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۳۹۔

(۲) حوالہ بالا

لانقضاء السبب کما لایتغیر بنیة الاقامة فیکون اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدة او القراءة (هدایه اولین ص ۱۴۶، ص ۱۴۷ باب صلوٰة المسافر) فقط و الله اعلم بالصواب. ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ فاسد ہوگئی تھی، تو اب کیا کرے؟:

(سوال ۲۳۲) ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہوگئی تھی اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟ یعنی قصر کرے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی ہو اور سجدۂ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہوسکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو) تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔ وان اقتدیٰ مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسده یصلی رکعتین الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۲ فی صلاة المسافر)

عمدة الفقہ میں ہے۔ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتدا کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے بوجہ متابعت امام اور اگر اس کو فاسد کردیا یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتداء کی تو چار پڑھے (عمدة الفقہ ج ۲ ص ۴۲۲ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً، مطبوعہ کراچی)

اور اگر فساد ایسا ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوسکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہوجاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہٰذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہوچکا ہے یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لئے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا:

(سوال ۲۳۳) آج کل شہر اتنے وسیع ہوگئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ تھے اب شہر سے ملحق ہوکر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر مسافرت شہر دہلی کے حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہو تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر، نازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر دہلی کی حد کہاں تک مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہوجانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپٹی۔ نگرپالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کردیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور وہ محلہ شہر کا جز ہے لہٰذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے۔ واشار الی انه یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الاقامة کربض المصر وهو ما حول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر وکذا القریٰ المتصلة بالربض فی الصحیح (شامی ج ۱ ص ۷۳۲ باب صلوٰة المسافر)

مراقی الفلاح میں ہے۔ ویشترط ان یکون قد (جاوز ایضا ما اتصل به) ای بمقامه (من فنائه کما یشترط مجاوزة ربضه وهو ما حول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر یشترط مجاوزتها فی الصحیح. (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۰ باب صلاة المسافر)

شرعی مسافر کب ہوگا؟:

(سوال ۲۳۴) ایک مولانا صاحب وطن اصلی سے ستر اسی میل کے مسافت پر ملازمت کرتے ہیں، گویا جائے ملازمت ان کا وطن اقامت ہے، اب یہ مولانا صاحب اپنی جائے ملازمت (یعنی وطن اقامت) سے پچیس تیس میل یعنی شرعی مسافت سے کم کا سفر کریں تو وہ اپنے وطن اصلی کے حساب سے شرعی مسافر ہوجاتے ہیں لیکن وطن اقامت کے اعتبار سے مسافر نہیں ہوتے، سوال یہ ہے کہ سفر کہاں سے شمار ہوگا، وطن اصلی سے یا وطن اقامت سے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اقامت سے سفر شروع ہوگا تو وہ مسافر نہ ہوگا کیونکہ مسافت شرعی نہیں پائی گئی (۱) اور اگر وطن اصلی سے سفر کی ابتداء ہو تو مسافت شرعی کے سبب مسافر شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈرائیور، کنڈکٹر اتمام کریں یا قصر:

(سوال ۲۳۵) میں سرکاری بس میں کنڈکٹری کرتا ہوں، مڈھی (ایک بستی کا نام ہے) وانکانیر سے تقریباً بائیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں جاکر سو سوا سو کلومیٹر کی مسافت پر آنا جانا ہوتا ہے، اس کے بعد رات دیہاتوں میں گزارنا پڑتا ہے، ایک مرتبہ مڈھی سے ملازمت پر نکل چکنے کے بعد ایک دو دن کے بعد مڈھی آنا ہوتا ہے تو کیا میں فرض نماز پوری پڑھوں یا قصر کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ وانکانیر سے بقصد ملازمت مڈھی، پھر وہاں سے سو یا سوا سو کلومیٹر کے سفر کے ارادے سے نکلتے ہیں اسی وقت سے شرعی مسافر شمار ہوں گے اور حکم قصر عائد ہوگا یقصر الفرض الرباعی من

(۱) من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً ولو کافراً ومن طاف الدنیا بلاقصد لم یقصر مسیرة ثلاثة ایام ولیالیها صلی الفرض الرباعی رکعتین الخ. (درمختار مع الشامی، باب صلوٰة المسافر ج ۱ ص ۷۳۲-۷۳۳)

نوی السفر ولو کان عاصیا بسفرہ اذا جاوز بیوت مقامہ وجاوز ایضا ما اتصل بہ من فنائہ (نور الایضاح ص ۱۰۲ باب صلاۃ المسافر) وطن اصلی وانکا نیر ہے تو وہاں پہنچتے ہی مقیم بن جائیں گے اور اتمام ضروری ہے، اگر مڈھی یا کسی اور جگہ میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی ہے تو مقیم بن جائیں گے ولا یزال یقصر حتی یدخل مصرہ او ینوی اقامتہ نصف شہر ببلد او قریۃ (ایضاً ص ۱۰۳) اور وہ جگہ وطن اقامت کہی جائے گی، وہاں سے سفر شرعی کرنے تک اس جگہ اتمام ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا (۲) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قراءت کرے یا نہ کرے

(سوال ۲۳۶) (۱) اگر مسافر نے مقیم کی اقتداء میں قصر پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) (۱) حامداً ومصلیاً ومسلماً، مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔(۱) فقط.

(۲) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھے، امام نے قصر کی، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعات میں فاتحہ اور سورت پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ ضم سورہ کرے۔

(فاذا قام) المقیم (الی الا تمام لا یقرأ ... (فی الا صح) لانہ کاللاحق (درمختار) (قولہ فاذا قام المقیم الخ) ای بعد سلام الا مام المسافر الخ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۰ باب صلوۃ المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقیم مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں.

(سوال ۲۳۷) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی؟ بلا کراہت؟ یا با کراہت.

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً. جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی، عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی، خواہ مقیم ہو یا مسافر (شامی ص ۲۳۸ کتاب الحج ج ۲، فتاوی رحیمیہ ص ۸۹ ص ۹۰ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) وان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسدہ یصلی رکعتین الخ فتاوی عالمگیری صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۴۲

سجدۃ السہو

سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۳۸) نماز میں سورۂ فاتحہ بھول سے مکرر پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) سورۂ فاتحہ بھول کر دوبار مسلسل پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ سورت ملانے میں تاخیر ہوئی، اگر سورت پڑھ لینے کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے "زاد الفقیر" میں ہے فلو قرأ الفاتحۃ ثم السورۃ ثم الفاتحہ فلا سجود علیہ (ص ۶۳) (یعنی) اگر سورہ فاتحہ پڑھی اس کے بعد سورت پڑھی پھر سورہ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو نہیں ہے لیکن اگر فرض نماز کی اخیری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ مکرر پڑھ لے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا "زاد الفقیر" میں ہے وکذا قرأۃ الفاتحۃ مرتین متوالین فی رکعۃ من الأولین اما اذا کررھا فی الاخریین فلا یجب (ص ۶۳) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ:

(سوال ۲۳۹) ثلاثی ورباعی نماز میں تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا (درمختار) قولہ المختار لا ای لا یکرہ تحریماً بل تنزیھاً لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ وشرحھا (الیٰ قولہ) وفی ظاھر الروایات لا یجب لان القراۃ فیھما مشروعۃ من غیر تقدیر والا قتصار علی الفاتحۃ مسنون لا واجب (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفۃ الصلوۃ قبیل مطلب کل شفع من النفل صلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

جمعہ کی چار رکعات سنت کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۰) ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعات سنت موکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ سنن کے قعدۂ اولی میں درود شریف نہ پڑھے غلطی سے پڑھ لیوے تو سجدۂ سہو کرے۔ ہاں جمعہ کے بعد کی چار رکعت کے قعدہ اولی میں درود شریف پڑھ لینے سے سجدۂ سہو کا واجب ہونا مسلم نہیں۔ علامہ شامی وغیرہ علمائے محققین کا اس میں اختلاف ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳)(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

(۱) ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا ولو صلی ناسیا فعلیہ السھو وقیل لا شمسی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا لانھا لتأکدھا اشبھت الفریضۃ وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی قال فی الشامیۃ تحت قولہ وقیل لا الخ قال فی البحر لا یخفی ما فیہ والظاھر الاول زاد فی المنح ومن ثم عولنا علیہ وحکیہ مافی القنیۃ . باب الوتر و النوافل)

سنت غیر مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں:

(سوال ۲۴۱) عصر اور عشاء کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات نماز سنت غیر موکدہ ہے اس کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) نماز عصر وعشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ اور دوسری چار رکعت نفل نماز کے بعد قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھ سکتے ہیں اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے۔ وفی البواقی من ذوات الا ربع یصلی ترجمہ۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعت سنت موکدہ کے سواء دوسری چار رکعت سنت غیر موکدہ اور چار رکعت نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء وتعوذ بھی پڑھ سکتے ہیں (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳ ایضاً۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۳)(۱)
فقط و اللہ اعلم بالصواب.

بجائے فاتحہ التحیات:

(سوال ۲۴۲) اگر بجائے فاتحہ کے التحیات یا بجائے التحیات کے سورۂ فاتحہ پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں دونوں صورتوں میں بوجہ ترک واجب سجدۂ سہو واجب ہوگا۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم وبیش ہوجائے:

(سوال ۲۴۳) صلوٰۃ التسبیح میں کبھی سبحان اللہ الخ تعداد سے زیادہ یا کم پڑھا جائے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ اور سجدہ کرے تو اس میں سبحان اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ مختصر رکن ہیں ان میں پڑھے گا تو طوالت ہوجائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر تسبیح ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاۃ التسبیح.

اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں:

(سوال ۲۴۴) امام نے تین آیت سے پہلے ہی غلطی کی اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے پہلے ہی اپنی غلطی کی اصلاح کر کے نماز ادا کی تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔

---

(۱) وفی الاربع قبل الظہر والجمعة وبعد ها لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القعدة الاولی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل کذا فی الذاهدی. الباب التاسع فی النوافل)

(۲) واذا قرء الفاتحة مکان التشهد فعلیه السهو وکذلک اذا قرء الفاتحة ثم التشهد کان علیه السهو فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو ج و ۱۲۷.

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے نماز درست ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۹۳) جیسا کہ پہلے سوال میں عرض کیا گیا امام سے غلطی ہوئی۔ مقتدیوں نے لقمہ دیا۔ امام نے لقمہ لیا۔ پھر قرأت ختم کر کے رکوع کیا تو کیا اس حالت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

(الجواب) اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا نماز صحیح ہے۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

سجدۂ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد:

(سوال ۲۴۵) نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا وہ یاد نہ رہا اور دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو اسی وقت سجدۂ سہو کر کے التحیات ودرود ودعا پڑھ کر نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔(۳)

اگر سلام پھیرنے میں سہو ہوجائے:

(سوال ۲۴۶) مصلی نے بجائے دہنی جانب کے بائیں جانب سلام پھیر دیا تو اب داہنی جانب سلام پھیر کر دوبارہ بائیں جانب پھیرے یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) فقط داہنی جانب سلام پھیر لے بائیں جانب سلام پھیرنے کی حاجت نہیں اور نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے نماز صحیح ہے (جوهره ج ۱ ص ۵۵)(۴)

چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۴۷) چار رکعت والی فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔ وهل یکره فی الا خرین المختار لا (درمختار) (قوله المختار لا) ای لایکره تحریماً بل تنزیهاً لا نه خلاف السنة قال فی المنیة وشرحها فأن ضم السورة الی الفاتحة ساهیا یجب علیه سجد تا السهو فی قول ابی یوسف لتأ خیر الرکوع عن محله وفی اظهر الروایات لا یجب لان القراء ة فیهما مشروعة من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب اه وفی البحر فخر الاسلام ان السورة مشروعة فی الا خرین نفلا وفی الذخیرة انه المختار وفی المحیط وهو الاصح اه والظاهر ان المراد بقوله نفلاً الجواز والمشروعیة بمعنی عدم الحرمةفلا ینافی کونه خلاف الا ولیٰ کما افاده فی الحلیة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلاة قبیل مطلب کل شفع من النفل صلاة) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

---

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرء صحیحاً قال عندی صلاته جائزة وکذلک الاعراب فتاویٰ عالمگیری الفصل الخامس فی زلة القاری ج. ۱ ص ۸۲.

(۲) بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح أخذ بکل حال قال فی الشامیة تحت قوله بکل حال ای سواء قرء الامام قدر ما تجوز به الصلوة ام لا شامی باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیها ج. ۱ ص ۵۸۲.

(۳) سلام من علیه السجود السهو یخرجة من الصلاة خروجا مؤ قوفا ان سجد عاد الیه والا لا — ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویا للقطع — مالم یحول عن القبلة او یتکلم در مختار علی هامش شامی باب سجود السهو ج. ۱ ص ۷۰۳.

(۴) وسلم اولا عن یساره ناسیا اوذاکر اسلم عن یمینه ولیس علیه ان یعید عن یساره ولیس علیه سهو ه باب صفة الصلاة)

سجدۂ سہو میں بجائے دوسجدے کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۴۸) امام صاحب کو صبح کی نماز میں سہو ہوا بعد میں امام صاحب نے اصول کے مطابق سجدۂ سہو کیا۔ لیکن سہو کا ایک ہی سجدہ کیا۔ تشہد، درود شریف اور دعاء پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ کیا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ یا کیسی ہوئی؟ بحوالہ کتب جواب ارسال فرمائیں!

(الجواب) سجدہ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے۔ لہذا نماز قابل اعادہ ہے۔ یجب سجدتان باب سجود السهو (نور الایضاح ص ۱۱۵)(سجدتان) لانه صلی الله علیه وسلم سجد سجدتین لسهووهو جالس بعد التسلیم وعمل به الا کابر من الصحابة والتابعین (مراقی الفلاح ص ۹۳ ایضاً)یسجد للسهو فی الزیادة والنقصان سجدتین بعد السلام (الی قوله) ولنا قوله علیه السلام لکل سهو سجدتان بعد السلام (هدایه ص ۱۳۶ ج ۱ ایضاً)فقط و الله اعلم بالصواب .

مسبوق بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے:

(سوال ۲۴۹) میری عصر کی پہلی رکعت چلی گئی اور چوتھی رکعت پر جب امام نے سلام پھیر دیا تو میں نے بھی بھول سے دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ ایک رکعت چلی گئی ہے۔ اب میں نے وہ چھوٹی ہوئی رکعت ادا کی۔ تو مجھ پر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ یا نہیں۔ اگر لازم ہوگا تو کیوں؟ اور لازم نہ ہوگا تو کیوں؟ اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو کیا صورت نکلے گی۔ اور کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غلطی سے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (اس لئے کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) ولوسلم ساهیاً ان بعد امامه لزمه السهو والا لا (درمختار) (قوله لزمه السهو) لانه منفرد فی هذه الحالة ح (قوله والا لا) ای وان سلم معه اوقبله لا یلزمه لا نه مقتدفی هاتین الحالتین ح وفی شرح المنیة عن المحیط ان سلم فی الاول مقارناً لسلا مه فلا سهو علیه لانه مقتد به وبعده یلزم لانه منفرد اه (شامی ص ۵۲۰ ج ۱ آخر باب الا مامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملالی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۰) ایک شخص فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں غلطی سے سورت ملالی تو نماز صحیح ہو جائے گی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

(وضم (قصر سورة فی الا ولیں من الفرض وهل یکره فی الا خر یین المختار لا درمختار)قوله' المختار لا) قال فی المنیة وشرحها فان ضم السورة الی الفاتحة ساهیاً یجب علیه سجدتا السهو فی قول ابی یوسفؒ لتاخیر الرکوع عن محله وفی اظهر الروایات لا یجب لان القراءة فیهما مشروعة من غیر تقدیر والا قتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب اه (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلوة)فقط و الله اعلم بالصواب ۹ ذی قعدی ۱۴۰۱ھ.

جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۱) امام نے بھول سے جہری نماز میں سراً قرأت کی اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوگا تو کتنی مقدار پڑھنے سے لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سری نماز میں جهراً یا جهری نمازمیں سراً بقدر ما تجوزبه الصلوة (یعنی بقدر تین چھوٹی آیت) پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، اس سے کم میں لازم نہیں معاف ہے کہ بچنا مشکل ہے۔ والمعتبر فی ذلک مقدار ما تجوزبه الصلوة علی الا ختلاف لان مادون ذلک قلیل لا یمکن الا حترازعنه (الا ختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۷۳ باب سجود السهو)وان جهر بعض القراء ة فی السریة اواخفاء ها الامام فی الجهریة فان کان الجهر والا خفاء اقل مما تجوزبه فهو معفو معسر الا حتراز عنه (رسائل الا رکان ص ۹۳ ایضاً)فقط و الله اعلم بالصواب .

نماز میں سورۂ فاتحہ بتمامہا واجب:

(سوال ۲۵۲) مخدوم حضرت مفتی صاحب مدظلکم السلام علیکم۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی آیت پوری یا جزو آیت پڑھنے سے رہ گئی تو شرعی حکم کیا ہے؟ اس کو ترک واجب کہیں گے یا نہیں؟ اور پھر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ ازسورت۔

(الجواب) مسئلہ اختلافی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ بتمامہا (پوری) واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد پڑھنا وجوب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے باقی حصہ چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، امام صاحب کا قول قوی اور احوط ہے، پس فاتحہ کا کوئی حصہ اور جزو چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو لازم قرار دیا جائے گا قراءة فاتحة الکتاب فیسجد للسهو بترک اکثرها لا اقلها لکن فی المجتبیٰ یسجدبترک اية منها وهو اولیٰ قلت وعلیه فکل اية واجبة (درمختار) (قوله بترک اکثرها) یفید ان الواجب الا کثرولا یعری عن تأمل بحرو فی القهستانی انها بتما مها واجبة عنده واما عند هما فاکثر ها ولا یجب السهو بنسیان الباقی کما فی الزاهدی فکلام الشارح جار علی قولهما (طحطاوی علی الدرالمختار ج ۱ ص ۳۲۰ باب صفة الصلاة). (قوله وعلیه)ای بناء علی ما فی المجتبیٰ فکل اية واجبة وفیه نظر لان الظاهران ما فی المجتبیٰ مبنی علی قول الا مام بانها بتما مها واجبة وذکر الآیة تمثیلا لا تقییداً اذ ابترک شیئی منها آیت او اقل ولو حرفاً لایکون آتیا بکلها الذی هو الواجب کماان الواجب

ضم ثلاث آیات فلو قرأ دونها کان تار کاً للواجب افاده الرحمتی (شامی ج ۱ ص ۴۲۶ ایضاًمطلب فی واجبات الصلاة). (قوله قرائة الفاتحه)قالوا بترک اکثرها یسجدللسهو لا ان ترک اقلها ولم ارما اذا ترک النصف نهر لکن فی المجتبی . یسجد بترک آیة منها وهو اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴ وفصل فی واجبات الصلوة)فقط و الله اعلم بالصواب

سوۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی:

(سوال ۲۵۳)سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی پھر یاد آیا کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیے تھی تو اب کیا کرے؟اس صورت میں سورت چھوڑ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورت پڑھے؟یا سورت پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے؟اور مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟بینوا تو جروا۔

(الجواب) سورت چھوڑ کر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے اگر فاتحہ سے پہلے سورت کی ایک آیت پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، کیونکہ قرائت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے اور یہ موجب تاخیر ہے۔اور اگر ایک آیت سے کم پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں اتنی تاخیر معاف ہے۔وان قراء السورة قبل الفاتحة اوبعضها ثم تذکر یعود الی الفاتحة ثم یقرء السورة ویسجد للسهو لان الترتیب بین الفاتحة والسورة لازم (رسائل الا رکان ص ۹۳)

لان الظاهر ان العلة هی تاخیر الا بتداء بالفاتحة والتاخیر الیسیر هو دون رکن معفو عنه تامل (الی قوله) وان غیر واحد من المشائخ قدر ها بمقدارداء رکن (شامی ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة)فقط و الله اعلم بالصواب .

سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کیا:

(سوال ۲۵۴)امام صاحب مغرب کی دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے قیام کے قریب ہوتے تھے کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے اور آخر میں سجدۂ سہو کیا مگر ایک طرف سلام پھیرے بغیر کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو واجب ہوگیا،سجدۂ سہو سے پہلے ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے،اگر نہ پھیرا تو اس سے کراہت تنزیہی لازم آئے گی مگر نماز ہوجائے گی،اعادہ ضروری نہیں۔ ولو سجد قبل السلام جازو کره تنزیها(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۱ باب سجود السهو)فقط و الله اعلم بالصواب .

امام سورۂ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے:

(سوال ۲۵۵)بعض مرتبہ امام صاحب سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانے سے قبل تھوڑی دیر سوچتے ہیں تو اس نماز میں کچھ نقص آئے گا یا نہیں؟اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟بینوا تو جروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہنے اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے علاوہ اگر

ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جا سکے اتنی دیر خاموش رہے اور سوچتا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا سجدۂ سہو نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس سے کم وقفہ ہو تو کچھ لازم نہیں۔ (واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر (قدراداء رکن ولم یشتغل حالة الشک) بقراة ولا تسبیح)(وجب علیه سجود السهو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۶ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں تاخیر ہوجائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۶)امام صاحب مغرب کی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں التحیات،درود شریف ودعا پڑھ رہے تھے،اتنے میں ایک مقتدی نے قعدۂ اولیٰ سمجھ کر لقمہ دے دیا،یعنی سبحان اللہ کہا تو امام صاحب کھڑے ہوگئے لیکن جب دوسرے مقتدیوں نے اللہ اکبر کہا تو امام صاحب فوراً بیٹھ گئے اور نماز پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا،لیکن بعد میں بہشتی زیور حصہ دوم مسئلہ نمبر ۱۹ کو دیکھ کر نماز کا اعادہ کیا۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نے دعا نصف سے زائد پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ تمام فرائض ادا ہوچکے ہیں اور مذکورہ کتاب کے موافق عمدۃ الفقہ اور بہشتی ثمر میں بھی لکھا ہے،لیکن ہم کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہوتا لہذا آپ مفصل جواب تحریر فرمایں اور ہمارے شبہ کو زائل فرمائیں۔جزاکم اللہ خیر الجزاء بینوا توجروا.

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلی نماز ناقص ادا ہوئی تھی،اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہوگئی تھی اور سلام واجبات صلوٰۃ میں سے ہے اور تاخیر واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے،لہذا سجدۂ سہو کرنا ضروری تھا،سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے درمختار میں ہے۔ویسجد للسهو فی الصورتین لنقصان فرضه بتا خیر السلام فی الا ولیٰ وترکه فی الثانیة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۱ باب سجود السهو) عالمگیری میں ہے۔ رجل صلی الظهر خمساً وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذکر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخامسة عادا لی القعدة وسلم کذا فی المحیط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوهاج(عالمگیری ج ۱ ص ۸۲ الباب الثانی عشرفی سجود السهود) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۂ فاتحہ پڑھے:

(سوال ۲۵۷)ہماری مسجد کے امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور تقریباً چھ آیتیں تلاوت کرلیں اس کے بعد ان کو ظن غالب یہ ہوا کہ میں نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی،اس لئے انہوں نے سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھی اور پھر اس کے بعد سورۃ تلاوت کی۔پہلی مرتبہ ان کو سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا گمان غالب تھا حالانکہ حقیقت میں انہوں نے پڑھی تھی،تو گویا انہوں نے دو مرتبہ سورۂ فاتحہ اور دو مرتبہ سورۃ تلاوت کی تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟اگر ہوگا تو کیوں؟ اور اگر واجب نہ ہوگا تو کس وجہ سے؟بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً:سورۂ فاتحہ پوری پڑھنے کے بعد جب سورت کی چھ آیتیں بھی پڑھ لی تھیں تو اب سورۂ فاتحہ اور سورۃ کو دوبارہ پڑھنے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہیں آیا،کیونکہ متوالیاً تکرار فاتحہ سے سورۃ ملانے میں تاخیر لازم آتی ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد متصلاً سورت ملانا واجب ہے،اس وجہ سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور صورت مسئولہ میں تکرار

فاتحہ متوالیاً نہیں ہے اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ ولو قرأها فی ركعة من الا ولیین مرتین وجب سجود السهو لتاخير الواجب وهو السورة كما فی الذخيرة الخ (شامی ج ا ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة) فلو قرا الفاتحة مرتين قبل السورة وجب سجود السهو لتاخير السورة (طحطاوی علی الدر المختار ج ا ص ۳۲۱) وكرر الفاتحة فی ركعة من الا ولیین متوالياً (الى قوله) يجب عليه سجود السهو للزوم تاخير الواجب وهو السورة (الى قوله) ولو قرء الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا يلزمه السهو وقيل يلزمه (ايضا كبرى ص ۴۳۳) ولو قرأ الفاتحة مرتين فی الا ولیین فعليه السهو لا نه اخر السورة ولو قرأ فيهما الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة ساهيا لم يجب عليه سهو وصار كانه قرأ سورة طويلة (الجوهرة باب صفة الصلاة النيرة ج ا ص ۷۷)

ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم۔

تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۸) قعدۂ اولی میں یا قاعدۂ ثانیہ میں تشہد کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تشہد کل واجب ہے، اکثر یا بعض حصہ چھوٹ جانے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ ولو ترک التشهد فی القعدتين او بعضه لزمه السجود فی ظاهر الرواية لا نه ذكر واحد منظوم فترک بعضه كترک كله (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ فصل فی بيان واجب الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۹) امام نے مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ الحمد للہ پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ایک آیت بھی دوبارہ پڑھے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور بکر کہتا ہے کہ آدھی سورت سے زیادہ پڑھنے کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پوری پڑھے تو سجدۂ سہو واجب ہے، آپ فیصلہ فرمائیں کہ صحیح کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت بھی سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور سورۂ فاتحہ کی تکرار سے یا آدھی سے زیادہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہے، مذکورہ صورت میں مالک یوم الدین تک پڑھ کر سہواً دوبارہ اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں، (۱) یہ حکم ان رکعتوں کا ہے جس میں سورۂ فاتحہ واجب ہے، ہاں جن رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے ان کا یہ حکم نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) ولو قرء الفاتحة الا حرفا أو قرء اكثر ها ثم عاد ساهيا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتين كذا فی الظهيرية فتاوی عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو

(۲) مغرب کی تیسری رکعت اور چار رکعت والے فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ قال فی شرح المنيه وقيل بالاولیين لان الاقتصار علی مرة فی الاخريين ليس بواجب حتی لا يلزمه سجود السهو بتكرار الفاتحة فيهما سهوا الخ (شامی ج ا ص ۴۴۰ واجبات الصلاة)

سجدۂ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں؟:

(سوال ۲۶۰) امام تراویح دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہوگیا لقمہ دینے سے بیٹھ گیا مگر سجدۂ سہو نہ کیا، دریافت کرنے پر کہا چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے کی یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں تو کیا نماز تراویح میں امام سے کوئی غلطی موجب سجدۂ سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام تراویح کا یہ کہنا کہ چونکہ "تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں" یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے، البتہ نماز عیدا و رجمعہ میں جب کہ مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار پیدا ہوجائے اور تشویش میں پڑ جائیں اور نماز خراب کرلیں تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو معاف ہوجاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدہ کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہوجائے گا اور نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ والسهو فی صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء. والمختار عند المتاخرين عدمه فی الا ولیين لدفع الفتنة (درمختار) (قوله عدمه فی الا ولیين) الظاهر ان الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كمابحثه بعضهم ط وكذا بحثه الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشية ابی السعود عن العزمية انه ليس المراد عدم جوازه بل الا ولىٰ تركه لئلا يقع الناس فی فتنة اه (قوله وبه جزم فی الدرر) لكنه قيده محشيها الوافی بما اذا حضر جمع كثير والا فلا داعی الى الترک ط (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۰۵ باب سجود السهو) (طحطاوی علی الدر المختار ج ا ص ۵۰۰ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

سجدۂ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۶۱) محترم مفتی صاحب سلام مسنون! آپ کے فتاوی رحیمیہ ج ا ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق، مسبوق مدرک لاحق کے احکام میں، کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے، کے عنوان کے تحت دیکھیں ص۱۵۳ مرتب) اردو میں یہ فتوی ہے۔ مسبوق سجدۂ سہو کرنے میں امام کی متابعت کرے مگر سلام نہ پھیرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟ ہمارے یہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور بعض حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہوگئی آپ بحوالہ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسبوق سجدۂ سہو میں تو امام کی متابعت کرے گا مگر اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے گا، اگر مقتدی نے یہ بات یاد ہوتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی (۱) اور اگر سہواً (بھول سے) سلام

(۱) یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنا ضروری ہے بعض لوگ مسئلہ نہیں جانتے اور یہ گمان کرکے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں کہ ان کو بھی سلام پھیرنا چاہئے ایسے لوگوں کی نماز فاسد ہوجاتی ہے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے اور گذشتہ زمانہ میں مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہوچکا ہے تو ان کا اندازہ کرکے قضا کرنا ضروری ہے۔ ولو سلم علی ظن ان عليه ان يسلم فهو سلام عمداً يمنع البناء (كبيری ص ۴۶۵ مصری)

پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ بدائع میں ہے ثم المسبوق انما یتابع الا مام فی السھود ون السلام بل ینتظر الا مام حتی یسلم فیسجد فیتا بعه فی سجود السھو لافی سلامه وان سلم فان کان عامداً تفسد صلاته وان کان ساھیا لا تفسد ولا سھو علیه لانه مقتد وسھو المقتدی باطل فاذا سلم الا مام للسھو یتابعه فی السجود ویتا بعه فی التشھد (بدائع الصنائع ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیه سجود السھو ومن لایجب) فقط و الله اعلم بالصواب .

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو؟:

(سوال ۲۶۲) ایک شخص کی ظہر کی دو رکعتیں چلی گئیں چوتھی رکعت پر امام نے جب نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیرا تو اس شخص (مسبوق) نے بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ میری دو رکعتیں چلی گئی ہیں فوراً کھڑا ہو گیا اور اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کیں اب اس پر آخر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب امام نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا نہیں چاہئے۔ ولا یسلم اذا سلم الا مام (ای للخروج عن الصلوٰة) لان هذا السلام للخروج عن الصلوٰة وقد بقی علیه ارکان الصلوٰة (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶)

اگر غلطی سے سلام پھیر دیا تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) بدائع میں ہے۔ ولا یسلم اذا سلم الا مام (ای للخروج عن الصلوٰة) لا ن هذا السلام للخروج عن الصلوٰة وقد بقی علیه ارکان الصلوٰة فاذا سلم مع الا مام فان کان ذاکراً لما علیه من القضاء فسدت صلوته' لا نه سلام عمد وان لم یکن ذاکر اً له (ای لما علیه من القضاء) لا تفسد لانه سلام سھو فلم یخرجه عن الصلوٰة وھل یلزمه سجود السھو لا جل سلامه ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام اوسلم معه لا یلزمه لان سھوه سھو المقتدی وسھو المقتدی متعطل وان سلم بعد تسلیم الامام لزمه لان سھوه سھو المنفرد فیقضی ما فاته ثم یسجدللسھوفی اخر صلاته (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۱ ایضاً) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۶۰ آخر باب الامامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا، امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا بہت ہی نادر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۶۳) کوئی شخص رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا یا سہواً صرف ایک سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں نماز کی اصلاح کی کوئی صورت ہے؟ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب) نماز کے اندر اندر فوت شدہ رکوع اور سجدہ کو ادا کرلے اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے تو نماز کی اصلاح ہوجائے گی ومنھا رعایة الترتیب فی فعل مکرر فلو ترک سجدة من رکعة فتذ کر ھا فی آخر الصلوة سجد ھا وسجد للسھو لترک الترتیب ولیس علیه اعادة ما قبلھا ولو قدم الرکوع علی القراء ة لزمه السجود لکن لا یعتد بالرکوع فیفرض اعادته بعد القرائة کذا فی البحر الرائق (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ کتاب الصلوٰة الباب الثانی عشر فی سجود السھو) فقط و الله اعلم بالصواب. ۱۲ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ.

قرأت میں تکرار کرے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۶۴) قرات میں تکرار کرلے جیسے حفاظ تراویح میں کسی آیت پر آگے کی آیت یاد نہ آنے پر کرتے ہیں تو سجدۂ سہو لازم ہے؟ اگر یہ تکرار تین آیتیں ہوجانے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں، اگرچہ یہ تکرار تین آیات پڑھنے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے، دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ فقط اللہ علم بالصواب ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

امام قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو؟:

(سوال ۲۶۵) چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ کر امام اٹھ رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا یا قاعدۂ اولیٰ چھوڑ کر امام سجدہ سے قیام کو جا رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو ہر دو صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ (حیدرآباد)

(الجواب) آخری قعدہ کرکے اگر امام پورا کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ بیٹھنے کے قریب تھا اور لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، قعدۂ اولیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر اوپر کھڑا ہو گیا یا کھڑے ہونے کے قریب ہو گیا تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ ومن سھی عن القعدة الاولیٰ ثم تذکرو ھو الی حالة القعود اقرب عادو قعدو تشھد لان ما یقرب من الشیئی یا خذ حکمه ثم قیل یسجد للسھو للتاخیر والاصح انه لا یسجد کما اذا لم یقم ولو کان الی القیام اقرب لم یعد لانه کا لقائم معنی ویسجد للسھو لا نه ترک الواجب وان سھیٰ عن القعدة الا خیرة حتی قام الی الخامسة رجع الی القعدة مالم یسجد لان فیه اصلاح صلاته. (ھدایه اولین ص ۱۳۹ باب سجود السھو) فقط و الله اعلم بالصواب .

غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا:

(سوال ۲۶۶) کسی نے بھول سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا بعد میں سیدھی جانب تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز ہوجائے گی اور دوبارہ بائیں طرف سلام پھیرنا اس پر لازم نہیں ولو سلم اولاً عن یسارہ ناسیاً او ذاکراً یسلم عن یمینہ ولیس علیہ ان یعیدہ عن یسارہ ولیس علیہ سھو اذا فعلہ ناسیاً (الجوھرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۵ باب صفۃ الصلاۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

عیدین وجمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟:

(سوال ۲۶۷) عید کی نماز میں تکبیر زائدہ واجبہ ترک ہوجائے یا اور کوئی موجب سجدۂ سہو غلطی ہوجائے تو سجدۂ سہو کیا جائے یا نماز دہرائی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدین کی نماز میں اسی طرح جمعہ وغیرہ میں مجمع کثیر ہو جس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہونے اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہوجاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہوجاتا ہے۔ (ولا یاتی الامام بسجود السھو فی الجمعۃ والعیدین) دفعا للفتنۃ بکثرۃ الجماعۃ وبطلان صلاۃ من یریٰ لزوم المتابعۃ وفساد الصلوۃ بترکہ (مراقی الفلاح ص ۹۴) (قولہ بکثرۃ الجماعۃ) واختار العلامۃ الوانی من ھذہ السببیۃ ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر اما اذا لم یحضروا فالظاھر السجود لعدم الداعی الی الترک وھو التشویش (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۰ باب سجود السھو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السھو) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۶۸) سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھے یا درود شریف ودعا پڑھنا کافی ہے؟ اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدۂ سہو کے بعد التحیات (تشہد) پڑھنا ضروری ہے اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوجائے گی مگر واجب کا تارک ہوگا لہٰذا نماز واجب الاعادہ ہوگی، درمختار میں ہے (ویجب ایضا) تشھد وسلام لان سجود السھو یرفع التشھد (قولہ یرفع التشھد) ای قراء تہ حتی لو سلم بمجرد رفعہ من سجدتی السھو صحت صلاتہ ویکون تارکاً للواجب وکذا یرفع السلام امداد (درمختار شامی ج ۱ ص ۶۹۲، باب سجود السھو) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵۰ باب سجود السھو) (عمدۃ الفقہ ص ۲۶۱ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مغرب یا عشاء کی آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

(سوال ۲۶۹) محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت فیوضہم، بعد سلام مسنون! مزاج گرامی! عرض ہے کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کے آخر میں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرآت بالجہر کے عنوان سے دیکھئے ص ۱۹۶ مرتب) میں ایک فتویٰ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جہراً قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوا، بحر الرائق اور طحطاوی کا حوالہ ہے براہ کرم عبارت کتب بالنقل فرما کر ممنون فرمائیں، غور طلب یہ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جب قرأۃ کا درجہ ہی مسنونیت کا ہے تو جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو کیسے واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض کی آخری ایک یا دو رکعت میں صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے مگر ان رکعتوں میں بالاتفاق امام کے لئے سراً قرأت کرنا واجب ہے لہٰذا اگر امام جہراً قرأت کرے گا تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے۔ (والجھر) للامام (والاسرار) للکل (فیما یجھر) فیہ ویسر (درمختار) (قولہ والاسرار للکل) ای للامام اتفاقاً والمنفرد علی الاصح (بحر) (قولہ ویسر) ای فیما یسر فیہ وھو صلوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلوۃ الکسوف والاستسقاء (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۴ واجبات الصلاۃ)

بحرالرائق میں ہے (قولہ والجھر والاسرار فیما یجھر ویسر) فالحاصل ان الاخفاء فی صلوۃ المخافتۃ واجب علی المصلی اماماً کان او منفرداً وھی صلوۃ الظھر والعصر والرکعۃ الثالثۃ من المغرب والاخریان من صلوۃ العشاء وصلوۃ الکسوف والاستسقاء وھو واجب علی الامام اتفاقاً وعلی المنفرد علی الاصح الخ (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۰۲ واجبات الصلوۃ)

مراقی الفلاح میں ہے (ویجب الاسرار) فی جمیع رکعات (الظھر والعصر) ولو فی جمعھما بعرفۃ (و) الاسرار (فیما بعد اولی العشاءین) الثالثۃ من المغرب وھی والرابعۃ من العشاء. (مراقی الفلاح مع حاشیۃ طحطاوی ص ۱۳۸ واجبات الصلوۃ)

وتسن (قرائۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین) فی الصحیح وروی عن الامام وجوبھا وروی التخییر بین قراءۃ الفاتحۃ والتسبیح والسکوت.

طحطاوی میں ہے (قولہ وتسن قرائۃ الفاتحۃ فیما بعد الاولیین) یشمل الثلاثی والرباعی (قولہ فی الصحیح) ھو ظاھر الروایۃ کما فی الحلبی (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی ص ۱۴۷ سنن الصلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کیا مسبوق تراویح میں سجدۂ سہو کرے گا۔

(سوال ۲۷۰) تراویح کی پہلی رکعت میں حافظ صاحب کے سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوا اس کے بعد دوسری

رکعت میں ایک شخص نے اقتداء کی آیا یہ نو وارد سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟ امام صاحب کا کہنا ہے چونکہ حافظ صاحب سے سہو پہلے ہوا اور اقتدا بعد میں (یعنی دوسری رکعت میں) کی ہے، لہذا اس نو وارد پر سجدۂ سہو نہیں ہے، اس مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وہ مقتدی مسبوق ہے اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام کے اتباع میں سجدۂ سہو کرے اگرچہ سہو اس کے اقتداء کرنے سے پہلے ہوا ہو، درمختار میں ہے والمسبوق یسجد مع امامه مطلقاً سواء کان السهو قبل الا قتداء او بعده (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السهو) یعنی مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک رکعت کے بعد شریک ہوا ہو) امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا، چاہے امام سے سہو مسبوق کے اقتداء سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ البتہ مسبوق سلام پھیرنے میں امام کی اتباع نہ کرے، سلام پھیرے بغیر سجدۂ سہو کرے، اس کا ضرور خیال رکھے، اگر مسبوق نے یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر سہواً سلام پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیه السهو و من لایجب علیه۔ وفتاویٰ رحیمیہ ج۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲) فقط و الله اعلم بالصواب

مقتدی کے سہو سے سجدۂ سہو:

(سوال ۲۷۱) امام کی اقتدا کی حالت میں مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا بوقت سلام امام و مقتدی پر سجدۂ سہو ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی سجدۂ سہو نہ کرے البتہ اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہے وسهو المؤتم لا یوجب السجود علی الامام لا نه متبوع لا تابع ولا علیه ای ولا علی المؤتم الخ (کبیری) (ص ۴۳۷ فصل فی بیان من تجب علیه السهو ومن لا یجب علیه) وان سهی فی ما یقضی بعد فراغ الا مام یسجد السهو ایضاً. (ایضاً ص ۴۳۸)

سجدۂ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں :

(سوال ۲۷۲) امام صاحب سے سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا، لیکن سجدۂ سہو صرف ایک کیا، نماز کا وقت گذر جانے پر خیال آیا کہ سجدۂ سہو بھی سہواً ایک ہی کیا ہے تو اب نماز کا اعادہ کس طرح کیا جائے، آیا ان مقتدیوں کو جمع کر کے نماز پڑھی جائے یا فرداً فرداً پڑھی جائے؟ مقتدیوں کو جمع کرنا ممکن ہے، اگر اعادہ نماز کی ضرورت نہ ہو تو بھی تحریر فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ سجدۂ سہو میں دو سجدے کرنا واجب ہے لہذا ایک سجدہ رہ جانے سے نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوتی ہے یجب سجدتان الخ باب سجود السهو (نورالا یضاح ص ۱۱۵) وان النقص اذا دخل فی صلوٰة الا مام ولم یجبر و جبت الا عادة علی المقتدی ایضاً (شامی ۱/ ۴۲۵ باب

صفة الصلاة مطلب کل صلاة ادیت مع الکراهة التحریم تجب اعادتها) ایسی صورت میں نمازی منتشر ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو نماز کا اعادہ با جماعت ضروری ہے، منتشر ہونے کے بعد سب کو جمع کرنا ضروری نہیں، فرادیٰ فرادیٰ ادا کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام وتر کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۷۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ امام نماز وتر کی تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد خاموش رہا، مقتدی نے الحمد کے بعد لقمہ دیا، پھر امام نے فوراً الحمد للہ کے بعد سورۃ ملا کر دعا قنوت پڑھ لی اور نماز ترتیب سے ختم کی، صرف خاموش ہونے سے سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ اگر سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟ یا نماز وتر دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہنے کے بعد الحمد پڑھی ہے تو سجدہ سہو لازم ہے، اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز قابل اعادہ ہے۔

واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشک بقرائة ولا تسبیح ذکره فی الذخیرة وجب علیه سجود السهو. (باب سجود السهو درمختار ج ۱ ص ۷۰۶)

امام خاموش نہیں رہا بلکہ سورۂ فاتحہ سراً پڑھنے لگا تو اگر بقدر تین آیت پڑھنے کے پھر جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ والجهر فیما یخافت فیه و عکسه بقدر ما تجوز به الصلوٰة (درمختار ج ۱ ص ۶۹۴) .فقط و الله تعالیٰ اعلم بالصواب.

فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر:

(سوال ۲۷۴) مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں امام قرأت بالجہر سہواً کرے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے (طحطاوی ج ۱ ص ۳۲۴)[1] بحر الرائق واجبات الصلوٰۃ ص ۳۵۲ ج ۱۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ومنها جهر الامام فیما یجهر فیه والا سرار فی محله مطلقاً واختلف فی القدر الموجب للسهو والاصح انه قدر ما تجوز به الصلاة فی الفصلین ، باب سجود السهو واجبات الصلاة)

سجدہ تلاوت

آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا:

(سوال ۲۷۵) رمضان المبارک میں حفاظ قرآن کا دور کرتے ہیں۔ایک پڑھتا ہے اور دوسرے حفاظ اور حاضرین سنتے ہیں۔اس طرح آیت سجدہ بار بار پڑھنے اور سننے میں آتی ہے تو سجدہ ایک ہی کیا جائے یا جتنی بار آیت پڑھی اور سنی جائے اتنی دفعہ سجدہ کرے؟

(الجواب) آیت سجدہ اگر ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھی جائے تب بھی ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔صورت مسئول عنہا میں ایک ہی سجدہ کرے کیونکہ آیت اور مجلس ایک ہی ہے (شامی ج۲ ص۲۶ ۷)(۱) (بحرالرائق ج۲ ص۱۲۵ ایضاً)

آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے:

(سوال ۲۷۶) نماز تراویح میں امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ میں گیا مگر مقتدی رکوع سمجھ کر رکوع میں گیا تو اس کی نماز اور سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی کو چاہئے کہ رکوع چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے۔اگر رکوع کر کے پھر سجدہ میں گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا (درمختار شامی ج ا ص ۷۲۴) (۲)

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ آیات سجدہ پڑھ لے:

(سوال ۲۷۷) حافظ صاحب نے تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بجائے اگلی آیت کے وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھ لی سجدہ تلاوت کے اعادہ کا حکم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلا سجدہ کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں (عالمگیری ج ا ص ۱۲۵)(۳)

چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کریں تو کتنے سجدے کریں:

(سوال ۲۷۸) ماہ رمضان میں حفاظ کرام دور سناتے ہیں ایک پڑھتا ہے دوسرے سنتے ہیں اسی طرح کے بعد دیگرے سب پڑھتے ہیں اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو سب پر ایک ہی سجدہ ہے یا جس قدر حفاظ ہیں اسی قدر سجدے ہوں گے اور اسی طرح جتنی بار سماعت ہوتی ہو اسی کا سجدہ ہے؟ شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں؟

(الجواب) اگر ایک ہی مجلس میں اس طرح تلاوت ہوتی ہو اور آیت سجدہ بھی ایک ہی ہو تو ایک ہی سجدہ واجب ہے کہ

---

(۱) قوله ولو كررها فى مجلسين تكررت الاصل انه لا يتكرر الوجوب الا باحد امور الثلاثة اختلاف التلاوت او السماع او المجلس ...... مالم يكن للمكانين حكم الواحد كمسجد والبيت والسفينة الخ باب سجود التلاوة)

(۲) وتؤدى بسجودها كذلك اى على الفور وان لم ينو بالا جماع ولو نواها فى ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه ويسجد اذا سلم الامام ويعيد القعدة ولو تركها فسدت صلاته باب سجود التلاوة) .

(۳) ولو تلاها فى ركعة فسجدها ثم اعادها فى تلك الركعة لا تجب الثانية كذا فى محيط السرخسى الباب الثالث عشر فى سجود التلاوة)

آیت سجدہ اور مجلس متحد ہے یعنی آیت بھی ایک ہے اور مجلس بھی ایک ہے (شامی ج ا ص ۷۲۶ حوالہ بالا بحرالرائق ج۲ ص ۱۲۵ باب سجود التلاوة)فقط و الله اعلم بالصواب .

تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں:

(سوال ۲۷۹) تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(الجواب) خیر القرون میں عرب وعجم میں کثیر تعداد میں جہلاء اور نو مسلم ہونے کے باوجود سلف صالحین سے اعلان ہذا ثابت نہیں حالانکہ وہ اسلامی اعمال کی تبلیغ میں نہایت چست اور عبادات کی درستگی کے بڑے حریص تھے۔فقہاء نے بھی اسطرح کے اعلان کی ہدایت نہیں کی ہے اگر ضرورت ہوتی تو ضرور تاکید فرماتے جیسے کہ مسافر امام کو خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے کہ نمازیوں کو اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے چاہے نماز سے پہلے ہو یا بعد میں کہ ''میں مسافر ہوں'' کیونکہ یہاں ضرورت ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں عام طور پر ایسی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر بلاضرورت یہ طریقہ جاری رہا تو قوی اندیشہ ہے کہ جس طرح بعض شہروں کا رواج ہے کہ نماز جمعہ کے وقت اعلان کیا جاتا ہے۔الصلوٰۃ سنة قبل الجمعة یا۔یہ کہا جاتا ہے انصتوا رحمکم الله اور دوسرا اعلان سنت یا فعل حسن سمجھا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت کا یہ اعلان بھی ضروری اور بہت ممکن ہے سنت سمجھا جانے لگے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیز کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابی کے سواء اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے (ازالة الخفاء مجلس نمبر ا فصل نمبر ۵) البتہ اگر مجمع کثیر ہو جیسا کہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے کہ صفیں دور تک ہوتی ہیں۔کچھ صفیں بالائی منزل میں بھی ہوتی ہیں اور وہاں مغالطہ کا قوی احتمال رہتا ہے کہ لوگوں کو سجدۂ تلاوت کا پتہ نہ چلے اور سجدہ کے بجائے رکوع کرنے لگیں تو ایسے موقع پر بے شک بموجب " الضرورات تبيح المحذورات "۔اعلان کی اجازت دی جاسکتی ہے مگر ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ہمارے یہاں اس کی (اعلان کی) ضرورت نہیں میرا اپنا برسوں کا تجربہ ہے لہٰذا اس کا ترک ضروری اور اس کی پابندی غلط ہے۔

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو؟ :

(سوال ۲۸۰) ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے۔مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے آیت پڑھی تو ایک سجدۂ تلاوت ہے یا دو سجدے؟

(الجواب) امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے۔اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔(۱) فقط.

---

(۱) اذا تلا الامام آية السجدة سجدها وسجد الماموم ...... وان تلا الماموم لم يلزم الامام ولا المؤتم السجود لا فى الصلاة ولا بعد الفراغ منها ، فتاوىٰ عالمگیری سجود التلاوة ج ا ص ۱۳۳ .

سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت کی آیت کون سی ہے؟:

(سوال ۲۸۱) سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت " اناب " پر ہے یا " حسن مآب " پر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) محقق قول کی بنا پر اولیٰ یہ ہے کہ "حسن مآب" پر سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ شامی میں ہے:۔ وفی ص عند حسن مآب وهو اولیٰ من قول الزيلعی عندو آناب (ج ا ص ۷۱۶ باب سجود التلاوة) علم الفقہ میں ہے (۱۰) سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت وخر راكعاً واناب فغفر ناله' ذلک وان له' عندنا لزلفی وحسن مآب . اس آیت میں "وحسن مآب" کے لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک "اناب" کے لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں (درمختار) (علم الفقہ ص ۱۹۵ حصہ دوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہوں گے:

(سوال ۲۸۲) تراویح میں امام نے پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کی اتفاقاً دوسری رکعت میں اسی آیت سجدہ کو دہرایا تو پہلا سجدہ کافی ہے یا دوسرا لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلا سجدہ کافی ہوجائے گا، بدائع الصنائع میں ہے: واما اذا كرر التلاوة فی ركعتين ان يكفيه سجدة واحدة وهو قول ابی يوسف الاخير وفی الا ستحسان يلزمه' لكل تلاوة سجدة وهو قول ابی يوسف رحمه الله الاول وهو قول محمد وهذا من المسائل الثلاث التی رجع فيها ابو يوسف رحمه الله عن الاستحسان الى القياس الخ (ص ۱۸۲ فصل سبب وجوب السجدة جلد اول) فقط و الله اعلم بالصواب .

نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا!:

(سوال ۲۸۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا تین آیت کے بعد کیا تو ادا ہوا؟ یا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ یا نماز واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر تین آیتوں سے زیادہ پڑھنے کے بعد سجدہ کیا گیا تو قضا شمار ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ علی المذهب المختار. سجدۂ سہو نہ کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا ہو وہ سلام پھیرنے سے پہلے بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جب تک کوئی حرکت منافی نماز نہ کی ہو۔ سجدہ کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد بجز توبہ واستغفار کے معافی کی کوئی صورت نہیں۔

درمختار میں ہے۔ فعلی الفور لصيرورتها جزءً امنها ويأثم بتاخير ها ويقضيها ما دام فی حرمة الصلوة ولو بعد السلام .وفی الشامی (قوله فعلی الفور) ای فان كانت صلوتيةً فعلی الفور ثم تفسير الفور عدم طويل المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة اكثر من آيتين او ثلاث على ماسيأتی حليه .

(قوله ويأثم بتاخيرها) لا نها وجبت بما هو عن افعال الصلوة وهو القرائة وصارت من اجزائها فوجب ادا ؤها مضيقاً كما فی البدائع ولذا كانت المختار وجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها كما قدمناه فی بابه عند قوله لترک واجب صارت كما لو اخرت السجدة الصلبية عن محلها فانها تكون قضاء ومثله ما لو اخر القراءة الى الاخريين على القول بوجوبها فی الاوليين وهو المعتمد. اما على القول بعدمه فيهما فهی اداء فی الاخريين كما حققناه فی واجبات الصلوٰة فانهم.(درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۳۳ باب سجود السهو) (وهكذا فی المراقی الفلاح وحاشية الطحطاوی ص ۲۶۷)

وفی عالمگیریه: وفی الغیاثيه واداء ها ليس على الفور حتیٰ لو اداها فی ای وقت كان مودياً قاضياً كذا فی التا تارخانية هذا فی غير الصلاتية اما الصلوتية اذا اخرها حتى طالت القرائة تصير قضاءً ويأثم هكذا فی البحر الرائق ج ا ص ۸۶۔۸۷ الباب العاشر فی سجود التلاوة)

وفی موضع اخر: .وفی الولو الجية المصلی اذا تلا آية السجدة ونسی ان يسجد لها ثم ذكر ها وسجد ووجب عليه سجود السهو لانه تارک للوصل وهو واجب وقيل لا سهو عليه والا ول الاصح كذا فی التاتارخانيه(عالمگيری ج ا ص ۸۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

مالابد منہ میں ہے:۔ سجدۂ تلاوت کہ در نماز واجب شدہ بعد نماز قضا نہ شود ص ا۷ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع اور سجدے میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے :

(سوال ۲۸۴) حافظ صاحب نے تراویح میں سورۂ اعراف کی آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ نماز کے بعد دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ رکوع میں یا سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ سجدہ ادا ہوجائے گا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کا رکوع کرے (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہوا ہے) یا دو تین چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کرے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ سجدہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، لیکن اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسی صورت میں امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے نماز کے سجدہ میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔ وتؤدیٰ بركوع صلوٰة اذا كان الركوع على الفور من قراءة اية) او ايتين وكذا الثلاث على الظاهر كما فی البحر (ان نواه) ای كون الركوع لسجود التلاوة على الراجح (وتو ی بسجودها كذلک) ای على الفور (وان لم ينو) بالاجماع ولو نواها فی ركوعه ولم ينو المؤتم لم تجزه .(قوله لم تجزه) ای لم تجزئه الا مام المؤتم ولا تندرج فی سجوده اوان نواها المؤتم فيه لانه' لما نواها الامام فی ركوعه تعين لها . افادهٔ ح هذا الخ(درمختار مع الشامی ج١

ص ۷۲۳، ج ۱ ص ۷۲۴ باب سجود التلاوۃ)

صورت مذکورہ میں امام کے ساتھ مقتدیوں نے بھی رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی نیت کی ہوگی تو سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔ اور اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہو اور امام نے کرلی ہو تو مقتدیوں کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ اور اگر امام نے رکوع میں نیت نہیں کی تھی تو نماز کے سجدہ میں کوئی نیت کرے یا نہ کرے سب کا سجدہ ادا ہوجائے گا۔ (بشرطیکہ تین آیتوں سے کم پڑھا ہو)

مسئلہ سے لوگ واقف نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے۔ نماز کے رکوع اور سجدہ میں ادا کر کے لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔ مسئلہ پر عمل کراتا ہو تو نمازیوں کو پہلے سے مسئلہ سمجھاوے پھر عمل کرے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہوکر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے:

(سوال ۲۸۵) کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد قصداً سورہ علق۔ (اقرأ باسم ربک) تلاوت کی تکبیر کہہ کر فوراً رکوع کیا، اور مدعی ہیں کہ میرا یہ فعل عین سنت کے مطابق ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اور طرز عمل حدیث وسنت کے مطابق ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت کے بعد بلا کچھ پڑھے رکوع کرلینا سنت کے مطابق ہے تو اس کی دلیل پیش کرنا ان کے ذمہ ہے محض دعویٰ کافی نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک دو تین آیتیں پڑھے بغیر رکوع کرلینا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ نماز ہوجاتی ہے۔ ولو كانت تختم السورة فالا فضل ان يركع بها ولو سجدو لم يركع فلا بد ان يقرء شيئاً من السورة الا خرىٰ بعد ما رفع راسه من السجود ولو رفع ولم يقرء شيئاً جاز (عا لمگیری ج ۱ ص ۱۳۳ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ)

وحاصله على ما ذكره الفقهاء كما فى البدائع ملخصاً ان المتلوة خارج الصلوة تو دى على نعت سجدات الصلوة والمتلوة فى الصلوة الا فضل ان يسجد لها ثم اذا سجد وقام يكره له ان يركع كما رفع سواء كان آية السجدة فى وسط السورة او عند ختمها وبقى بعدها الى الختم قدر آيتين او ثلاث فينبغى ان يقرء ثم يركع وينتظر ان كانت الآية فى الوسط فانه ينبغى ان يختمها ثم يركع وان كانت عند الختم فينبغى ان يقرء ايات من سورة اخرىٰ ثم ا ه (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳ باب سجود التلاوة) فقط و الله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم.

سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم:

(سوال ۱۲۸۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) امام نے سورہ الم سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز فجر میں اسی سورت کو پڑھا تو اس کے ذمہ سجدہ تلاوت ہے یا پہلے کیا ہوا سجدہ کافی ہے کہ جگہ بدلی نہیں ہے۔

(۲) خارج صلوٰۃ آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت نہ کیا، نماز میں اسی آیت کو پڑھا اور نماز میں سجدۂ تلاوت کرلیا تو یہ ایک سجدہ کافی ہے۔ یا خارج صلوٰۃ جو ایک آیت سجدہ تلاوت کی تھی اس کے لئے دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا؟

(۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدۂ تلاوت کرلیا۔ پھر نماز کے بعد اسی جگہ وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو دوسرا سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟ امید ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گی۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) صورت مذکورہ میں دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ امام اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو سجدۂ تلات کرنا ضروری ہوگا۔ اذا كرر اية السجدة فى مكان متحد كفته واحدة الا فى مسئلة اذا قرأها خارج الصلوة وسجدلها ثم اعادها فى مكانه فى الصلوة فانه تلزمه اخرىٰ. یعنی ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ مکرر پڑھے تو ایک سجدہ کافی ہے مگر اس مسئلہ میں کہ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پھر اسی جگہ نماز پڑھی اور وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس کو دوسرا سجدہ لازم ہوگا (الا شباه والنظائر ص ۱۹۱ الفن الثانی) مراقی الفلاح میں ہے (ولو تلا اية خارج الصلوة فسجد) لها (ثم) دخل فى الصلوة و(اعاد) تلاوتها (فيها) اى فى الصلوة فى مجلسه (سجد) سجدةً (اخرىٰ) لعدم تبعيتها للخارجية لقوة الصلوية الخ (مراقی الفلاح مع حاشية طحطاوی ص ۲۸۶ باب سجود التلاوت) (مالا بد منه ص ۷۱)

(۲) نماز میں جو سجدہ کیا وہ کافی ہے۔ دوسرا لازم نہیں (وان لم يسجد اولاً) حين تلا او سمع خارج الصلوٰة (كفته) سجدة (واحدة) وهى الصلوتية عن التلاوتين لقوتها فى ظاهر الرواية (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) (مالا بد منه ص ۷۱) مگر سجدہ کرلینے میں احتیاط ہے۔ چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله فى ظاهر الرواية) وفى رواية النوادر يسجد للاول اذا فرغ من الصلوة لان السابق لا يكون تبعاً للاحق ولان المكان قد تبدل بالا شتغال بالصلوة فصار كما لو تبدل بعمل اخر. وجه الظاهر . ان الدخول فى الصلوة فصار كما لو تبدل بعمل اخر . وجه الظاهر . ان الدخول فى الصلوة عمل قليل وبمثله لا يختلف المجلس كذا فى الشرح (ص ۲۸۶ ایضاً)

(۳) ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ و كذا لو سجد فى الصلوة ثم اعادها بعد سلامه يسجد اخرىٰ فى ظاهر الرواية لعدم بقاء الصلوية حكماً (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۸۶ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

سورہ ص میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۸۶) ہمارے یہاں گذشتہ کل تراویح میں سورہ ص میں اناب پر سجدۂ تلاوت ہوا۔ ایک بڑی عمر کے حافظ صاحب کہہ رہے ہے کہ سجدہ "مآب" پر کرنا چاہئے لہذا اس رکوع کا اعادہ کرو، اور دوبارہ سجدہ کرو۔ ورنہ ایک سجدہ رہ جائے گا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ کیا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ سورہ ص میں سجدۂ تلاوت "حسن مآب" پر کیا جائے، "اناب" پر سجدہ کرنا خلاف احتیاط ہے۔ شامی میں ہے وفى ص عند وحسن مآب وهو اولىٰ من قول الزيلعى عندو اناب (شامی ج ۱ ص

۲۱۷ باب سجود التلاوۃ) صورت مسئولہ میں اناب پر سجدہ کیا گیا ہے یہ خلاف احتیاط ہوا۔ لیکن اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

دورکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلی دورکعت میں پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۸۷) تراویح میں امام نے دورکعت کی نیت باندھی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دورکعت پوری کی، پھر دوسری دورکعت کی نیت باندھی اور سہواً وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی۔ لیکن سجدہ نہیں کیا نماز کے بعد ایک مقتدی کے استفتا، پر امام صاحب نے فرمایا کہ پہلی نماز کا سجدۂ تلاوت دوسری نماز کے لئے کافی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا فرمان صحیح ہے یا دوسری نماز میں مستقل سجدہ کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔ ولان المکان قد تبدل بالا شتغال بالصلوۃ فصار کما لو تبدل بعمل اخر (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) نیز مراقی الفلاح میں ہے وکذا لو سجد فی الصلوۃ ثم اعادھا بعد سلامہ یسجد اخریٰ فی ظاھر الروایۃ لعدم بقاء الصلوٰیۃ حکماً، یعنی نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کیا۔ پھر وہی آیت سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ پڑھی تو ظاہری روایت کے مطابق دوسرا سجدہ کرے نماز میں جو سجدہ کیا تھا وہ حکماً بھی باقی نہ رہا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ۔

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا :

(سوال ۲۸۸) سجدۂ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) واجب ہوگا اس لئے کہ ترجمہ اسی آیت کا مفہوم ہے نورالایضاح میں ہے۔ ویجب علی من تلاآیۃً ولو بالفارسیۃ (قولہ ولو بالفارسیۃ) اتفاقاً فہم اولم یفہم لکونہا قرآناً من وجہ (باب سجود التلاوۃ مراقی الفلاح ص ۹۶) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جا سکتا ہے:

(سوال ۲۸۹) ایک حافظ صاحب آج سے پندرہ بیس سال قبل بمبئی آتے جاتے گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے مگر تقریباً ایک سو کے قریب قریب سجدۂ تلاوت ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں، اب وہ حافظ صاحب بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے، اتنے سجدے کرنا ان کے بس کی بات نہیں تو اب وہ حافظ صاحب کیا کریں بطور فدیہ گیہوں دے دیں تو کیا ذمہ داری ختم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ریل گاڑی میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر سجدہ کا موقعہ نہیں تھا، اس لئے بہت سے سجدۂ تلاوت رہ گئے اپنے مقام پر پہنچ کر کر لینا ضروری تھا تاخیر کے لئے توبہ استغفار ضروری ہے اور اب جب کہ سجدہ کرنے سے معذوری ہے تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتے ہیں۔ یعنی جتنا جھک سکنے کی طاقت ہو اتنا جھک کر سجدہ ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح اشارہ سے سجدۂ تلاوت ادا کر لئے جائیں تو ادا ہو جائیں گے، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت:

(سوال ۲۹۰) امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کیا تو مقتدی کرے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی بھی امام کی اتباع میں سجدہ نہ کرے۔(۱) فقط واللہ اعلم۔

آیت سجدہ سے قبل سجدہ:

(سوال ۲۹۱) حافظ صاحب نے سجدہ والی آیت پڑھنے سے قبل ہی سجدہ کر دیا تو کیا نماز میں خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) جی ہاں خلل واقع ہوگا اور اس کی تلافی سجدۂ سہو کرنے سے ہو جائے گی ویجب سجدتان بتشہد وتسلیم لترک واجب بتقدیم او تاخیر اوزیادۃ او نقص (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مختصراً ص ۲۵۰ باب سجود التلاوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

(۱) آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدۂ تلاوت کر لیا (۲) آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدۂ تلاوت نہیں کیا:

(سوال ۲۹۲) تراویح کی نماز میں امام صاحب نے سورہ علق پڑھی اور آیت سجدہ باقی رکھ کر سجدۂ تلاوت کر لیا اور حسب قاعدہ نماز ختم کر دی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ان دونوں رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا یا نہیں؟

(ب) دوسری دو رکعتوں میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! جب کہ آیت سجدہ پڑھی نہیں گئی تو سجدہ بھی واجب نہیں ہوا اس لئے جو سجدہ کیا گیا وہ فضول اور بے موقع ہوا ہے، لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور ان دو رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا۔ واگر در نماز سجدہ کند ادا نہ باشد لیکن نماز باطل نہ شود (مالا بدمنہ ص ۷۱)

(ب) دوسرے دوگانہ میں سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے اور نماز ہی کے اندر اس کا ادا کرنا ضروری تھا مگر نماز میں ادا کرنے سے رہ گیا اس لئے ساقط ہو گیا خارج نماز میں قضا نہیں کیا جا سکتا، اگر قصداً ترک کیا جائے تو آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے واذا تلاھا فی الصلوۃ سجدھا فیھا لا خارجھا لما مرو فی البدائع واذالم یسجد اثم فلتزمہ التوبۃ (درمختار) (قولہ واذا لم یسجد اثم) افادانہ لا یقضیھا قال فی شرح المنیۃ و کل

(۱) لان الامام لو لم یسجد لا یسجد الماموم وان سمعھا لأنہ ان سجدھا فی الصلاۃ وحدہ صار مخالف امامہ ، باب سجود التلاوۃ ج ۱ ص ۱۲۲ .

سجدۃ وجبت فی الصلوۃ ولم تؤ دفیھا سقطت ای لم یبق السجود لھا مشروعاً لفوات محلہ اھ(شامی ج ۱ ص ۷۲۲باب سجود التلاوۃ)

اگرصورت مذکورہ میں امام نے سجدہ کی آیت کے بعد دو یا تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا تھا اور رکوع کرلیا تھا اور اس میں امام اور مقتدیوں نے سجدۂ تلات ادا کرنے کی نیت بھی کرلی ہو تو سب کا سجدہ ادا ہوگیا اگر امام نے رکوع میں سجدہ کرنے کی نیت نہیں کی تو پھر سجدہ میں بلانیت بھی سب کا سجدہ ادا ہوجائے گا۔لیکن اگر تین آیتوں سے زائد پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہے تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا لہذا اس خطا کی خدا سے معافی چاہے(قولہ نعم لو رکع وسجد لھا ای للصلوۃ فوراً ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوۃ بلا نیۃ تبعہ السجود امامہ (شامی ج ۱ ص ۷۲۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

ایک ہی مجلس میں استاذ کے مختلف طلبہ سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا:

(سوال ۲۹۳)ایک مدرس طلبہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے جماعت بندی کی وجہ سے پوری جماعت اپنے استاذ کو ایک ہی سبق سناتی ہے سبق میں بعض مرتبہ سجدۂ تلاوت کی آیت بھی ہوتی ہے ہر طالب علم اپنی اپنی باری پر وہ آیت پڑھتا ہے اور استاذ اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور سب کا سبق سنتا ہے۔مذکورہ صورت میں استاذ پر اور اسی طرح جماعت میں جو نابالغ بچے ہیں ان پر ایک سجدہ واجب ہوگا یا جتنی مرتبہ آیت پڑھی گئی ہے اتنے سجدے واجب ہوں گے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں استاذ کے لئے اور بالغ طلبہ کے لئے ایک سجدہ کافی ہوگا،شامی میں ہے۔واشار الی انہ متی اتحد الایۃ والمجلس لا یتکرر الوجوب وان اجتمعت التلاوۃ والسماع ولو من جماعۃ (شامی ج ۱ ص ۷۲۲ تحت قولہ بشرط اتحاد الایۃ والمجلس باب سجود التلاوۃ ، فتاوی رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۸) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

باب قضاء الفوائت

کیا آنحضور ﷺ کی نماز کبھی قضا ہوئی تھی :

(سوال ۲۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم نے وعظ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ مبارک نہ کھلی جس کی وجہ سے آپ کی نماز قضا ہوگئی اور جب سورج کی کرنیں نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑیں تو بیدار ہوئے اور قضا نماز ادا فرمائی ،کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ہماری دانست میں حضور ﷺ سے ایسے چوک نہیں ہوسکتی، اگر واقعہ صحیح ہے تو حوالہ دے کر اس کی وجوہات مفصل ارقام فرمائیں،اس کی وجہ سے ہمارے یہاں نزاع ہو رہا ہے۔؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)وبا للہ التوفیق: ۔بے شک ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کی نماز آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے قضا ہوگئی ،آپ ﷺ بشر اور مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نیند نہ آنا صرف خدا کی ہی صفت ہے لا تاخذہ سنۃ ولا نوم یعنی نہ تو اس کو (خدا کو) اونگھ دبا سکے نہ نیند (سورۂ بقرہ ،)

مذکورہ واقعہ سے شان نبوت پر ذرہ برابر حرف نہیں آتا ،حضور ﷺ نے معاذ اللہ سستی ،غفلت یا بے پرواہی نہیں کی تھی ،واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ سفر میں تھے،اخیر رات میں ایک منزل پر قیام فرمایا بہت تھکے ہوئے تھے،اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہم کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لیتا ہوں ،حضرت بلالؓ کو نماز کے وقت بیدار کرنے کا ذمہ دار بنا کر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے آپ علیہ الصلوۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم لیٹ گئے ،باوجود اس کے کہ حضرت بلالؓ نے بیدار رہنے کی امکانی کوشش کی مگر آپ کی بھی آنکھ لگ گئی اور نتیجۃً سب کی نماز قضا ہوگئی ،اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں قضا نماز ادا کرنا اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا، چنانچہ آپ ﷺ نے اذان ،اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا یا ایھا الناس ان اللہ قبض ارواحنا ولو شاء لردھا الینا فی حین غیر ھذا...... الخ یعنی اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض کرلی تھیں اگر وہ چاہتا تو طلوع آفتاب سے پہلے (نماز کے وقت پر) ہماری روحیں لوٹا دیتا اور ہم بیدار ہوجاتے ، جب تم میں سے کوئی سو رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو لازم ہے کہ نماز پڑھ لے ،جس طرح (ادا نماز) پڑھا کرتا تھا،یہ پوری حدیث مشکوۃ شریف میں ہے۔عن زید بن اسلم قال عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃً ووکل بلالاً ان یوقظھم للصلوۃ فرقد بلال ورقدوا......الخ.(مشکوۃ شریف ص ۶۷ قبیل باب المساجد)(۱)

(۱) جب آنحضرت ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس ہوئے تو راستے میں یہ واقعہ پیش آیا یہ واقعہ لیلۃ التعریس کے نام سے مشہور ہے مشکوۃ ص ۶۷ ایضاً)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق ہر امر میں خدا کی محتاج ہے، کوئی اس کے امر کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے۔

(سوال ۲۹۵) ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور عصر کی جماعت شروع ہو چکی تو پہلے ظہر کی نماز پڑھے یا عصر کی نماز میں شریک ہو جائے؟ ضروری کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے(۱) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھے، اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے تو پہلے عصر کی نماز باجماعت ادا کرلے پھر ظہر کی قضا پڑھے۔ لو خاف فوت الجماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة فان كان صاحب الترتيب قضیٰ وان لم يكن فهل يقضی ليكون الاداء بحسب ماوجب الیٰ قوله . ام يقتدی لا حراز فضيلة الجماعة مع جواز تاخير القضاء وامكان تلافيه قال الخير الرملی لم اراه ثم نقل عن الشافعية اختلاف الترجيح فيه واستظهر الثانی قلت ووجهه ظاهر لان الجماعة واجبة عندنا او فی حكم الواجب ولذا يترک لاجلها سنة الفجر التی قيل عندنا بوجوبها الخ (شامی ج ۱ ص ۶۶۵ باب ادراک الفریضہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا نماز یاد آئے:

(سوال ۲۹۶) ایک شخص جماعت میں شریک ہو گیا پھر اس کو نماز میں یاد آیا اس نے اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اب وہ کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز باجماعت پوری کر کے قضا نماز پڑھے پھر اس نماز کو جو امام کے ساتھ پڑھی ہے لوٹا لے، اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے، ورنہ ضرورت نہیں، مؤطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انه كان يقول من نسی صلوة من صلوته فلم يذكرها الا وهو مع الامام فاذا سلم الامام فليصل صلوته التی نسی ثم ليصل بعدها الصلوة الاخری (ای التی صلاها مع الامام) قال محمد وبهذا ناخذ الخ (مؤطا امام محمد ص ۱۰۵ باب الرجل يصلی فيذكر ان عليه صلوة فائتة) (فتاویٰ محمدی ص ۸۸) فقط واللہ اعلم۔

(۱) سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں

(۲) زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے

(سوال ۲۹۷) دریافت طلب امر یہ ہے کہ مریض لقوہ (فالج) جس میں عام طور پر دماغ زیادہ متاثر ہوتا ہے اطباء اور ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دماغ کی رگوں اور پٹھوں سے ہوتا ہے اس میں مریض کا احساس اور شعور کافی مجروح ہوتا ہے بالکل احساس اور شعور فنا ہو جاتا ہو ایسا بھی نہیں بعض مرتبہ بات سمجھ لیتا ہے، دوسرے انسان کو پہچان بھی لیتا ہے لیکن مکمل شعور اور پورا احساس ہو ایسا بھی نہیں، اور ہر وقت ایک ہی حالت نہیں رہتی، اس لئے کبھی نماز کی

(۱) صاحب ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمہ بلوغ سے اب تک چھ نمازیں قضا نہ ہوں (کفایۃ المفتی ص ۳۲۹ ج ۳، امداد الفتاویٰ ص ۵۰۶ ج ۱

14 طرف دھیان جاتا ہے، کبھی بالکل نہیں جاتا، نماز پڑھنے میں رکعتوں کا شمار بھی گاہے یاد نہیں رہتا، تو اس شخص پر نماز فرض ہوگی یا نہیں؟ اور زندگی میں فدیہ دینا صحیح ہوگا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں، مفروضہ مسئلہ نہیں پیش آمدہ شکل ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر ایک دن رات سے زیادہ وقت اس طرح گذرے کہ بالکل شعور اور احساس نہ ہو بالفاظ دیگر مسلسل بے ہوشی طاری رہے تو نماز ساقط ہو جائے گی ورنہ ساقط نہ ہوگی وقت ملنے پر نمازیں ادا کر لیا کرے، اس صورت میں اگر قضا نہ پڑھ سکے تو فدیہ کی وصیت کرے زندگی میں فدیہ دینا صحیح نہیں ہے، اگر اکثر وقت بے ہوشی طاری رہتی ہے اور گاہے افاقہ ہو جاتا ہو اگر افاقہ کا وقت مقرر ہو مثلاً صبح کے وقت افاقہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے تو اس افاقہ کا اعتبار ہوگا، اس سے قبل اگر بے ہوشی ایک رات دن سے کم ہے تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور نمازوں کی قضا لازم ہوگی، اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو دن میں کسی بھی وقت افاقہ ہو جاتا ہو تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بے ہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی، اور اگر اکثر وقت ہوش وحواس قائم رہتے ہوں گاہے بے ہوشی اور بے شعوری طاری ہوتی ہو اور یہ سلسلہ رہتا ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے نماز ساقط نہ ہوگی، اگر رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو اور کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

درمختار میں ہے (ومن جن او غمی عليه) ولو بفزع من سبع او آدمی (يوماً وليلةً قضی الخمس وان زادت وقت صلوة) سادسة (لا) للحرج ولو افاق فی المدة فان لا فاقته وقت معلوم قضی والا لا (درمختار)۔

ردالمحتار میں ہے (قوله ان لا فاقة وقت معلوم) مثل ان يخف عنه المرض عند الصبح مثلاً فيفيق قليلاً ثم يعاوده فيغمی عليه تعتبر هذه الا فاقه فيبطل ما قبلها من حكم الاغماء اذا كان اقل من يوم وليلة وان لم يكن لا فاقته وقت معلوم لكنه يفيق بغتة فيتكلم بكلام الاصحاء ثم يغمی عليه فلا عبرة بهذه الا فاقة ح عن البحر . (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۷۱۴ باب صلوة المريض)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے: ومن جن . الیٰ قوله . وقت معلوم قضی والا لا . اور جو شخص مجنون ہوا یا بے ہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بے ہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھ جائے بے ہوشی وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے، بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اس کو افاقہ ہو جاتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت متعین ہو تب قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے، مثلاً دن رات بے ہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بے ہوشی بے کار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکایک ہوش میں آجاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں، کذا فی الطحطاوی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۳۴۸، ص ۳۴۹ ج ۱۔)

بحر الرائق میں ہے (قوله ومن جن او اغمی عليه خمس صلوات قضی ولو اكثر لا) وهذا استحسان والقياس ان لا قضاء عليه اذا استوعب الاغماء وقت صلوة كاملة لتحقق العجز وجه الاستحسان ان المدة اذا طالت كثرت الفوائت فيحرج فی الاداء واذا قصرت قلت فلا حرج والكثير ان يزيد علی يوم وليلة لانه يدخل فی حد التكرار والجنون كالاغماء علی الصحيح اه

(بحر الرائق ص ۱۱۷ ج ۲ باب صلوٰۃ المریض)

بدائع میں ہے:۔ واما المغمیٰ علیہ فان آغمی علیہ یوماً ولیلۃ اوا قل یجب علیہ القضاء لانعدام الحرج وان زاد علی یوم ولیلۃ لا قضاء علیہ لا نہ یحرج فی القضاء لدخول العبادۃ فی حد التکرار ،وکذا المریض العاجز عن الا یماء اذا فاتتہ صلوات ثم برأفان کان اقل من یوم ولیلۃ او یوماً ولیلۃً قضاہ' وان کان اکثر لا قضاء علیہ لما قلنا فی المغمیٰ علیہ الخ.(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۲ فصل واما حکم ھذہ الصلوات الخ)(ھدایہ اولین ص ۱۴۲ باب صلوٰۃ المریض)

شامی میں ہے:۔(تتمہ)فی البحر عن القنیۃ ولا فدیۃ فی الصلوات حالۃ الحیوۃ بخلاف الصوم اھ (شامی ص ۷۱۲ ج ۱ باب صلوٰۃ المریض)

علم الفقہ میں ہے: اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کرسکتا ہوتو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے، بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضا کے بیان میں گذر چکا۔

اگر مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو تو اس پر بھی اس وقت کی نماز ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضا پڑھ لے،ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جاوے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے،یہی حکم ہے اس شخص کا ہے جو زیادہ بڑھاپے کے سبب مخبوط العقل ہو گیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہوجائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے (نفع المفتی)(علم الفقہ ج ۲ ص ۱۴۰،مریض اور معذور کی نماز)۔

بیمار شخص جو پاکی کے اہتمام سے قاصر ہو اس سے متعلق ایک فتویٰ "فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۱۵،ج ۶ ص ۲۱۶۔ پر ہے اسے بھی ضرور ملاحظہ فرمالیں (جدید ترتیب کے مطابق باب صلوٰۃ مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست کے عنوان سے،دیکھیں ص۱۵۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بلاعذر نماز قضا کرنا:

(سوال ۲۹۸) ایک شخص نمازی تو ہے مگر وقت کی پابندی نہیں کرتا،کیا پھر بھی وہ فاسق وگنہگار ہے؟

(الجواب) شریعت میں نماز کی بہت ہی تاکید ہے مقررہ وقت پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے،باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا مو قوتا.

ترجمہ:۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں (نساء) لہذا بلاعذر شرعی نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

حضرات صحابہ میں سے بعض جیسے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ،حضرت ابن عباسؓ،حضرت معاذ بن جبلؓ،حضرت جابر بن عبداللہؓ،حضرت ابودرداءؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ تو تارک نماز کو کافر ہی مانتے ہیں۔

اختلف العلماء فی کفر تارکہا عمدافذھب جماعۃ من الصحابۃ و من بعدھم الی الکفر

اما الصحابۃ فمنھم عمرو وعبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عباس ومعاذ بن جبل و جابربن عبد اللہ وابو الدرداء وابو ھریرۃ وعبدالرحمن بن عوف(مجالس الا برار، مجلس ۵۱/ ۳۲۱)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اتنی کہ اس کا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں کئی حقبہ عذاب کیا جاوے گا اور حقبہ اسی برس کا ہوتا ہے: روی انہ علیہ السلام قال من ترک الصلوۃ حتی مضی وقتھا ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثما نو ن سنۃ .ایضاً ص ۳۲۰)

اسی لئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور اس وقت نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں وضو نہ کرسکتی ہو تو تیمم کرکے بچے کی حفاظت کے ساتھ نماز پڑھے،نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں۔

اور ایسے ہی جو سمندر کے اندر تختے پر ہو تب بھی نماز معاف نہیں،اعضاء وضو کو پانی سے تر کرکے اشارہ سے نماز پڑھ لے،نماز قضاء کرنے کی اجازت نہیں۔

ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ پاؤں سن ہو چکے ہوں اور اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ ہو جو وضو یا تیمم کروائے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے اور نماز پڑھے،قضا کرنے کی اجازت نہیں،ذکر فی الذخیرۃ ان امرأۃ اذا خرج رأس ولدھا وخافت وقت الصلوۃ تتو ضأ ان قدرت والا تتیمم (الی قولہ) وکذا من وقع فی البحر علی لوح وخاف خروج وقت الصلوۃ ید خل اعضا الوضو ء فی الماء بنیۃ الوضوء ثم یصلی بالا یماء ولا یترک الصلوۃ وکذا من شلت یداہ ولیس معہ احد یوضیہ او یتممہ یمسح وجھہ وذراعیہ علی الحائط بنیۃ التیمم ویصلی ولا یجوز لہ ترک الصلوۃ ولا تاخیر ھا عن وقتھا (ایضاً ص ۳۲۰) بعض فقہاءؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کے لئے جاوے گا تو اس کی ایک نماز فوت ہوگی تو اس کو حج کے لئے جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت،اس واسطے کہ جس کی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اس کا عوض ستر حج سے کم میں نہیں ہوتا۔

ومن علم انہ اذا خرج الی الحج تفوتہ صلوۃ واحدۃ یحرم علیہ الحج رجلا کان او امرأۃ لان من یترک صلوۃ واحدۃ لا یکفر ھا اقل من سبعین حجۃ (مجالس الا برار،مجلس ۲۰ ص ۱۵۳ و ص ۱۵۴ .

اس سے نماز کو بروقت پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوسکتی ہے،فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیمار کی نماز کی قضا اور فدیہ:

(سوال ۲۹۹) بیمار آدمی کی نماز قضا ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بیمار شخص جب کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ سمیت نماز پڑھے،اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے اشارے سے نماز پڑھے،اگر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر گھٹنے کھڑے رکھے یا کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ رکھ دے پھر سر کے اشارے سے رکوع

وسجدہ کر کے نماز پڑھے، اگر سر کے اشارے سے رکوع، سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اذا تعذر علی المریض کل القیام صلی قاعداً برکوع وسجود وان تعذر الرکوع والسجود صلی قاعد ابالا یماء وان تعسر القعود اوما مستلقیا اوعلی جنبہ والاول اولیٰ ویجعل تحت راسہ وسادۃ لیصیر وجھہ الی القبلۃ لا السمآء وینبغی نصب رکبتیہ ان قدر حتی لا یمد ھما الی القبلۃ وان تعذر الا یماء اخرت عنہ مادام یفھم الخطاب .(نور الایضاح ملخصاً ص ۱۰۴ باب صلوۃ المریض و ص ۱۰۵)

پھر پانچ نماز تک یہی حالت رہی اور اچھا ہو جاوے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر اسی حالت میں انتقال ہو جاوے تو قضا ضروری نہیں اور فدیہ کی وصیت بھی واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان مات من ذلک المرض لا شئی علیہ ولا یلزمہ فدیۃ، کذا فی المحیط (ج ۱ ص ۱۳۷ الباب الرابع عشر فی صلاۃ المریض)

اگر پانچ نماز سے زیادہ یہی حالت رہے تو قضا نہیں ہے، معاف ہے، اسی طرح اگر پانچ نماز کے وقت سے زائد مجنون یا بے ہوش رہے تب بھی ان اوقات کی نمازوں کی قضا اور فدیہ نہیں وہ معاف ہیں ومن جن او اغمی علیہ خمس صلوات قضی ولو اکثر لا .(نور الایضاح ص ۱۰۵ او ص ۱۰۶ باب صلوۃ المریض)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

نوافل وسنن

ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت سنت ادا کرنا چاہئے

(سوال ۳۰۱) ظہر سے قبل کی چار رکعت سنت پڑھنا شروع کی ظہر کی جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں چار رکعت سنت مؤکدہ ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ چار رکعت بیک سلام مسنون ہے۔ درمختار میں ہے (وسن) مؤکداً (اربع قبل الظھر) اربع قبل الجمعۃ واربع (بعدھا بتسلیمۃ) فلو بتسلیمتن لم تنب عن السنۃ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل)فقط و اللہ اعلم بالصواب

ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے

(سوال ۳۰۱) ایک آدمی نے ظہر کی سنت کے لئے نیت باندھی اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔ اب جماعت کے بعد صرف دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا پوری چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ نیز ایسی صورت حال میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا بہتر ہے یا چار رکعت پوری کر لینا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بعد میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے۔ دو رکعت کافی نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں دو رکعت پر سلام پھیرنے کی ضرورت نہ تھی چار رکعت پوری کر لیتے تو اچھا ہوتا اور یہی راجح قول ہے، اگرچہ دو رکعت پر سلام پھیرنا بھی درست ہے۔ درمختار میں ہے (والشارع فی نفل لا یقطع مطلقاً) ویتمہ رکعتین (وکذا سنۃ الظھرو) سنۃ (الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الا مام) یتمھا اربعاً (علی) القول (الراجح) لا نھا صلوٰۃ واحدۃ ولیس القطع للاکمال بل للأبطال خلافاً لما رجحہ الکمال (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۶۸ باب ادراک الجماعۃ)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں:۔

(سوال) متعلق سنن ظہر (۵۲۴)

(الجواب) ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا اگر درمیان میں فرض شروع ہو جائیں تو سنتیں پوری کر کے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہو جائے لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہو جائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پہلی صورت بہتر ہے (مولانا مفتی) کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۷۲)

بہشتی ثمر میں ہے۔ مسئلہ۔ ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو راجح یہ ہے کہ اس کو پوری کرے۔ (بہشتی ثمر ص ۱۳۴ حصہ اول) فقط واللہ اعلم بالصواب

شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۳۰۲) بعد سلام مسنون اینکہ ہم نوجوانان سندر بار شبینہ کرنا چاہتے ہیں اس کی ترکیب کیا ہے؟ یعنی قرآن پاک ایک رات میں ختم کیا جائے یا تین راتوں میں؟ اور کتنی رکعتوں میں ختم کیا جائے؟ بیس رکعتوں میں یا اس سے زائد رکعتوں میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس زمانہ میں شبینۂ مروجہ کراہت اور مفاسد سے خالی نہیں ہے ایک خرابی تو یہ ہے کہ نفل یا جماعت میں قرآن پڑھا جاتا ہے حالانکہ نفل باجماعت (اگر دو تین مقتدیوں سے زائد ہوں تو) مکروہ تحریمی ہے مجالس ابرار میں ہے۔ واما لو اقتدیٰ واحدا واثنان بواحد فلا یکرہ وفی الثلاثۃ اختلاف وفی الا ربعۃ یکرہ اتفاقاً (مجالس الابرار ص ۱۳۹ مجلس نمبر ۱۹ (ھکذا فی الدر المختار و ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۶ باب الوتر والنوافل مطلب فی کراھیۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ و ج ۱ ص ۶۶۳ ۶۶۴ باب الامامۃ) (کبیری ص ۳۸۹ فصل فی النوافل).

البتہ تراویح میں درست ہے بشرطیکہ قرآن صاف اور صحت کے ساتھ پڑھا جاوے اور شہرت مقصود نہ ہو اور مقتدی ست نہ ہوں (۱) اگر کچھ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور کھانے پینے کے انتظام میں لگے رہیں اور نتیجۃً ان کی تراویح بھی فوت ہو جائے تو جائز نہ ہوگا اس زمانے میں ایسے حفاظ کہاں ہیں؟ جو پورا قرآن صاف اور صحت کے ساتھ ایک رات میں ختم کریں یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا لہٰذا اس قسم کے حفاظ کا تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ، اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل!!:

(سوال ۳۰۳) (۱) صلوٰۃ التسبیح کی کیا فضیلت ہے؟ (۲) الف، اس نماز کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ ب) اس نماز کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں؟ (ج) اس کی تسبیح کس طرح گنی جائیں؟ (د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا کمی ہو جائے تو اس کی قضا کس طرح کی جائے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یہ نماز اپنے محترم چچا صاحب حضرت عباسؓ کو سکھائی اور فرمایا کہ آپ اس کو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، قدیم جدید نئے پرانے، دانستہ نادانستہ، چھوٹے بڑے، خفیہ علانیہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف) (۲) اس فضیلت کے پیش نظر عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ تو یہ نماز

(۱) ویکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا اراد الامام ان یرکع یقوم وکذا اذا غلبۃ النوم یکرہ ان یصلی مع القوم الخ فتاوی عالمگیری، فصل فی التراویح ج ۱ ص ۱۱۹.

(۲) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن مطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک لا امنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ وآخرہ قدیمہ وجدیدہ خطاءہ وعمدہ صغیرہ وکبیرہ سرہ وعلانیتہ الخ صلوۃ التسبیح ص ۱۱۷)

پڑھنی چاہئے۔

(۲) (الف) اس نماز کے پڑھنے کے دو طریقے احادیث سے ثابت ہیں۔ (پہلا طریقہ) چار رکعت کی نیت کی جائے اور الحمد و سورۃ کے بعد رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، پڑھیں اور بعض روایت کے موافق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملالینا چاہئے۔ پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس ۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں دس ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس ۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائیں اور دس مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح ہوئیں اسی طرح باقی رکعتوں میں پڑھیں پہلے اور دوسرے قعدہ میں التحیات سے پہلے تسبیح پڑھی جائے اس طرح کل تسبیحات تین سو ۳۰۰ ہو جائے گی۔

(دوسرا طریقہ) یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللھم الخ) پڑھنے کے بعد قرأت سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے۔ پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے دس ۱۰ مرتبہ۔ پھر رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد) ۱۰ دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر (قومہ) میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں (سجدہ کی تسبیح کے بعد) دس ۱۰ مرتبہ پڑھے اس دوسری ترتیب میں دوسرے سجدہ کے بعد تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح کا عدد پورا ہو جائے گا۔ اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پہلے پندرہ ۱۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ اس طرح چار رکعتیں پوری کرے۔ ان دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ از روئے سند زیادہ قوی ہے۔ مگر دونوں طریقے صحیح اور قابل عمل ہیں جو طریقہ آسان معلوم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ کبھی اس طریقہ سے اور کبھی اس طریقہ سے پڑھا جائے کیونکہ دونوں صورتیں روایات حدیث اور تعامل سلف سے منقول و ماثور ہیں اور اس صلوٰۃ التسبیح میں قرأت فاتحہ کے بعد اختیار ہے کہ جو سورت بھی چاہے پڑھے۔ بعض روایات میں سورۂ اذا زلزلت اور عادیات اور اذا جاء نصر اللہ اور قل ھو اللہ احد منقول ہے۔ اور بعض روایات میں الھکم التکاثر، سورۂ عصر، سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ) وارد ہوا ہے۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۳) (۱)

(ب) اس نماز کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی وقت پھر رات میں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۳) (۲) (فضائل ذکر)

(۱) وھی اربع بتسلیمۃ او تسلیمتین یقول فیہا ثلثمائۃ مرۃ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر وفی روایۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ یقول ذلک فی کل رکعۃ خمسۃ وسبعین مرۃ فبعد الثناء خمسۃ عشر ثم بعد القراۃ وفی رکوعہ والرفع منہ وکل من السجدتین فی الجلسۃ بینھما عشراً عشراً بعد تسبیح الرکوع والسجود وھذہ الکیفیہ ھی التی رواھا الترمذی فی جامعہ عن عبد اللہ بن مبارک احد اصحاب ابی حنیفہ ـــ الروایۃ الثانیۃ ان یقتصر فی القیام علی خمسۃ عشر مرۃ بعد القراۃ والعشرۃ الباقیۃ یاتی بہا بعد من الرفع من السجدۃ الثانیۃ واقتصر علیہا فی الحاوی القدسی والحلیۃ والبحر وحدیث ابن مبارک اشھر لکن قال فی شرح المنیۃ ان الصفۃ التی ذکرھا ابن مبارک ھی التی ذکرھا فی مختصر البحر وھی موافقۃ لمذھبنا لعدم الاحتیاج فیہا الی جلسۃ الاستراحۃ اذھی مکروہۃ عندنا باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاۃ التسبیح)

(۲) یفعلہا فی کل وقت لا کراھیۃ. باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوۃ التسبیح)

(ج) ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے ۔ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی ۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں رکھ کر گننا جائز ہے مع الکراہت ۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر ہر تسبیح پر ایک ایک انگلی کو اس جگہ دباتا رہے (فضائل ذکر، غایۃ الاوطار، شامی)[1]

(د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا مقررہ عدد سے کم پڑھے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے ۔ البتہ اس تسبیح کی قضا رکوع سے اٹھ کر قومہ میں اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں نہ کرے کہ چھوٹا رکن میں ہے ۔ ان کے بعد جو رکن ہے اس میں چھوٹی ہوئی تسبیح بھی پڑھ لے ۔ مثلاً رکوع میں بھول گیا تو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں قیام کی تسبیح کے ساتھ پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے[2] (فضائل ذکر ، نجات المسلمین ، غایۃ الاوطار) غرض کہ تسبیحات کی تعداد (تین سو ۳۰۰) پوری ہونی چاہئے اور قصداً زیادہ نہ کرنا چاہئے ورنہ بعض علماء کی قول کے موافق اس نماز کا جو خاص ثواب ہے وہ فوت ہو جاتا ہے اور اگر سہواً بلا قصد زیادہ پڑھی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ (نجات المسلمین) اگر صلوٰۃ التسبیح میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو میں صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح نہ پڑھی جائے اس لئے کہ اس نماز کی کل تسبیحات تین سو ہیں وہ چار رکعتوں میں پوری ہو چکیں (ترمذی، شامی) ہاں اگر اس تعداد میں کمی رہی ہو تو سجدۂ سہو میں پڑھ لے ۔ (فضائل ذکر) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

تسبیح میں کمی ہوگئی تو سجدۂ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں :

(سوال ۳۰۴) صلوٰۃ التسبیح پوری پڑھ لینے کی بعد معلوم ہوا کہ تسبیحات تین سو سے کم پڑھی گئی ہیں تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے تلافی ہو جائے گی؟ اگر اس سے تلافی نہ ہو تو تلافی کی صورت کیا ہے؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) اگر نماز پوری کرنے کے بعد یاد آیا کہ تسبیحات کم پڑھی گئی ہیں تو اس کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں آتا ۔ کیونکہ سجدۂ سہو ترک واجب پر مرتب ہوتا ہے ۔ اور تسبیحات واجب نہیں ۔ اس صورت میں یہ نماز مطلق نفل ہو گئی ۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب حاصل نہ ہوگا ۔ (نجات المسلمین از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔[3]

تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے :

(سوال ۳۰۵) جس مسجد میں ہم نماز پڑھتے رہتے ہیں اس میں بار بار آمد و رفت میں پنجوقتہ نماز کے وقت اولاً تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں؟ نماز (جماعت) ہونے کو تقریباً سات منٹ دیر ہو تو سنن سے قبل اسے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۱) وفی القنیۃ لا یعد التسبیحات بالاصابع ان کدر ان یحفظ بالقلب والا یغمز الاصابع ۔
(۲) قال الملا علی فی شرح المشکاۃ مفہومہ أنہ ان سہا ونقص عدد امن محل معین یاتی بہ فی محل آخر تکملۃ للعدد المطلوب اہ قلت واستفیدا نہ لیس لہ الرجوع الی المحل الذی سہا فیہ وہو ظاہر وینبغی کما قال بعض الشافعیۃ یأتی بما ترک فیما یلیہ ان کان غیر قصیر فتسبیح الاعتدال یأتی بہ فی السجود اما تسبیح الرکوع فیاتی بہ فی السجود ایضا لا فی الاعتدال لأنہ قصیر قلت وکذا تسبیح السجدۃ الاولی یاتی بہ فی الثانیۃ لا فی الجلسۃ لأن تطویلہا غیر مشروع عندنا علی ما مر فی الواجبات ۔ ایضا ۔
(۳) حوالہ بالا ۔

(الجواب) وقت مکروہ نہ ہو تو پڑھی جاسکتی ہے ، جماعت شروع ہونے سے پہلے فراغت ہو سکتی ہے تو پڑھے ورنہ ترک کر دے ، مسجد میں بار بار جانے والے کے لئے ایک مرتبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے ، ہر مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

تحیۃ الوضو پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے :

(سوال ۳۰۶) بعض نمازی مسجد میں آ کر پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز تحیۃ الوضو وغیرہ پڑھتے ہیں تو کیا اولاً بیٹھنا مسنون ہے؟

(الجواب) مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے ۔ اولاً بیٹھ جانا مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف سنت ہے (ہاں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنا پڑے تو مضائقہ نہیں) حدیث میں ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیر کع رکعتین قبل ان یجلس (صحاح ستۃ مشکوۃ باب المساجد ومواضع الصلاۃ الفصل الاول) "تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے فقط ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

(سوال ۳۰۷) مسجد محلّہ میں نماز فجر پڑھے اور دوسری مسجد میں قرآن کی تفسیر سننے کے لئے جائے اور وہاں اشراق پڑھے تو اشراق کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یا جہاں نماز پڑھی ہو وہاں نماز اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد میں سے گھر گرم پانی سے وضو کے لئے جائے اور گھر میں نماز اشراق ادا کرے تو ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا ۔

(الجواب) ان دونوں صورتوں میں نماز اشراق کا ثواب ملے گا کہ اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہے ۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے :۔ ای استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ فلا ینافیہ القیام لطواف اولطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل لو رجع الی بیتہ واستمر علی الذکر حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین ۔ یعنی اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہ کر نماز اشراق پڑھنے والا ثواب کا حق دار ہے چاہے وہیں بیٹھا رہے ۔ یا اگر مسجد حرام میں ہے تو خانہ کعبہ کا طواف کر لے ۔ یا کسی حلقہ درس یا مجلس وعظ میں شریک ہو جائے بلکہ اگر اپنے گھر چلا جائے اور اشراق کے وقت تک ذکر (تلاوت یا تسبیح) میں مصروف رہے اور پھر نوافل اشراق پڑھ لے تب بھی اس ثواب کا مستحق ہے ۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الثانی ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مطبع امدادیہ ملتان)[2] فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

تہجد باجماعت کا حکم

(سوال ۳۰۸) نماز تہجد باجماعت پڑھے یا تنہا ۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں ۔

(الجواب) نماز تہجد علیحدہ علیحدہ (تنہا تنہا بلا جماعت) ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے ، اگر کبھی کبھار دو تین آدمی

(۱) ان اصحابنا یکرہونہا فی الاوقات المکروہۃ تقدیما لعموم الحاظر علی عموم المبیح قولہ وتکفیہ لکل یوم مرۃ ای اذا تکرر دخولہ لعذر شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی تحیۃ المسجد ج ۱ ص ۶۳۵ ، ۶۳۶ ۔
(۲) حوالہ آگے بعنوان ، نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے؟ کے تحت آرہا ہے

جو بغیر بلائے اور بلا کسی اہتمام کے جمع ہوں وہ جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، امام کے سوا دو آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں، تین ہوں تو اختلاف ہے، چار ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

یکرہ ذلک علیٰ سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (درمختار) (قوله علیٰ سبیل التداعی) هو ان یدعو بعضهم بعضاً کما فی المغرب وفسره الوافی بالکثرة و هو لا زم معناه (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکره وثلاثة بواحد فیه خلاف بحر عن الکافی (باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الا قتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ شامی ج ۱ ص ۶۶۴)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:۔

(الجواب) جماعت در نماز تہجد بتداعی مکروہ است وبغیر تداعی کہ اتفاقاً یک دو کس یا سہ کس اقتدیٰ متہجد نمایند مکروہ نیست قد ائی بان یقتدی اربعة بواحد کمافی الدر وکذافی الدرالمختار۔ فاضل چلپی در حاشیہ شرح وقایہ می آرد الجماعة فی التهجد الذی هی نافلة بدعة قطعاً۔ یعنی لوگوں کو بلا کر تہجد کی نماز میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اور بلا تداعی یعنی بلاوے کے بغیر ایک دو آدمی یا تین آدمی اتفاقاً تہجد پڑھنے والے کی اقتدا کریں تو مکروہ نہیں فاضل چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز تہجد باجماعت قطعاً بدعت ہے (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۷۲۔۷۳)

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"افسوس ہزار افسوس!! بعضے از بدعتہا کو در سلاسل دیگر اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اند نماز تہجد بجماعت میگزارند از اطراف وجوانب درآں وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند وبجمعیت تمام ادامی نمایند وایں عمل مکروہ است بکراہت تحریمی، جمعے از فقہا کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند جواز جماعت نفل رامقید بناحیۂ مسجد ساختہ زیادہ از سہ کس رابااتفاق مکروہ گفتہ اند۔ یعنی افسوس صد افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا وہ اس طریقہ علیہ (مشائخ نقشبندیہ) میں نمودار ہوگئی ہیں۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گرد ونواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی۔ حضرت فقہاء کی ایک جماعت جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے ان کے نزدیک جواز جماعت کے لئے یہ قید ہے کہ وہ مسجد کے کونے میں ہو تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۱۳۱ ص ۱۴۴) البتہ بعض علماء کے نزدیک ماہ رمضان کا تہجد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن اکثر وبیشتر علماء محققین ان سے متفق نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:۔

(سوال) نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے فقہ میں لکھا ہے اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔ پس جماعت صلوٰۃ کسوف، تراویح، استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہے۔ کذافی کتب الفقہ۔ (فتای رشیدیہ جلد اول ص ۴۷)

دوسرا فتویٰ

مسئلہ: بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سناتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف واستسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ طلب آویں اور تین میں خلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں۔ کذافی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (جلد دوم ص ۵۵)

تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے:

(سوال ۳۰۹) مجھے تہجد کا شوق ہے۔ ایک دن تہجد کی دو رکعت کی نیت کی اسی اثناء میں اذان ہوئی میں نے دو رکعت پوری کی تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اذان بروقت ہوئی ہے اور دو رکعت جو پڑھی گئی ہے وہ صبح صادق کے بعد ادا ہوئی ہے اب سنت فجر پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سوچ میں جماعت کھڑی ہو گئی اور سنت پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہو گیا تو اب کیا کروں سنت فجر کی قضا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب یقین ہے کہ دو رکعت صبح صادق کے بعد ادا کی گئی ہے تو یہ دو رکعت سنت فجر کے قائم مقام ہو گئی یعنی سنت فجر پڑھنے کی ضرورت نہیں (منیہ ص ۹۸ کبیری ص ۳۸۵ شامی ج ۱ ص ۳۸۸)(۱)۔ فقط و الله اعلم بالصواب.

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں:

(سوال ۳۱۰) نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں؟ حاجی نفل کہاں پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے مگر حاجی کے لئے بیت اللہ اور مسجد نبوی میں نفل پڑھنا افضل ہے کہ ان کو یہ موقع میسر نہ ہوگا۔ "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" میں ہے۔ والظاهر ان الكعبة والروضة الشريفة تستثنيان للغرباء لعدم حصو لهما فی مواضع آخر فتغتنم الصلوة فيهما قياساً علی ما قاله ائمتنا ان الطواف للغرباء افضل من الصلوة النافلة. و الله تعالیٰ اعلم.

یعنی۔ مسجد میں نوافل پڑھنے کے مقابلہ میں گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے۔ لیکن باہر والوں کے لئے (حاجیوں کے لئے) مکہ مکرمہ اور روضۂ شریفہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اور جگہ ان کو یہ حرم میسر نہیں آسکتے۔ پس ان غریب الوطنوں کو چاہئے کہ ان مقدس حرموں میں نماز ادا کرنے کو غنیمت سمجھیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین کا ارشاد ہے کہ باہر والوں کے لئے جو مکہ مکرمہ میں پردیسی ہیں۔ خانہ کعبہ کا نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ طبع ملتان ج ۳ ص ۱۸۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(۱) قوله وسنة ولو سنة فجر حتی لو تهجد بر كعتين ثم تبين انها بعد الفجر نا تبا عن السنة باب شروط الصلاة.

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ :

(سوال ۳۱۱) عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت حدیث سے ہے یا بے اصل ہے؟

(الجواب) نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ مستحب ہے...... حدیث وتعامل سلف صالحین سے ثابت ہے بے اصل نہیں ہے۔ ''مظاہر حق'' میں ہے۔اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو کوئی نماز عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھے گویا اس نے تہجد پڑھی اس رات،اور جو کوئی بعد عشاء چار رکعت پڑھے گویا اس نے چار رکعت شب قدر میں پڑھی ۔ رواه سعيد بن منصور وفي سنة ع ح وبرهان شرح مواهب الرحمان۔(مظاہر حق ص ۳۸۱ ج ۱)

وندب اربع قبل العشاء لماروی عن عائشة رضی الله عنها انه عليه السلام كان يصلی قبل العشاء اربعاً ثم يصلی بعدها اربعاً ثم يضطجع (مراقی الفلاح فصل فی بيان النوافل ص ۷۵)

وعن عائشة انه عليه الصلوة والسلام كان يصلی قبل العشاء اربعاًثم يصلی بعدها اربعاً ثم يضطجع (الاختيار شرح المختار باب الوترو النوافل ص ۶۶ ج ۱) واما الا ربع قبل العشاء فليست بسنة لعدم المواظبة فكانت مستحبة الخ (عينی شرح كنز باب الوتر و النوافل ص ۴۷ ج ۱) وبروایتے بعد نماز مغرب بست رکعت آمدہ وپیش از عشاء چہار رکعت مستحب است (مالابد منہ ص ۶۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز تہجد کا صحیح وقت:

(سوال ۳۱۲) تہجد کی نماز کا صحیح وقت کون سا ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ حضرت اقدس ﷺ نے نماز تہجد ابتدائی شب میں بھی، نصف شب میں بھی اور آخری شب میں بھی پڑھی ہے مگر آخر زندگی میں زیادہ تر آخری شب میں پڑھنا ہوتا تھا۔رات کا حصہ جتنا بھی مؤخر ہوتا جاتا ہے اتنی ہی رحمتیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں اور سدس آخر (رات کا آخری چھٹا حصہ) تمام حصوں سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

تہجد (لفظ) ترک ہجود یعنی ترک نوم سے مشتق ہے۔یعنی سونے کے اوقات! اور عشاء کے بعد تمام اوقات تہجد کے ہی اوقات ہیں! (مکتوبات شیخ الاسلام نمبر ۷۷ ص ۲۰۲)

فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا:

(سوال ۳۱۳) اگر کسی کے ذمہ فرض نماز چند سال کی ادا کرنا باقی ہو اور وہ شخص فرض نماز ادا نہ کرتا ہو بلکہ نوافل پڑھتا ہو تو اس کو نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرائض مانند اصل (جڑ بنیاد) کے ہیں اور نوافل مثل شاخوں کے،جس طرح شاخیں بدون اصل (جڑ) کے قائم نہیں رہ سکتیں،نوافل بھی بلا فرائض کے بے سہارا اور بے حقیقت ہیں اور جس طرح شاخوں سے جڑ کو رونق حاصل ہوتی ہے نوافل بھی فرائض کے ساتھ نور علی نور کے درجہ میں ہیں۔چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔وما تقرب الی عبدی بشئی احب الیّ مما افترضت عليه ومايزال عبدی يتقرب الی بالنوافل حتی احبه

الخ (یعنی) اور میرا بندہ میری پسندیدہ چیزوں (عملوں) میں سے کسی بھی چیز (عمل) کے ذریعہ مجھ سے اس قدر قریب نہیں ہوتا جس قدر ان چیزوں کی ادائیگی کے ذریعہ قریب ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا اقرب حاصل کرتا رہتا ہے۔یہاں تک کہ وہ مجھے محبوب ہو جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سول پورا کردوں اور جو مانگے اسے دے دوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے (آفات وبلیات سے) پناہ دے دوں۔(بخاری شریف)

اگر فرائض کی کمی ہوگی اور ان میں کچھ قصور ہوگا تو نوافل کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔جیسا کہ حدیث میں ہے فان انتقص من فريضة شيئی قال الرب تبارک وتعالیٰ انظرو اهل لعبدی من تطوع فيكمل بها ما انتقص من الفريضة ثم يكون سائر عمله كذلک (یعنی) اگر کسی بندہ کے فریضہ نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے دیکھو! میرے بندہ کے پاس نوافل بھی ہیں؟ اگر ہوں گے تو ان کے ذریعہ فرض نمازوں کی کمی پوری کردی جائیں گی۔پھر اس کے بعد باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اسی طریقہ پر حساب ہوگا یعنی فرضوں کی کمی اور خامی نفلی چیزوں سے پوری کی جائے گی (مشکوٰۃ) بہرحال سب سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی بندہ کو فرائض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے،نوافل دوسرے درجہ میں ہیں اور فرائض کے ساتھ مفید ہوں گے، بلا فرائض کے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

نوافل را در جنب فرائض ہیچ اعتبار نیست اداء فرضے از فرائض در وقتے از اوقات بہ از اداء نوافل ہزار سالہ است اگر چہ بنیت خالص ادا شود، ہر نفلیکہ باشد از صلوٰۃ وصوم وفکر و ذکر وامثال لہا الخ یعنی۔وہ عمل جس سے بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل،فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگر چہ وہ ہزار سالہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں خواہ نوافل از قسم روزہ و ذکر وفکر وغیرہ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تمام شب جاگے اور صبح کی نماز باجماعت چھوٹ جائے اس سے بہتر ہے کہ تمام شب سوئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرے۔

زکوٰۃ کی نیت سے ایک دانگ (۶ رتی) کا دینا بہتر ہے اس سونے کے پہاڑ سے جو بطریق صدقہ نافلہ دیا گیا ہے۔(مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۳۶) حضرت امام ربانی مزید فرماتے ہیں:۔

در اداء فرض اہتمام تمام باید نمود و در حل و حرمت احتیاط باید فرمود، وعبادات نافلہ در جنب عبادات فرائض کالمطروح فی الطریق اند واز اعتبار ساقط اند اکثر مردم این وقت در ترویج نوافل اند و در تخریب فرائض در اتیان نوافل عبادات اہتمام دارند و فرائض را خوار و بے اعتبار شمرند الخ۔ یعنی خاص کر اداء فرض اور حل وحرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہئے اور عبادات فرائض کے مقابلہ میں عبادات نوافل ایسے ہیں جیسے راستے کی گری پڑی چیز جس کی کوئی عظمت نہیں ہوتی (مگر) اس زمانہ میں اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے

ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ص ۱۵۴)

لہذا جس کے ذمہ فرض نمازوں کی قضا ہے ان کو لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کی فکر کریں اور نفلوں کے بجائے قضا نمازیں پڑھ لیا کریں کہ قیامت میں فرضوں کے بارے میں سوال ہوگا ہاں فرضوں کی کامل مکمل ادائیگی کرتے ہوئے جس قدر بھی نوافل ادا کئے جائیں بہتر ہوگا، جو لوگ فرض کے ساتھ نوافل پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں نزدیک ہوجاتے ہیں اور ان کی طبائع واعضاء وجوارح ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ نیکیوں سے مانوس ہوجاتے ہیں اور گناہ کے کام چھوٹتے چلے جاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی ذخیرہ ہے۔ جس طرح نوافل بلا فرائض مقبول نہیں اسی طرح فرائض میں سے بعض کا ادا کرلینا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ سب ہی کو ادا کرے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:۔

اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم یغنین عنہ شیئاً حتی یأتی بھن جمیعا الصلوۃ والزکوۃ وصیام رمضان وحج البیت۔ یعنی چار چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے جو شخص ان چار میں سے تین ادا کرے وہ اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہوسکتیں تاوقتیکہ سب نہ کرے نماز اور زکوۃ اور صوم رمضان اور حج بیت اللہ (مسند احمد) یہ اس لئے کہ جس مسلمان پر حق تعالیٰ نے جتنی چیزیں فرض کی ہیں ان فرضوں پر اسلام کا قصر (محل) قائم ہے۔ ان فرضوں میں سے ایک بھی چھوڑ دینے سے دین کا محل خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ جس طرح محل کے بعض ستون گرجانے سے دوسرے ستون بھی متزلزل ہوجاتے ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا من لم یزک فلا صلوۃ لہ یعنی جو شخص زکوۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے:

(سوال ۳۱۴) مسجد محلہ صبح کی نماز پڑھے اور تفسیر قرآن کی سماعت کی غرض سے دوسری مسجد میں جائے اور وہاں نماز اشراق پڑھے تو نماز اشراق کا اجر وثواب ملے گا یا نہیں؟ کیا فرض نماز پڑھ کر اسی جگہ پر اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد سے مکان پر استنجا کے لئے یا گرم پانی سے وضو کرنے کے لئے جائے اور مکان ہی میں اشراق ادا کرے تو اجر وثواب کا حق دار ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز اشراق کی پوری فضیلت اور مکمل ثواب کا وہ شخص مستحق ہے جو نماز فجر مسجد میں با جماعت ادا کرے یا بوجہ معذوری گھر میں پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر وقت مکروہ نکل جانے کے بعد دو ۲ رکعت یا چار رکعت صلوۃ الضحیٰ ادا کرے۔ اور وہ شخص جو تفسیر قرآن سننے کے لئے دوسری مسجد میں جائے اور وقت ہونے پر اشراق کی نماز پڑھ لے وہ بھی اشراق کی فضیلت پائے گا مگر نسبۃً کم۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو طبعی عذر (استنجا یا وضو کی ضرورت) کی وجہ سے گھر جانے پر مجبور ہوا ہے اور حاجت سے فراغت پاکر دنیوی کام میں مشغول ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے وہ بھی اشراق کے ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ اور اس آمد ورفت کو مسجد میں ٹھہرے رہنے کا درجہ دیا جائے گا۔ اور جس طرح معتکف کے لئے طبعی حاجت کی بناء پر خروج مسجد منافی اعتکاف نہیں ہے اس کے لئے بھی منافی نہ ہونا

چاہئے۔

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی الفجر فی جماعۃ ثم قعد یذکر اللہ) ای استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ فلا ینا فیہ القیام لطواف او لطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل وکذا لو رجع الیٰ بیتہ واستمر علی الذکر (حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین) (مرقاۃ باب الذکر بعد الصلوۃ. مطبوعہ ملتانی ص ۳۶۵ ج ۲)

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قعد) ای استمر (فی مصلاہ) من المسجد البیت مشتغلاً بالذکر او الفکر او مفید اللعلم او مستفیداً او طائفاً بالبیت (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۰۳ باب صلوۃ الضحیٰ الفصل الثانی ملتانی)

مخفی نماند کہ قعود در جائے نماز شرط کرد ای اگر برخیزد و بجائے دیگر بہ نشیند ایں ثواب برآں مرتب نگردد چنانچہ ظاہر فحوای کلام است۔ اما اگر برخاستن و در جائے دیگر نشستین برائے دفع ریا وحفظ حضور بود از باب تکمیل وتتمیم خواہد بود و حکم تکلم بخیر دارد و بعض محققین گفتہ اند کہ ثواب ذکر وخلوت باقی است اما شاید کہ آنچہ ثواب مصابرت وجزائے مرابطت ست مخصوص بقعود در مصلا باشد۔ (شرح سفر السعادۃ ص ۹۵۱) (اشعۃ اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱ باب الذکر بعد الصلوۃ. اشعۃ اللمعات ص ۵۵۳ ج ۱)

ف:۔ پھر بیٹھے یاد کرے اللہ کو یعنی ہمیشہ ذکر میں رہے بیچ جگہ نماز اپنی کے اور مسجد اپنی کے کہ جس میں نماز پڑھی ہے۔ پس نہیں منافی ہے اٹھنا واسطے طواف کے یا طلب علم کے یا مجلس وعظ کے مسجد میں اور اسی طرح اگر گھر میں چلا جاوے اور ذکر کرتا رہے اس کا بھی یہی ثواب ہوگا۔ اور آفتاب نکلنے کے بعد پھر نماز پڑھے۔ یعنی بعد بلند ہونے آفتاب کے، بقدر نیزے کے نماز پڑھے کہ وقت کراہت کا جاتا رہے اور اس نماز کو اشراق کہتے ہیں الخ۔ (مظاہر حق کتاب الصلوۃ باب الذکر بعد الصلوۃ ج ۱ ص ۳۲۰)

دوسری جگہ ہے۔

ف:۔ جو شخص بیٹھا رہے الخ ملا علی قاری کی شرح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے۔ کہ ہمیشہ مشغول رہے ذکر وفکر میں اور نیک کاموں میں مثل سیکھنے سکھلانے علم کے اور وعظ اور نصیحت کے اور طواف کرنے بیت اللہ کے بعد فارغ ہونے کے نماز صبح سے یہاں تک کہ پڑھے دو رکعت ضحیٰ کی خواہ مسجد میں اور اس کے مابین سوائے کلام نیک کے نہ کرے تو بخشے جاتے ہیں صغیرہ گناہ اور احتمال ہے کہ کبیرہ بھی بخشے جاویں۔ انتھی۔ پس ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھا رہے نماز کی جگہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد مشغول رہنا ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں ہے اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ مراد ضحیٰ سے نماز اشراق کی ہے۔ اور حدیثوں میں ضحیٰ سے احتمال اشراق اور چاشت دونوں کا ہے۔ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب جب ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے اور اگر خلوت میں جاکر مشغول عبادت میں ہو یہ ثواب نہیں پائے گا۔ اور بیچ وصیتوں مشائخ کے مذکور ہے کہ اگر ڈر پریشانی کا ہو یا ریا راہ پاوے، خلوت میں جاوے۔ اور مشغول ہوئے۔ اور لکھا ہے علماء نے کہ اس وقت میں قبلہ رخ بیٹھنے کو ہاتھ سے نہ دیوے۔ اور اگر نیند آوے دفع کرے۔ (مظاہر حق. کتاب الصلوۃ باب الضحیٰ ص ۴۲۶ ج ۱)

سنت پڑھے بغیر فرض شروع کردے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۳۱۵) فجر کے فرض شروع کرتے وقت یاد آ گیا۔ کہ سنت نہیں پڑھی ہے۔ ایسی حالت میں فرض توڑ کر سنت نماز پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں! سنت کے لئے فرض نہ توڑے۔ ولو ذکر فی الفجر انه لم یصل رکعتی الفجر لم یقطع. کسی فرض نماز میں یاد کیا کہ سنت پڑھی نہیں ہے تو سنت کے لئے فرض نہ توڑے (بحر الرائق ص ۴۸ ج ۲ باب الوتر و النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب.

وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر:

(سوال ۳۱۶) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟ حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ آپ ﷺ کھڑے ہو کر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے؟ مستند کتابوں کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لئے نصف ثواب ہے اور آنحضرت ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا اجر و ثواب ملتا تھا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ کیونکہ اس میں بھی امت کی تعلیم تھی کہ کھڑا ہونا فرض نہیں ہے امت کو تعلیم دینا نبوت کے واجبات میں سے ہے۔ پس آپ ﷺ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے۔ جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔ قال ابن حجر و من خصائصه علیه السلام ان ثواب تطوعه جالسا الخ (مرقاة المفاتیح ملتانی ص ۱۲۷ ج ۳ باب الوتر) اجر غیر النبی صلی الله علیه وسلم علی النصف الا بعذر. (درمختار ص ۶۵۳ ج ۱ باب الوتر و النوافل) (قوله اجر غیر النبی صلی الله علیه وسلم) اما النبی صلی الله علیه وسلم فمن خصائصه ان نافلته قاعداً مع القدرة علی القیام کنافلته قائماً ففی صحیح مسلم من عبد الله بن عمرو قلت حدثت یا رسول الله انک قلت صلاة الرجل قاعداً علی نصف الصلاة وانت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کاحد منکم بحر ملخصاً ای لانه تشریع لبیان الجواز دهو واجب علیه. (شامی ص ۶۵۳ ج ۱ ایضاً)

البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی تبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت کُلّے گا ہے اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں، تو عجب نہیں کہ اس کو اس کی نیت کے مطابق پورا اجر و ثواب ملے۔ چنانچہ "مالابد منہ" میں ہے۔ و بعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است۔ (ص ۶۱)

لیکن از روئے حدیث تو کھڑے ہو کر پڑھنے والا پورے ثواب کا اور بیٹھ کر پڑھنے والا نصف ثواب کا حق دار ہے۔ فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب:

(سوال ۳۱۷) نماز عصر سے پہلے دو رکعت یا چار رکعت نفل نماز کا ثبوت ہے یا نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ بلا دلیل

ہے۔

(الجواب) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت یا دو رکعت نماز مستحب ہے۔ روایات سے ثابت ہے بلا دلیل نہیں ہے۔ "مالابد منہ" میں ہے۔ و پیش از نماز عصر دو رکعت یا چہار رکعت مستحب است (ص ۶۰) اور "شرح نقایہ" میں ہے وحبب ای ندب الاربع قبل العصر لما روی ابو داؤد و الترمذی وقال حدیث حسن عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رحم الله امرءً صلی قبل العصر اربعاً ویقول علی کان علیه السلام یصلی قبل العصر رکعتین رواه ابو داؤد ورواه الترمذی واحمد وقال اربعاً ولما رواه الطبرانی بسند حسن عن ابن عمر رضی الله عنه ومن صلی قبل العصر اربعاً حرمه الله علی النار وحبب قبل العشاء وبعده الخ (شرح نقایه ص ۱۰۰ باب الوتر والنوافل) واما العصر فلیس فیه سنة مؤکدة الا ان لمندوب ان یصلی قبلها اربع رکعات او رکعتین لما روی ابن عمر رضی الله عنه قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رحم الله امرءً صلی قبل العصر اربعاً وعن امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه قال کان یصلی رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل العصر رکعتین رواهما ابو داؤد وان شاء صلاهما بتسلیمتین لما عن امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یصلی قبل العصر اربع رکعات یفصل بینهن بالتسلیم علی الملائکة المقربین ومن تابعهم من المسلمین والمؤمنین رواه الترمذی وقال الفقهاء المندوب ان یصلی قبل العشاء اربع رکعات وسمعت مطلع الاسرار الالهیة مجمع العلوم. العقلیة والنقلیة ابی قدس سره یقول لم یوجد ذکر هذه الاربع فی کتب الحدیث ولکن کان هو رحمه الله مواظباً علیها حتی مات رحمه الله تعالیٰ (رسائل الارکان ص ۱۳۳، ص ۱۳۴ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے؟:

(سوال ۳۱۸) عصر اور عشاء سے قبل سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سنت ادا ہوگی یا نہیں؟ عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت سنت ہیں یا دو رکعت پڑھنا بھی کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر موقع ہو تو چار رکعت پڑھے، اور اگر موقع نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو دو رکعت پڑھ لینا بھی کافی ہے، عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت یا دو رکعت دونوں پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے (ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدها بتسلیمة) وان شاء رکعتین (درمختار) شامی میں ہے (قوله ویستحب اربع قبل العصر) لم یجعل للعصر سنة راتبة لانه لم یذکر فی حدیث عائشة المار بحر، قال فی الامداد وخیر محمد بن الحسن والقدوری المصلیؒ ان یصلی اربعاً او رکعتین قبل العصر لا ختلاف الآثار (قوله وان شاء رکعتین) کذا عبر فی منیة المصلی وفی الامداد عن الاختیار یستحب ان یصلی قبل العشاء اربعاً وقیل رکعتین وبعدها اربع وقیل رکعتین اه والظاهر ان الرکعتین ..... المذکورتین غیر

المؤکد تین (شامی ج ۱ ص ۶۳۰، ص ۶۳۱ مطلب فی السنن والنوافل)

مراقی الفلاح میں ہے(وندب) ای استحب (اربع) رکعات(قبل) صلوۃ (العصر) لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی اربع رکعات قبل العصرلم تمسہ النار وورد انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رکعتین وورد اربعا فلذاخیرہ القدوری منھما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدۃ الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے ادا کیا یعنی (دو رکعت پر سلام پھیرا) تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ظہر سے قبل سنت شروع کردی ہو اور جماعت کھڑی ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے ۔

ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے :

(سوال ۳۱۹) ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھنا ضروری ہے یا دو سلام سے بھی پڑھ سکتے ہیں؟ سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہوجانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ظہر سے قبل جو چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہے، اگر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ سنت شمار نہ ہوگی بعد میں چار رکعت ایک سلام سے پڑھے...... (واربع قبل الظھر . الی قولہ (بتسلیمۃ) لتعلقہ بقولہ واربع وقال الزیلعی حتی لو صلاھا بتسلیمتین لا یعتدبھا عن السنۃ اھ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ فصل فی بیان النوافل)

درمختار میں ہے(واربع قبل الظھرو) اربع قبل(الجمعۃ و) اربع بعدھا بتسلیمۃ) فلو بتسلیمتین لم تنب عن السنۃ ، شامی میں ہے۔(قولہ بتسلیمۃ) ...... وعن ابی ایوب کان یصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الزوال اربع رکعات فقلت ما ھذہ الصلوۃ التی تدا وم علیھا فقال ھذہ ساعۃ تفتح ابواب السمآء فیھا فاحب ان یصعد لی فیھا عمل صالح فقلت أ فی کلھن قرأۃ قال نعم فقلت بتسلیمۃ واحدۃ ام بتسلیمتین فقال بتسلیمۃ واحدۃ رواہ الطحاوی وابو داؤد والترمذی وابن ماجۃ من غیر فصل بین الجمعۃ والظھر فیکون سنۃ کل واحدمنھما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدۃ الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے

ادا کیا یعنی دو دو رکعت پر سلام پھیرا تو ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ظہر سے قبل سنت شروع کردی ہو اور جماعت کھڑی ہوجائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے (ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ ج ۵ ص ۳۱۵، ص ۳۱۶)

نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش:

(سوال ۳۲۰) چار رکعت نفل میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود شریف ودعا اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پڑھ سکتے ہیں۔مراقی الفلاح میں ہے (بخلاف الرباعیات (المندوبۃ) فیستفتح ویتعوذ ویصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ابتداء کل شفع منھا وقال فی شرح المنیۃ مسئلۃ الاستفتاح ونحوہ لیست مرویۃ من الائمۃ وانما ھی اختیار بعض المتاخرین (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۴، فصل فی النوافل)

درمختار میں ہے (وفی لبواقی من ذوات الاربع یصلی) علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ویستفتح) ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلوٰۃ (وقیل) لایأتی فی الکل و صححہ فی القنیۃ. شامی میں ہے (قولہ وقیل لا الخ) قال فی البحر ولا یخفیٰ ما فیہ و الظاھر الاول زاد فی المنح ومن ثم عولنا علیہ وحکینا ما فی القنیۃ بقیل ، نیز شامی میں ہے فیقال ھنا ایضاً لا یصلی ولا یستفتح ولا یتعوذ لو قرعہ فی فسط الصلوۃ لان الاصل کون الکل صلاۃ واحدۃ للاتصال واتحاد التحریمۃ ومسئلۃ الاستفتاح ونحوہ لیست مرویۃ عن المتقدمین وانما ھی علی اختیار بعض المتأخرین الخ (درمختار ، وشامی ص ۶۳۳، باب الوتر والنوافل)(عمدۃ الفقہ ص ۳۱۰،ص ۳۱۱ ج ۱)فقط و اللہ اعلم .

تہجد کے لئے جس کی آنکھ نہ کھلتی ہو اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بہ نیت تہجد پڑھنا:

(سوال ۳۲۱) ایک شخص کو تہجد کا شوق ہے مگر تہجد کے وقت عموماً آنکھ نہیں کھلتی کبھی اٹھ بھی جاتا ہے، اگر یہ شخص تہجد کی نیت سے عشاء کے بعد دو چار رکعت پڑھ لے تو کیا اسے تہجد کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر چند رکعت نفل پڑھ لے تو انشاء اللہ تہجد کی سنت ادا ہوجائے گی۔

شامی میں ہے:وما کان صلوۃ العشاء فھو من اللیل وھذا یفید ان ھذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوۃ العشاء فھو من الیل وھذا یفید ان ھذہ السنۃ تحصل بالتنفل بعد صلوۃ العشاء قبل النوم اھ (شامی ج ۱ ص ۶۴۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی صلوۃ اللیل)

مراقی الفلاح میں ہے:(و) ندب اربع (بعدہ) ای بعد العشاء لما روینا ولقولہ صلی اللہ علیہ

وسلم من صلی قبل الظهر اربعاً کان کانما تهجد من لیلته ومن صلاهن بعد صلوة العشاء کان کمثلهن من لیلة القدر (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ باب الوتر فصل فی بیان النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب.

تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟:

(سوال ۳۲۲) ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اثنائے صلوٰۃ کوئی شخص آ جائے اور نمازی کے دل میں یہ بات گذرے کہ وہ آدمی کہے گا کہ فلاں بڑا نمازی ہے اور اس شخص کے آنے سے یہ نمازی رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے، لیکن پھر دل میں آتا ہے کہ یہ ریا کاری ہورہی ہے تو اس عبادت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز پر کسی کے اطلاع ہونے پر اس لئے خوشی ہو کہ یہ مجھ کو بڑا نمازی سمجھے گا اور اس کے دل میں میری عظمت ہوگی شیطانی وسوسہ ہے اس سے اپنے قلب کو پاک کرنا چاہئے اور کسی کے دیکھنے پر رکوع سجدہ لمبا کرنا اور اچھی طرح ادا کرنا ریا کاری اور اس کے ثواب سے محرومی ہے اور قابل مواخذہ ہے، اعاذنا الله مذکورہ صورت تو ریا کاری میں داخل ہے، البتہ اگر دل میں خوشی صرف اس وجہ سے ہو کہ مجھ کو دیکھ کر اس کو بھی عمل کی توفیق ہوگی اور وہ عمل کرے گا تو مجھے بھی ثواب ملے گا یا خوشی طبعاً ہو کہ بفضلہ تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق ملی اور اس نے اچھی حالت میں مجھے دیکھا اور یہ شخص میرے عمل پر گواہ ہوگا تو یہ صورت ریا کاری میں داخل نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے: عن ابی هریرة قال قلت یارسول الله صلی الله علیه وسلم انا فی بیتی فی مصلای اذا دخل علی رجل فاعجبنی الحال التی رآنی علیها فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم رحمک الله یا ابا هریرة لک اجران اجرا لسر واجر العلانیه ، رواه الترمذی (مشکوة شریف ص ۴۵۴ باب الریاء والسمعة)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں اپنے گھر میں مصلی پر (نماز پڑھ رہا تھا) کہ اس وقت اچانک میرے پاس ایک شخص آیا مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس نے مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھا (تو کیا اس وقت میرا خوش ہونا ریا میں شمار ہوگا یا نہیں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابوہریرہ! تم پر اللہ کی رحمت ہو تم دو ثواب کے مستحق ہوئے ایک پوشیدہ کا اور ایک ظاہر ہونے کا۔

حاشیہ مرقاۃ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے: قوله فاعجبنی الحال الخ قیل معناه فاعجبه رجاء ان یعمل من راه بمثل عمله فیکون له مثل اجره والا ظهر ان اعجابه بحسب اصل الطبع المطابق للشرع من انه یعجبه ان یراه احد علی حالة حسنة ویکره ان یراه علیٰ حالة قبیحة مع قطع النظر ان یکون ذلک العمل سطمحاً للرؤیا ومطمعاً للسمعة فیکون من قبیل قوله صلی الله علیه وسلم من سرته حسنته وساته سیئته فهو مؤمن ۱۲ مرقاة (مشکوة شریف ص ۴۵۴، حاشیه نمبر ۸)

مظاہر حق جدید میں ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جو اس بات سے خوش ہوئے کہ اس شخص نے ان کو نماز کی حالت میں دیکھا تو اس کا سبب حضرت ابوہریرہؓ کا یہ پاکیزہ جذبہ تھا کہ مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر اس میں

بھی اس وقت کی نماز کے تعلق سے میری اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا اور یہ شخص بھی اسی طرح نماز پڑھے گا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں، یا ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ ان کی حالت نماز گویا ایک شخص کے سامنے نیکی کے راستہ کے اظہار و اعلان کا باعث بنی اور اس شخص کو اس وقت کی نماز کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ بنی اور جیسا کہ فرمایا گیا ہے من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها انہیں بجا طور پر یہ خوش کن توقع ہوئی کہ جب یہ شخص نماز پڑھ لے گا تو اس کی نماز کا مجھے بھی ثواب ملے گا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوہریرہؓ کا خوش ہونا اس طبعی خواہش کی تکمیل کے تئیں تھا جو شریعت کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے، یعنی ہر انسان کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ جب اس کو کوئی دیکھے تو وہ اچھی حالت میں ہو، کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ بری حالت میں دیکھا جائے اور ظاہر ہے کہ اس طبعی خواہش کی بنیاد ریا وسمعہ پر نہیں ہوتی بلکہ قلب سلیم کے تقاضہ اور پاکیزگی خیال پر ہوتی ہے پس یہ بات اس ارشاد نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے من سرته حسنته وساء ته سیئته فهو مؤمن. نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قل بفضل الله وبرحمته فبذلک فلیفرحوا هو خیر مما یجمعون. لہذا مؤمن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ نیک اعمال و احوال کی توفیق حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے، ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ کا خوش ہونا اس احساس شکر کے طور پر تھا کہ بارے اس شخص کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان عبادت وتوفیق کے ساتھ متعارف ہوا اور ایک نمازی کے طور پر جانا پہچانا گیا، ان لوگوں کے زمرہ میں شمار ہونے کا موقع نصیب ہوا جو نماز جیسی اہم عبادت اور اسلام کے سب سے بڑے رکن کو قائم کرتے ہیں، اور ایک مسلمان اس بات کا گواہ بنا، یہ قول حدیث کے ان الفاظ اجر السر واجر العلانیة کے مفہوم سے زیادہ قریب ہے (مظاہر حق جدید ص ۱۲۶ جلد نمبر ۶، ریا کا بیان)

شامی میں ہے: (قوله من صلی او تصدق الخ) اعلم ان اخلاص العبادة لله تعالیٰ واجب والریا فیها وهو ان یرید بها غیر وجه الله تعالیٰ حرام بالا جماع للنصوص القطعیة وقد سمی علیه الصلوة والسلام الریاء الشرک الاصغر ...... الیٰ قوله ...... وقال العلامة العینی فی شرح البخاری الاخلاص فی الطاعة ترک الریاء ومعدنه القلب اه وهذه النیة لتحصیل الثواب لا لصحة العمل. الیٰ. وکذا لو صلی مرائیاً لکن الریاء تارة یکون فی اصل العبادة وتارة یکون فی وصفها والاول هو الریاء المحیط للثواب من اصله کما اذا صلی لاجل الناس ولو لا هم ما صلی واما لو عرض له ذلک فی اثناء ها فهو لغو لانه لم یصل لاحلهم بل صلاتهم کانت خالصة لله تعالیٰ والجزء الذی عرض له فیه الریا بعض تلک الصلوة الخالصة نعم ان زاد فی تحسینها بعد ذلک رجع الی القسم الثانی فیسقط ثواب التحسین بدلیل ماروی عن الا مام عن الا مام فیمن أطال الرکوع لا دراک الجائی لا للقربة حیث قال اخاف علیه امراً عظیماً ای الشرک الخفی کما قاله بعض المحققین الخ (شامی ج ۵ ص ۳۷۵، کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع) فقط و الله اعلم بالصواب.

صلوٰۃ الوتر

امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں چلے گئے۔اور مقتدیوں میں سے بعض نے رکوع کیا بعض نے نہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۲۳) امام صاحب نے وتر کی تیسری رکعت میں بدون دعائے قنوت پڑھے رکوع کیا مقتدیوں نے لقمہ دیا پھر بھی امام صاحب رکوع میں رہے۔اور تذبذب میں رہے۔جس بناء پر رکوع میں زیادہ تاخیر ہوئی اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی بعض مقتدیوں نے نہ رکوع کیا اور نہ دعائے قنوت پڑھی کہ وہ بھی تذبذب میں رہے اور نماز پوری کی۔اور بعض مقتدیوں نے دعائے قنوت نہ پڑھی لیکن رکوع کیا تو اس صورت میں کن مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی اور کن مقتدیوں کی صحیح نہیں ہوئی؟ اور سب کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں امام کی نماز صحیح ہوئی۔اور جس نے امام کے ساتھ یا امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کیا ان کی نماز بھی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔لیکن جن مقتدیوں نے رکوع نہیں کیا ان کی نماز فرض کے ترک ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی۔اعادہ ضروری ہے۔قنوت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت سہواً چھوٹنے پر سجدۂ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے۔دعائے قنوت سہواً چھوٹنے کی چار صورتیں ہیں (۱) رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲) رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف عود کی اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳) دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴) دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی نہ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر پڑھی ان چاروں میں سجدۂ سہو کرے تو نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے۔ ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره' فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الا صح الا نه فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قرائة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزوال محله (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۲۷ باب الوتر و النوافل) (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب۔

غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۴) غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وتر کی جماعت غیر رمضان میں مکروہ تحریمی ہے۔کبیری میں ہے ولا یصلی الوتر بجماعة الا فی شهر رمضان ومعناه الکراهة دون عدم الجواز لانه ، نفل من وجه ولا نه لم ینقل عن النبی صلی الله علیه وسلم ولا عن احد من الصحابة فتکون بدعةً مکروهةً .(کبیری ص ۳۳۰ الباب الثامن فی صلاة الوتر) فقط الله اعلم بالصواب ۔

وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے

(سوال ۳۲۵) زید وتر کی نماز رمضان میں پڑھا رہا تھا۔اس نے قعدۂ اولیٰ سہواً ترک کر دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔اس کے بعد مقتدیوں کے لقمہ دینے سے واپس قعدہ کی طرف لوٹا، تو یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا اب اس کی نماز سجدۂ سہو کرنے سے صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہوگئی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ا ص ۱۱۱ اردو میں ہے ''کہ نماز صحیح ہو جائے گی لیکن برا کام کرنے والا ہوگا۔اس لئے کہ یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا نہیں ہے بلکہ تدارک کے لئے ہے'' یہ وجہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر فرمائی ہے۔لیکن فتاویٰ عالمگیری اردو کی اس عبارت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔''وتر کا حکم حضرت امام محمد رحمہ الله کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے (نوافل کا حکم ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے) اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے۔اور استحسان یہ ہے کہ اس میں نماز نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ (قعدۂ کی طرف لوٹ آنے سے) نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہی مختار ہے۔(فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ اردو ترجمہ)

اب آنحضور کی خدمت میں عرض ہے کہ عالمگیری میں فساد کو مختار لکھا ہے۔اور آپ نے عدم فساد لکھا ہے۔ مفتی بہ قول کیا ہے تحریر فرمائیں تاکہ ہمارا اشکال دور ہو۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسئلہ مختلف فیہ ہے: راجح یہ ہے کہ قیام سے قعود کی طرف لوٹنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔مگر آدمی خطا وار ہوگا۔فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لر فض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لا تفسد لکنه' یکون مسیئاً ویسجد لتا خیر واجب وهو الا شبه کماحققه الکمال هو الحق (درمختار وشامی باب سجود السهو ج ۱ ص ۶۹۷) (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۵ ایضاً) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۷۱ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کی جائے!:

(سوال ۳۲۶) کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔اور تعلیم الاسلام حصہ چہارم میں بھی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ' نے یہی تحریر فرمایا ہے اس لئے اگر کوئی شخص مسئلہ سے پورا واقف ہو اور اس مستحب پر ہمیشہ عمل کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ دیگر رمضان المبارک میں وتر جب کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام مسئلہ کے ہر پہلو کو مقتدیوں کو بتلا دے اور پھر اس پر عمل کرے۔یعنی رمضان المبارک کے پورے مہینے میں انہی سورتوں کو وتر میں پڑھے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ سے وتر میں اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے فقط والسلام۔

بینواتوجروا۔

(الجواب) وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں کافرون، تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مسنون ومستحب ہے حضور اکرم ﷺ سے اس طرح پڑھنا ثابت ہے۔لیکن آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔لہذا مواظبت کرنا زیادتی ہے اور اس سے ایہام وجوب وہجران الباقی لازم آتا ہے۔شامی میں ہے۔(قوله بل يندب قراء تهما احياناً) قال فی جامع الفتاویٰ وهذا اذا صلی الوتر بجماعة و ان صلی وحده' يقرء كيف يشاء ا ه . الیٰ قوله . ومقتضاه اختصاص الكراهة بالا مام ونازعه فی البحر بان هذا مبنی علی ان العلة ايهام التفصيل. والتعيين اما علی ما علل به المشائخ میں هجر الباقیٰ فلا فرق فی كراهة المداومة بين المنفرد و الامام والسنة والفرض فتكره المداومة مطلقاً لما صرح به فی غاية البيان من كراهة المواظبة علیٰ قرائة السور الثلاث فی الوتر اعم من كونه فی رمضان اماماً او لا . الی قوله . وايضا ذكر فی وتر البحر عن النهاية ج انه لا ينبغی ان يقرء سورة متعينة علی الدوام لئلا يظن بعض الناس انه واجب اه (شامی ج ا ص ۵۰۸ باب الامامة) اور دوسری جگہ باب الوتر میں تحریر فرماتے ہیں۔(قوله' والسنة السور الثلاث) ای الا علی والكافرون والا خلاص لكن فی النهاية ان لتعيين علی الدوام يفضی الی اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لا يجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار احياناً بلا مواظبة يكون حسناً بحرالخ (شامی ج ا ص ۶۲۳ باب الوتر والنوافل)

وتر کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔چنانچہ پہلی رکعت میں۔ اذا زلزلت الارض دوسری میں انا اعطينک الكوثر تیسری میں قل هو الله احد. عمدة الرعاية علی شرح الو قايه میں ہے۔قوله' وسورة اتیٰ سورة شاء . الی قوله . وورد ايضاً انه كان يقرء فی الا ولیٰ سبح اسم وفی الثانية قل يا ايها الكافرون وفی الثالثة قل هو الله احد ذكره' الترمذی وورد ايضاً انه كان يقرء فی الاولیٰ الهكم التكاثر وانا انزلناه فی ليلة القدر واذا زلزلت وفی الثانية والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطيناک الكوثر وفی الثالثة قل يا ايها الكافرون وتبت وقل هو الله احد ، اخرجه احمد وغيره' الخ (عمدة الرعاية حاشيه نمبر ۳ ص ۲۰۰ باب الوتر) فقط والله اعلم بالصواب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ۔

تہجد گذار کے لئے بھی رمضان المبارک میں وتر جماعت سے ادا کرنا افضل ہے:

(سوال ۳۲۷) رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت کا ثبوت تحریر فرما کر اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ ایک آدمی رات کے آخری نورانی حصہ میں تہجد پڑھتا ہے تو اسے وتر تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا جماعت چھوڑ دے اور وتر کو حدیث کے موافق رات کی اخیری نماز بناتے ہوئے تہجد سے فراغت کے بعد پڑھے۔ دونوں میں افضل کیا ہے۔بینواتوجروا۔(از لندن)

(الجواب) رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح باجماعت کا ثبوت فتاویٰ رحیمیہ جلد اول، اردو، انگریزی، اور

گجراتی میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔(جدید ترتیب میں تراویح کے لئے مستقل باب ہے اسی میں دیکھ لیا جائے۔مرتب)

اختصاراً یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو راتیں بیس ۲۰ رکعت تراویح اور وتر باجماعت صحابہ کو پڑھائیں پھر تراویح فرض ہو جانے کے خوف سے ترک کردیں۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رافعیؒ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ انه' صلی الله عليه وسلم صلی بالناس عشرين ركعة ليلتين فلما كان فی الليلة الثالثة اجتمع الناس فلم يخرج اليهم ثم قال من الغدانی خشيت ان تفرض عليكم فلا تطيقونها .

حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ متفق علی صحته اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے (تلخیص الخبیر ج ا ص ۱۱۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت ابی ابن کعبؓ صحابہ وغیرہ کو بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت پڑھاتے تھے اس وقت سے لے کر آج تک تمام اسلام واخلاف کا تعامل تراویح اور وتر رمضان المبارک میں باجماعت ادا کرنے کا رہا ہے لہذا تہجد گذار شخص کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے۔ جماعت نہ چھوڑے وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر الليل فی اختيار قاضی خان قال هو الصحيح وصحح غيره خلفه (نور الا يضاح ص ۱۰۰ باب الوتر)

مراقی الفلاح میں ہے لانه' لما جازت الجماعة كانت افضل ولان عمر رضی الله عنه كان يؤمهم فی الوتر (الیٰ قوله) وفی الفتح والبرهان ما يفيد ان قول قاضی خان ارجح لانه' صلی الله علی وسلم او تر بهم فيه ثم بين عذر الترک و هو خشية ان يكتب علينا قيام رمضان و كذا الخلفاء الراشدون صلوه بالجماعة (مراقی الفلاح شرح نور الا يضاح ص ۷۴ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

”وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعتیں واجب الاعادہ ہیں تو کیا حکم ہے“::

(سوال ۳۲۸) رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعت کی ادائیگی کے بعد وتر پڑھے بعد میں معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی ہونے کی وجہ سے وہ واجب الاعادہ ہیں، لہذا وہ رکعت دوہرائی اور اس خیال سے کہ وتر کی نماز تراویح کی بیس رکعات کی ادائیگی کے بعد ہی پڑھی جاسکتی ہے لہذا وتر کی پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر نہیں ہے دوبارہ وتر جماعت سے پڑھی تو یہ ٹھیک ہوا یا نہیں؟

(الجواب) پہلے پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر تھی، دہرانے کی ضرورت نہ تھی، دہرائی ٹھیک نہیں ہوا۔نور الایضاح میں ہے ويصح تقديم الوتر علی التراويح وتاخيره عنها (یعنی) وتر کو تراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے اور بعد میں پڑھنا بھی صحیح ہے (فصل فی التراویح ص ۱۰۵) لہذا تراویح کی بیس رکعت سے پہلے پڑھے ہوئے وتر معتبر اور صحیح ہیں۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں ؟:

(سوال ۳۲۹) رمضان شریف میں وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ شخص فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کے وقت دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا نہیں ؟

(الجواب) جس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت ملی یعنی تیسری رکعت کے قیام یا رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اس کے لئے فوت شدہ باقی رکعتیں ادا کرتے وقت دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے ولو ادرک الأمام فی رکوع الثالثہ من الوتر کان مدرکاً للقنوت فلا یأتی بہ فیما سبق بہ (نور الایضاح ص ۹۹.۱۰۰ باب الوتر) واما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکاً بادراک رکوع الثالثہ (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۲۶۸ باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی القنوت النازلہ) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے ؟:

(سوال ۳۳۰) رمضان شریف میں جو امام نماز عشاء پڑھائے وہی وتر پڑھائے کیا دوسرا وتر با جماعت نہیں پڑھا سکتا ؟

(الجواب) جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے یہ بہتر ہے ضروری نہیں ۔۔ امام راضی ہو تو دوسرا آدمی بھی وتر پڑھا سکتا ہے۔ لیکن بلا وجہ اس کی عادت بھی نہ بنا لینی چاہئے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب .

تہجد گذار وتر با جماعت پڑھے:

(سوال ۳۳۱) تہجد پڑھنے والا رمضان میں وتر تہجد کے بعد پڑھے یا جماعت کے ساتھ ؟ افضل کیا ہے ؟

(الجواب) تہجد گذار کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھے۔ "نور الایضاح" میں ہے۔ وصلوتہ مع الجماعۃ فی رمضان افضل من ادائہ منفرداً اخر اللیل فی اختیار قاضی خاں قال ہو الصحیح وصحح غیرہ خلافہ (ص ۱۰۰ باب الوتر) (ہو الصحیح) لانہ لما جازت الجماعۃ کانت الفضل ولان عمر رضی اللہ عنہ کان یؤمھم فی الوتر (مراقی الفلاح ص ۲۷۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

عشاء کی نماز فاسد ہونے یا بلا وضو پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۳۳۲) ہماری مسجد میں امام صاحب عشاء اور وتر کی نماز پڑھاتے ہیں، تراویح کے لئے حافظ الگ ہیں امام صاحب کے پیچھے عشاء اور وتر ادا کی مگر صبح عشاء کا فساد معلوم ہوا، تو اس صورت میں وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا۔

(۱) واذا جازت التراویح بامامین علی ھذا الوجہ جاز ان یصلی الفریضۃ احدھما ویصلی التراویح الآخر وقد کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یؤمھم فی الفریضۃ والوتر وکان أبی یؤمھم فی التراویح کذا فی السراج الوھاج (فتاویٰ عالمگیری فصل فی التراویح ص ۱۱۶).

(الجواب) صورت مسئولہ میں وتر کا اعادہ ضروری نہیں، مالا بدمنہ میں ہے، مسئلہ: اگر عشاء بفراموشی بے وضو خواند وسنت و وتر باوضو خواند، ہمراہ عشاء سنت باز خواند واعادۂ وتر نہ کند ونزد صاحبین وتر راہم اعادہ کند۔ یعنی غلطی سے عشاء کی نماز بے وضو اور سنت و وتر باوضو پڑھی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کے ساتھ ساتھ سنت کا بھی اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ نہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے۔ (مالا بدمنہ ص ۴۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز وتر میں مسنون قرأت:

(سوال ۳۳۳) فتویٰ رحیمیہ ص ۲۳۱، ص ۲۳۲ جلد ۵ میں آپ نے وتر کی نماز میں مشہور مسنون قرأت (پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری میں سورۂ اخلاص) کے علاوہ دوسری مسنون سورتیں بھی عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں، مگر عمدۃ الرعایہ کی عبارت اچھی طرح سمجھ میں نہ آسکی آپ اس کی وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمدۃ الرعایہ میں ہے وورد ایضاً انہ کان یقرء فی الاولیٰ الھکم التکاثر، وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر، واذا زلزلت وفی الثانیۃ والعصر واذا جاء نصر اللہ وانا اعطیناک الکوثر وفی الثالثۃ قل یا یھا الکافرون وتبت یدا وقل ھو اللہ احد اخرجہ احمد وغیرہ الخ. (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایۃ باب الوتر)

اس عبارت میں وتر کی مسنون قرأت کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت:

پہلی رکعت میں سورۂ الھکم التکاثر، دوسری رکعت میں والعصر، تیسری رکعت میں قل یا یھا الکافرون۔

دوسری صورت:

پہلی رکعت میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ تیسری رکعت میں تبت یدا ابی لھب.

تیسری صورت:

پہلی رکعت میں اذا زلزلت، دوسری رکعت میں انا اعطیناک الکوثر اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد، پڑھے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر با جماعت:

(سوال ۳۳۴) ایک بجے چاند کی اطلاع پہنچنے پر تراویح اور وتر با جماعت پڑھی، حالانکہ عشاء کی نماز کے ساتھ وتر تنہا پڑھ چکے تھے تو کیا وتر دوسری مرتبہ با جماعت پڑھنا ضروری ہے یا پہلے پڑھی ہوئی کافی ہے ؟

(الجواب) جولوگ وتر پڑھ چکے تھے ان کو اب جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جنہوں نے وتر نہیں پڑھی تھی ان میں سے کوئی ایک امام بن کر جماعت سے پڑھا سکتا ہے۔(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

وتر کی دعا یاد نہ ہو:

(سوال ۳۳۵) جسے دعاء قنوت یاد نہ ہو وہ وتر میں کیا پڑھے۔

(الجواب) دعائے قنوت یاد کرنے کی سعی جاری رکھے یاد ہونے تک اللّٰھم اغفرلی تین مرتبہ پڑھ لے یہ بھی یاد نہ ہو تو تین دفعہ یارب پڑھے ومن لا یحسن دعاء القنوت المتقدم قال الفقیه ابو اللیث رحمه الله تعالیٰ یقول اللهم اغفرلی ویکررها ثلاث مرات (الی قوله) اویقول یا رب یارب یارب ثلاثا ذکره الصدر الشهید (مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۲۱۰، باب الوتر رد المحتار ج ۱/ص ۶۲۴). فقط و الله اعلم بالصواب.

دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا:

(سوال ۳۳۶) ایک شخص کہتا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) جی ہاں نماز وتر میں دعائے قنوت پوری کر کے اللهم صلی علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد پڑھنا مستحب ہے، ویصلی علی النبی صلی الله علیه وسلم به یفتی. (درمختار مع الشامی باب الوتر والنوافل ج ۱ ص /۶۲۳) فقط و الله اعلم بالصواب.

مقتدی دعاء قنوت پوری کرے یا نہیں:

(سوال ۳۳۷) مقتدی نے دعاء قنوت پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اب مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی امام کا اتباع کرے، جتنی مقدار دعاء قنوت کی پڑھی ہے وہ کافی ہے۔

ولو رکع الامام قبل فراغ المقتدی من قرائة القنوت اوقبل شروعه فیه وخاف فوت الرکوع مع الا مام تابع امامه (باب الوتر طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب.

دعائے قنوت چھوٹ گئی:

(سوال ۳۳۸) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اتنے میں امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اور امام نے رکوع کر دیا یا امام نے دعائے قنوت بھول کر رکوع کر دیا ایسی صورت میں اگر مقتدی دعائے قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو سکتا ہو تو پڑھ لے اور اگر شریک نہ ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے۔

ایضاً ولو ترک الا مام القنوت یأتی به المؤتم انامکنه مشارکة الا مام فی الرکوع

(۱) وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً آخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هذا الصحیح وصحح غیره خلافه' نور الایضاح باب الوتر ص ۹۳.

لجمعه بین الواجبین بحسب الا مکان وان کان لا یمکنه المشارکة تابعه لان متابعته اولیٰ (طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب.

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا:

(سوال ۳۳۹) امام نے وتر میں دعائے قنوت ترک کر کے رکوع کر دیا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاوے گی، رکوع یا قومہ میں دعائے قنوت کا پڑھنا ممنوع ہے اگر پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا، اگر امام رکوع میں سے دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے تو یہ دوسرا رکوع لغو ہوگا (کیونکہ پہلا رکوع صحیح ہو گیا تھا) لہذا جس مسبوق نے اس دوسرے رکوع میں امام کی اقتداء کی تو اس کے حق میں یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

(ولو نسیه) ای القنوت (ثم تذکر فی الرکوع لا یقنت) فیه لفوات محله (ولا یعود الی القیام) فی الا صح لان فیه رفض الفرض للواجب (فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته) لکون رکوعه بعد قراءة تامة (وسجد للسهو (درمختار)

وفی الشامیة حتی لو عاد وقنت ثم رکع فاقتدی به رجل لم یدرک الرکعة لان هذا الرکوع لغو (شامی ج ۱/ ۶۶۷، باب الوترو النوافل. فقط و الله اعلم بالصواب.

تمت بالخیر ویتلوه الجزء السادس

فتاوی رحیمیہ